مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ

سورۃ الفتح

محمد اللہ کے رسول ہیں اور
جو لوگ آپ کے اصحاب ہیں

اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کے

مناقب و فضائل کا اثبات

اور

مثالب و رذائل کی نفی!

سید نور الحسن بخاری

دار التصنیف والاشاعت
قدیر آباد ملتان شہر

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ

سورۃ الفتح

محمد اللہ کے رسول ہیں اور
جو لوگ آپ کے اصحاب ہیں

اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم رضی اللہ عنہم

کے

مناقب و فضائل کا اثبات
اور
مثالب و رذائل کی نفی!

سید نور الحسن بخاری

دار التصنیف والاشاعت
قدیر آباد ملتان شہر

نام کتاب ——— اصحابِؓ رسولؐ کے فضائل ومناقب

تصنیف ——— (مولانا) سید نور الحسن شاہ بخاری

مطبع ——— کاسمو پرنٹنگ پریس لاہور

کتابت ——— محمد لطیف گیلانی

تعداد ——— گیارہ سو (۱۱۰۰)

قیمت ——— ۲۰ روپے

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

①

تعارف

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی ، اَمَّا بَعۡدُ!

حال ہی میں دریا خاں ضلع میانوالی سے یارانِ رسولؐ کے خلاف ایک انتہائی زہریلی کتاب بعنوان "مناظرہ بغداد" شائع ہوئی ہے جس میں تقریباً ایک ہزار سال پرانے "ڈرامہ" کی آڑ میں اصحابِ رسولؐ کی ذواتِ مقدسہ کو غلیظ ترین الفاظ و انداز میں ہدفِ سبّ و شتم بنایا گیا ہے۔

ہم حیران ہیں کہ پاکستان میں جہاں پچھلے دنوں تحفظِ ناموسِ صحابہؓ سے متعلق محترم صدرِ مملکت کی طرف سے آرڈی ننس نافذ کیا جا چکا ہے ایسی دلآزار اور اشتعال انگیز کتاب کیسے شائع ہوئی؟

اس ایک ہزار سال پرانے گندے "ڈرامہ" کی مختصر رُوداد ملاحظہ ہو جو کتاب کے اصل الفاظ سے مرتب کی گئی ہے۔

پانچویں صدی ہجری میں شہنشاہِ عراق ملک شاہ سلجوقی کے عکم پران

کے وزیر اعظم نظام الملک نے بغداد میں شیعہ سنی مناظرہ کا اہتمام کیا یہ مناظرہ تین دن مسلسل جاری رہا، جب یہ مناظرہ ختم ہوا تو بادشاہ کا فرطِ سرور سے چہرہ جگمگا اٹھا اس نے حاضرین کے سامنے کھڑے ہو کر خود اعلان کیا کہ ان تین دنوں کی مسلسل مناظرانہ گفت و شنید کے بعد مجھے یقین ہو گیا ہے کہ شیعہ مذہب حق ہے اہلسنت کا مذہب باطل اور ان کے عقائد بالکل غلط ہیں، لہٰذا میں اپنے شیعہ ہونے کا اعلان کرتا ہوں۔

بادشاہ کی تقریر کے بعد وزیر مملکت نظام الملک نے بیان دیا کہ میں پہلے ہی جانتا تھا کہ شیعہ مذہب حق ہے اور طالب علمی کے زمانہ سے مجھے علم تھا کہ صحیح مذہب صرف شیعہ ہے لہٰذا میں بھی اپنے شیعہ ہونے کا اعلان کرتا ہوں، اس کے بعد ستر افراد نے جو علماء، وزراء اور فوجی افسران میں سے تھے، شیعہ ہونے کا اعلان کیا۔ اور نظام الملک نے (جو میری زوجہ کا والد ہے) تمام بغداد کے حکومتی سکولوں اور کالجوں میں حکم صادر کر دیا کہ مدرسوں میں شیعہ مذہب کی تعلیم کو رائج کیا جائے۔

لیکن اہلسنت کے بعض علماء باطل پر ڈٹے رہے پس انہوں نے بادشاہ نظام الملک کے خلاف ریشہ دوانیاں شروع کر دیں آخر ان ضدی اور عناد پسند ملاؤں کے ایماء پر نظام الملک پر قاتلانہ حملہ کر دیا گیا جس سے وہ جانبر نہ ہو سکا پس اس کی شہادت ۱۲ رمضان ۴۸۵ھ کو ہوئی اور اس کے بعد سلجوقی بادشاہ کو بھی شہید کر دیا گیا۔ (مناظرہ بغداد ص ۱۲۱ تا ۱۲۴ ملخصاً بالفاظہٖ)

ڈرامہ کا ڈراپ سین ہو گیا، نظام الملک کیفرِ کردار کو پہنچ گیا اس نے جو بویا تھا سو کاٹا، اور ساتھ ہی بمصداق۔ ع

ہم تو ڈوبے تھے صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے

ملک سلجوقی کو بھی لے ڈوبا۔

مناظرۂ بغداد یہ زہریلی کتاب "مناظرۂ بغداد" اس ڈرامہ کی روداد ہے۔

کتاب کے مؤلف نظام الملک وزیر اعظم کے داماد مقاتل بن عطیہ ہیں،

جنہوں نے مناظرہ کی پوری کارروائی کو سپردِ قلم کیا اور اسے کتابچہ کی شکل میں پیش کیا۔ ("مناظرہ بغداد" ص۲)

ہم اس کا ترجمہ اُردو زبان میں پیش کر رہے ہیں۔ (علامہ حسین بخش بقلمہٖ) ("مناظرہ بغداد" ص۴)

کتاب کے اصل الفاظ سے جو نقل کئے گئے ہیں قارئین کرام نے اندازہ کر لیا ہوگا کہ یہ نام نہاد مناظرہ، مناظرہ نہیں تھا ایک ڈرامہ تھا جو شیعہ وزیر نظام الملک نے کھیلا، ایک ناٹک تھا جو اس شریف نے رچایا جس کا مقصد یارانِ نبیؐ کی شان میں گستاخی اور مذہب حقہ اہل سنت کا ابطال تھا اور اس طرح سادہ لوح اہل سنت کو مرتد کرنا تھا ورنہ جیسا کہ نظام الملک کے اپنے الفاظ سے ظاہر ہے وہ پہلے سے کٹر شیعہ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا پکا دشمن تھا۔ اگر اس کے ان خط کشیدہ الفاظ کے بعد بھی کسی کو ہمارے دعوئ میں تامل و تردد ہو تو ہم ایک اور دلیل پیش کرتے ہیں۔

نظام الملک نے مناظرہ سے بہت پہلے بادشاہ سے کہا :-

"بادشاہ سلامت! مجھے دلائل و براہین کے اعتبار سے سنیوں پر شیعوں کے غالب آجانے کا خطرہ ہے، بس سارے سنی مذہب کے متعلق شک و شبہ میں پڑ جائیں گے...... شیعوں کے پاس قرآن مجید اور احادیث میں سے ایسی ادلہ قاطعہ اور براہین ساطعہ موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا مذہب صحیح ہے اور ان کا عقیدہ حق ہے۔" ("مناظرہ بغداد" ص۱۷-۱۸)

ے ہم نے چھپایا لاکھ محبت نہ چھپ سکی
آنکھوں نے رو کے یار سے اظہار کر دیا

کیا نظام الملک کی اس تقریر کے بعد بھی اس کے شیعہ ہونے میں ذرہ بھر شک و شبہ باقی رہ جاتا ہے؟ قطعاً نہیں!

عُریانی ہی عُریانی

اور اگر قارئین کرام کو اب بھی اس کے شیعہ ہونے کا یقین نہ آیا ہو تو پھر ہم مزید ایک دلیل پیش کرتے ہیں

جس سے نظام الملک بالکل عریاں ہو کر رہ جائے گا۔۔۔۔ دورانِ مناظرہ جب شیعہ مناظر حضرات صحابہ کرامؓ کے خلاف ہفوات وخرافات الاپتا تھا تو بادشاہ اپنے وزیر نظام الملک سے ان کے متعلق دریافت کرتا تھا۔ پوری کتاب میں بیس دفعہ نظام الملک نے ان خرافات کے متعلق بادشاہ کو یہ جواب دیا:۔

"اہلِ تاریخ نے تو ایسا ہی لکھا ہے۔ (ص۲۹) ۔۔۔ کبھی کہا:۔ بالکل صحیح ہے، مورخین نے ایسا ہی لکھا ہے (ص۳۸) کبھی کہا،۔ اہلِ تاریخ نے ایسا ہی نقل کیا ہے۔ (ص۴۶) کبھی کہا،۔ راویوں نے تو ایسا ہی لکھا ہے۔ (ص۶۱) کبھی کہا تاریخ تو ایسا ہی کہتی ہے۔ (ص۶۷) کبھی کہا،۔ کتابوں میں تو ایسا ہی لکھا ہے۔ (ص۸۱) کبھی کہا،۔ میں نے بھی تاریخ میں ایسا ہی پڑھا ہے۔ (ص۱۰۵) وغیرہ وغیرہ "

تین دن کے مناظرے میں ایک دفعہ بھی نہیں کہا کہ یہ سب خرافات ہے یا کتابوں میں تو ہر قسم کی باتیں موجود ہیں یا یہ کہ تاریخ تو رطب ویابس کا مجموعہ ہے۔ کیا اس حقیقت کے بعد بھی نظام الملک کے عریاں ہونے میں کوئی کسر باقی رہ گئی ہے؟ اس حقیقت کے انکشاف کے بعد ہر منصف مزاج انسان بغداد کے اس مناظرہ کو ڈرامہ کہے گا، یہ ایک ناٹک تھا جو مدرسہ نظامیہ بغداد کی سٹیج پر رچایا گیا۔

محبت وعداوت محبت اور عداوت دو فطری تقاضے ہیں جو قسّامِ ازل نے انسانی قلوب میں ودیعت فرما دیئے ہیں، غالب کہتا ہے ؎

عشق پہ زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالبؔ
کہ لگائے نہ لگے، اور بجھائے نہ بنے

جس طرح عشق ومحبت پر کسی کا زور نہیں اسی طرح بغض وعداوت بھی کسی کے بس کی بات نہیں، یہ دونوں جذبے فطرتی اور قدرتی ہیں، قدرت نے جس کو چاہا مہر ومحبت سے نوازا اور جس کو چاہا بغض وعداوت سے بھر دیا۔

محبت وعداوت کا مزاج پھر خالقِ اکبر نے محبت اور عداوت کو اپنا جدا جدا مزاج بخشا ہے، محبت کا مزاج بارد ہے، محبت

میں برودت ہے، ٹھنڈک ہے، راحت ہے، سکون ہے، محبت نور ہے جس دل میں محبت ہے وہ ہمیشہ منور و مسرور ہے، وہ انبساط و سرور اور انشراح و سکون سے لبریز رہتا ہے، وہ مبتلائے آفات و مصائب تو ہو سکتا ہے مگر اس حال میں بھی فرح و مسرت سے بیگانہ و ناآشنا نہیں رہ سکتا، جب یہ دُنیا میں خوشی اور مسرت سے بھرپور ہے تو انشاء اللہ قبر میں بھی مسرور و مطمئن ہوگا اور آخرت میں تو جنت کی تمام تر لذتیں اور راحتیں اسی کے لیے ہیں ہی! **بخلاف** اس کے بُغض و عداوت کا مزاج حار ہے، عداوت نار ہے، آگ ہے آگ! جس دل میں عداوت ہے وہ دل، دل نہیں آتشِ سوزاں کی بھٹی ہے جس میں وہ بدنصیب آٹھوں پہر جل بھن رہا ہے، راحت اور ٹھنڈک کا یہاں نام و نشان تک نہیں، اس حرماں نصیب کو نہ دنیا میں کبھی سُکھ کا سانس لینا نصیب ہوا نہ قبر میں اسے چین نصیب ہوگا اور آخرت میں تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے ہی!

مشاہدہ و تجربہ اگر ہماری اس منطق پر یقین نہ آئے تو تجربہ کر کے دیکھ لو، کسی سے محبت کر کے دیکھ لو اور کسی سے دُشمنی بھی کر کے دیکھ لو۔

اللہ تعالیٰ نے چاند سا بچہ تمہارے دوست کو عطا فرمایا ہے، خوش تم ہو رہے ہو۔ باغ اُس نے لگایا ہے، باغ باغ تم ہو رہے ہو۔ کار تمہارے یار نے خریدی ہے، خوش تم بیکار ہو رہے ہو حالانکہ وہ کبھی تمہیں اپنی کار میں بٹھانا گوارا نہیں کرے گا۔ مگر خوش تم ہو رہے ہو، یہ سب محبت کے کرشمے ہیں۔

اب کسی سے بُغض اور دُشمنی کر کے دیکھ لو۔ بچہ اللہ نے تمہارے دُشمن کو عطا فرمایا ہے، جل تم رہے ہو۔ باغ اُس کا دس لاکھ میں بِکا ہے، کوئلہ تم ہوئے جا رہے ہو۔ بنگلہ اُس نے عالیشان بنوایا ہے، جل بھن تم رہے ہو، یہ کیوں؟ یہ سب عداوت اور دُشمنی کا نتیجہ ہے۔

اب تو ہماری بات مان لو کہ محبت عین راحت ہے، لذت ہے، اس کی فطرت ٹھنڈک اور نور ہے، بخلاف اس کے عداوت آگ ہے، عداوت جلن ہے، عداوت نار ہے نارِ جہنم!

مسلمان اور کافر اللہ رب العزت نے قلبِ مومن کو محبت و الفت سے مملو و لبریز کر دیا ہے، اس میں محبت ہی محبت ہے، اس میں خدا کی محبت

نے ہے، محبوبِ خدا کی محبت ہے، اصحابِ رسولؐ اور آلِ رسولؐ کی محبت ہے۔ رضی اللہ عنہم، اولیاء اللہ رحمہم اللہ کی محبت ہے، محبت ہی محبت ہے، الحمد للہ کہ ع

جز نغمۂ محبت ما را نوا نہ دادند

اور یہ نری ہماری منطق نہیں، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :-

اَلْمُؤْمِنُ مَأْلَفٌ وَلَا خَيْرَ فِيْ مَنْ لَا يَأْلَفُ وَلَا يُؤْلَفُ ؎۱

مومن الفت و محبت کا ظرف و محل ہے اور جو نہ تو کسی سے محبت کرتا ہے نہ اس سے کوئی محبت کرتا ہے اس شخص میں کوئی خیر اور نیکی نہیں۔

تو مومن کا دل مہر و محبت اور الفت و مودّت کا خزینہ ہے جس میں محبت و الفت کے سوا آپ کو کچھ نہیں ملے گا ---- اب کافر کو دیکھئے، کافر کا دل بغض و عداوت اور عناد و نفرت سے بریز ہے، جس کی آگ میں کافر رات دن جل رہا ہے، اسے اللہ اور اللہ کے محبوب رسولؐ سے عداوت ہے، پھر اس کے نتیجے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احباء و محبین سے عداوت ہے، یارانِ رسول رضی اللہ عنہم سے بغض و عناد ہے، جیسا کہ بروایت حضرت عبداللہؓ بن مغفل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

اَللهَ اَللهَ فِيْ اَصْحَابِيْ اَللهَ اَللهَ فِيْ اَصْحَابِيْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِيْ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ اَبْغَضَهُمْ وَمَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِيْ وَمَنْ اٰذَانِيْ فَقَدْ اٰذَى اللهَ وَمَنْ اٰذَى اللهَ فَيُوْشِكُ

میرے اصحابؓ کے بارے میں خدا سے ڈرو، میرے یاروں کے بارے میں خدا سے ڈرو۔ میرے بعد انہیں ہدف (مطاعن) نہ بنا لینا جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا اور جس نے ان کو دکھ دیا سو اس نے مجھے دکھ دیا اور جس نے مجھے دکھ دیا اس نے اللہ تعالیٰ

؎۱ رواہ احمد و بیہقی (مشکوۃ المصابیح "باب الحب فی اللہ")

اَنۡ یَّاۡخُذَہٗ۔	کو دُکھ دیا اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی پس قریب ہے کہ اللہ اسے اپنے عذاب میں پکڑ لے
سلہ

کافر شب و روز صحابۂ کرام رضی سے بغض و عداوت کی آگ میں جل رہا ہے جو درحقیقت شاخسانہ ہے بغضِ رسول اور عداوتِ نبی کا۔ (صلّی اللہ علیہ وسلم)

پھر جس نے یارانِ رسول رضی اللہ عنہم کو ہدفِ مطاعن اور نشانۂ جفا بنا کر ایذا پہنچائی، اللہ کے محبوب رسول فرماتے ہیں درحقیقت اس نے مجھے ایذا پہنچائی اور جس نے مجھے ایذا پہنچائی اس نے میرے اللہ کو ایذا پہنچائی اور جس نے اللہ کو ایذا دی قریب ہے کہ اللہ اُسے پکڑ لے گا۔

اللہ ربّ العزت کی پکڑ بڑی سخت ہے اِنَّ بَطۡشَ رَبِّکَ لَشَدِیۡدٌ، پھر وہ جلدی پکڑ لیتے ہیں قیامت سے پہلے پہلے قبر میں اور قبر سے بھی پہلے دنیا ہی میں پکڑ لیتے ہیں۔ ان کی ایک پکڑ ملاحظہ ہو کہ:-

"مناظرۂ بغداد" کے شروع میں اس کے مترجم و محشی کی تصویر دی گئی ہے؎

"حجۃ الاسلام والمسلمین رئیس المفسرین آیت اللہ مجتہد العصر والزمان مدظلہ تعالیٰ" ہونے کے باوجود اور سفید داڑھی اور خلافِ معمول سفید پگڑی کے باوصف تصویر کو دیکھو تو گویا مرزا غلام احمد قادیانی قبر سے نکل کر نیا روپ دھار آئے ہیں اور چہرے پر "کلے نور" کی بارش ہو رہی ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی لعنت اور پھٹکار کی دنیا میں ایک جھلک ہے اور اس کا پورا مظاہرہ تو قبر میں ہوگا بلکہ عموماً زندگی ہی کے آخری لحات میں ان کے وجوہ و ادبار پر ملائکہ کی مار اور ضرب، یارانِ رسول کو ہدفِ مطاعن و مظالم بنانے کا مزہ ان کو چکھا دیتی ہے، جان قبض کرتے وقت فرشتے یَضۡرِبُوۡنَ وُجُوۡہَہُمۡ وَاَدۡبَارَہُمۡ (سورۂ محمد رکوع ۳) انکے چہروں اور پیٹھوں پر مارتے جاتے ہوں گے۔

سلہ رواہ الترمذی (مشکوٰۃ المصابیح "باب مناقب الصحابہ" ص۵۴)

؎ کتاب "مناظرۂ بغداد" کے سرورق پر "حضرت" مترجم و ناشر کے اپنے قلم سے اپنی شان میں یہ مدحت سرائی اور قصیدہ خوانی کی گئی ہے۔

محبت اور عداوت کی فطرت!

عشق و محبت کو لاکھ چھپاؤ ظاہر ہو کے رہتی ہے ؎

برستی ہے نگاہوں سے ٹپکتی ہے اداؤں سے
محبت کون کہتا ہے کہ پہچانی نہیں جاتی

یہ محبت کی فطرت ہے، اسی طرح عداوت کی بھی یہی فطرت ہے لاکھ پردوں میں اسے چھپاؤ نہیں چھپتی، چھپ سکتی ہی نہیں، بہر حال ظاہر ہو کے رہتی ہے۔۔۔۔۔
فرق ہے تو اتنا! کہ محبت کا راز آنکھیں فاش کرتی ہیں اور عداوت کا راز زبان! لاکھ رکھ رکھاؤ کرو، ہزار تکلف برتو، زبان و قلم کے ذریعے عداوت اور دشمنی پھوٹ کر دل سے باہر آجاتی ہے۔۔۔۔۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:۔

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ۔
(آلِ عمران رکوع ۱۲)

بالتحقیق بغض ان کے منہ سے ظاہر ہو پڑتا ہے اور جو کچھ ان کے دلوں میں پوشیدہ ہے وہ تو بہت زیادہ ہے۔

محبت و عداوت کا مظاہرہ

تو "مناظرہ بغداد" اعداء صحابہؓ کے حضرات صحابۂ کرام یارانِ رسولؐ سے دلی بغض و عداوت کا مظاہرہ ہے اور یہ مختصر سی "مدافعانہ دستاویز" حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ایک ناچیز و عاجز مسلمان کی قلبی محبت و شیفتگی اور اُلفت و وارفتگی کی ایک جھلک اور تڑپ! رب العزت اس خدمت کو قبول فرما اور ہر مسلمان کا خاتمہ اپنی توحید اور اپنے حبیب کریم اور اپنے حبیب کریمؐ کے اصحابِ کرام کی محبت پر فرما۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین ۔
والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبک ونبیک سیدنا ومولانا محمدٍ وّآلہ واصحابہ اجمعین ۔

امیدوارِ رحمت و مغفرت

نور الحسن بخاری ۱۵ رمضان المبارک [illegible]
قدیر آباد ۔ ملتان شہر

حضراتِ صحابۂ کرامؓ کا مقام

عدم آباد سے اس عالمِ ایجاد کی خاطر
نبوت ساتھ جس کو لائی ہے وہ ارمغاں تم ہو!

چونکہ اس ڈرامہ "مناظرہ بغداد" کا موضوع صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف ہے۔ ان جہلاء نے "تاریخ" کی آڑ میں یارانِ نبیؐ کی ذواتِ مقدسہ کو ہدفِ سب وشتم اور نشانۂ طعن وتشنیع بنایا ہے، لہٰذا ہم سب سے پہلے مختصر طور پر صحابۂ کرامؓ کا مقام بتلا دینا چاہتے ہیں۔

رسولِ کریمؐ کا احسانِ عظیم

اپنے محبوب ومعصوم رسولؐ کو مبعوث فرما کر جہاں اللہ رب العزت نے اہلِ ایمان پر بے پایاں احسان فرمایا ہے، قولہ تعالیٰ،

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ ... الخ
(سورۂ آل عمران رکوع ۱۷)

درحقیقت اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان کیا جبکہ ان میں ان ہی کی جنس سے ایک پیغمبر بھیجا۔

وہاں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرامؓ کی جماعتِ مقدسہ کی تعلیم وتربیت اور تزکیہ وتصفیہ فرما کر اسے مقامِ نبوت پر کھڑا کر دیا اور قیامت تک اُمتِ مسلمہ پر احسانِ عظیم فرمایا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

ممدوحینِ خدا اور رسولؐ

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ شان سے و جلالتِ قدر کے کیا کہنے! کہ انسان آپؐ کی مدح و ستائش سے عہدہ برا ہونے سے قاصر ہے، غالب ایسا قادر الکلام شاعر کہتا ہے ؎

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد است

اللہ ربّ العزت نے اپنے کلام قدیم قرآنِ کریم میں اپنے حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خود تعریف و توصیف بیان فرمائی ہے۔ پھر یہ بھی درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و منقبت ہے کہ ذاتِ پاک واجب الوجود نے اپنے کلامِ پاک میں اپنے حبیبؐ کے ساتھ اپنے حبیبؐ کے صحابہ کرامؓ کی بھی شان بیان فرمائی ہے۔ بلکہ صرف قرآن میں نہیں، پہلی کتبِ سماویہ تورات و انجیل میں بھی حضرات یارانِ رسولؐ کی عظمتِ شان و رفعتِ ذکر کا تذکرہ فرمایا ہے۔ قولہ تعالیٰ:۔
ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۔ (سورہ الفتح ع۴)

تو کیا شان ہے ان قدوسیوں کی! جن کی ثناء و ستائش اللہ ربّ العزت کی کتابوں میں موجود ہو ع

ثنا خواں جس کا قرآں ہو، ثنا ہو جس کی قرآں میں

انکارِ قرآن

پھر اس کثرت سے قرآن کریم میں حضرات اصحابِ رسولؐ ...... مہاجرین و انصار...... کے محامد و محاسن اور فضائل و کمالات کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ دشمنانِ صحابہؓ کی حدِ تحمل و برداشت سے باہر ہو گیا اور بعض صحابہؓ کے ماروں نے کتاب اللہ.... قرآنِ کریم..... کا انکار کر دیا۔

دشمنانِ صحابہؓ کا انکارِ قرآن اس بات کی دلیلِ قیم ہے کہ قرآنِ پاک صحابہ کرامؓ کے فضائل و مناقب اور محاسن و محامد سے بھرا ہوا ہے جسے اعدائے دین ایک آنکھ نہیں دیکھ سکتے۔

پھر حضرات اصحابِ رسولؐ کی عظمت و رفعت اور قدر و منزلت کا نقطۂ عروج و ارتقاء ملاحظہ ہو کہ جس حبیبِ خدا کی حمد و توصیف خود خدا کرے وہ محبوبِ خدا اپنے

وفا شعار و جاں نثار صحابہ کرامؓ کی تعریف و توصیف بیان کرے اور اس حد تک کہ شمار و حساب سے باہر! حدیث پاک کی کوئی کتاب ان کی صفت و ستائش سے خالی نہ ہو۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝

۱۲۔ اُمّتِ رسولؐ اتباعِ صحابہؓ پر مامور ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولِ خاتم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم فرما کر قیامت تک انسانیت کی ہدایت و قیادت کا تاج صحابہ کرامؓ کے مبارک و مقدس سروں پر رکھ دیا ہے اور ان کی اتباعِ باحسان کو نبی کریمؐ کی اتباع کی سطح پر رکھ کر اپنی رضاء اور دخولِ جنّت کا ذریعہ قرار دیا ہے، ارشاد فرمایا:۔

وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝
(سورہ توبہ رکوع ۱۳)

اور جو مہاجرین و انصار (ایمان لانے میں سب سے) سابق اور اوّل ہیں، اور (بقیہ اُمت میں سے) جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں، اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اللہ سے راضی ہوئے، اور اللہ نے ان کے لیے بہشتیں تیار کی ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے۔

سبحان اللہ! اللہ ربّ العزت تو حضرات صحابہؓ (مہاجرین و انصار) کو مقامِ نبوت پر کھڑا کریں اور ان کی مخلصانہ اتباع پر اپنی رضاء اور دخولِ جنّت کی بشارت دیں مگر ایک اعدائے صحابہؓ اور دشمنانِ دین ہیں کہ انہیں ان قائم مقامانِ نبوت کی توہین و تنقیص بلکہ تفسیق و تکفیر کے بغیر جینا دوبھر ہو۔

۱۳۔ صحابہ کرامؓ کی تنقیص سے کتاب و سُنّت کا ابطال لازم آتا ہے

تنقیص صحابہؓ سے کتاب و سُنّت کا ابطال لازم آتا ہے اور دین کی بنیادیں برقرار نہیں رہتیں۔

حضرت امام ابوزرعہ رحمہ اللہ کیا خوب فرماتے ہیں :-

اِذَا رَاَیْتَ الرَّجُلَ یَنْتَقِصُ اَحَدًا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاعْلَمْ اَنَّہٗ زِنْدِیْقٌ، لِاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	جب تو کسی شخص کو دیکھے کہ وہ صحابہ کرامؓ میں سے کسی کی تنقیص کر رہا ہے تو جان لے کہ وہ زندیق ہے ....

کیونکہ ہمارے نزدیک رسولؐ بھی حق ہے اور قرآن بھی حق، اور اُمت تک قرآن اور سنتِ رسولؐ، اصحابِؓ رسولؐ ہی کے ذریعہ پہنچی ہے، اور یہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے ان قرآن اور رسولؐ کے گواہوں کو مجروح کر کے کتاب و سنت کو باطل کر دیں، لہٰذا یہ خود جرح کے زیادہ لائق ہیں وَھُمْ زَنَادِقَۃٌ اور یہ زندیق ہیں [۲]

جب کسی صحابیؓ کی صرف تنقیص کرنے والا زندیق ہے تو صحابہ کرامؓ کی تفسیق و تکفیر اور ان کو سبّ و شتم کرنے والے کے کفر میں کیا شک و شبہ ہو سکتا ہے۔

۵: صحابہ کرامؓ پر سبّ کرنے والا ملعون ہے

صحابیِٔ رسولؐ کو سب کرنے والے پر خود رسولِ کریمؐ نے لعنت کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ بروایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ارشاد فرمایا:-

(۱) اِذَا رَاَیْتُمُ الَّذِیْنَ یَسُبُّوْنَ اَصْحَابِیْ فَقُوْلُوْا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی شَرِّکُمْ۔ (رواہ الترمذی)[۳]	جب تم اُن لوگوں کو دیکھو جو میرے اصحاب کو سب (دشنام) کرتے ہوں تو تم ان سے کہو، تمہارے شر (کی بنا) پر تم پر اللہ کی لعنت!

---

[۱] حضرت ابوزرعہ رحمہ اللہ عبیداللہ بن عبدالکریم الرازی ایک امام اجل تھے، امام احمدؒ فرماتے ہیں ابوزرعہ سے زیادہ حافظ کوئی نہیں اور امام ابوحاتمؒ نے کہا ابوزرعہ کے بعد اس کا مثل پیدا نہیں ہوا، ۲۶۴ھ میں وفات پائی۔ (مقدمہ العواصم من القواصم ص۳۱) [۲] الکفایہ لامام الحافظ المحدث ابوبکر بن الخطیب البغدادی۔ (۴۶۳ھ ص۴۹) [العواصم من القواصم ص۳۱]
[۳] "مشکوٰۃ المصابیح" باب مناقبِ صحابہؓ۔

(۲) خدیث امام شافعی رحمہ اللہ میں بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ ارشاد فرمایا:۔
اللہ تعالےٰ نے مجھے چُن لیا اور میرے اصحابؓ کو چُن لیا۔ بعض کو میرا قرابتدار اور بعض کو میرا مددگار بنایا، آخر زمانہ میں ایک (ناہنجار) قوم آئے گی جو میرے صحابہؓ کی تنقیص کرے گی خبردار! تم ان سے نہ رشتہ لینا نہ انہیں رشتہ دینا۔ خبردار! ان کے ساتھ نماز نہ پڑھنا، خبردار! ان کا جنازہ نہ پڑھنا، عَلَيْهِمْ حَلَّتِ اللَّعْنَةُ ۱ے
(ترجمہ) ان پر لعنت حلال ہوگئی۔

(۳) مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۲ے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میرے اصحابؓ پر سبّ کیا تو اس پر خدا اور فرشتوں اور انسانوں سب کی لعنت!

تاریخ کی آڑ میں صحابہ کرامؓ پر مشق ستم

دشمنانِ دین کا سب سے بڑا حربہ "تاریخ" ہے۔ تاریخ کی آڑ میں اعدائے صحابہؓ عموماً صحابہ کرامؓ پر حملے کرتے رہتے ہیں، چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ اس "ڈرامہ" میں بھی تاریخ، تاریخی کتب اور تاریخی روایات کی بناء پر یارانِ رسولؐ رضی اللہ عنہم کے خلاف شرمناک افتراء پردازیاں کی گئی ہیں۔

جہاں دوسری اقوام عالم نے اپنے اسلاف و اکابر کی جائز و ناجائز مدح و منقبت میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے ہیں، وہاں ایک یہ امت ہے کہ اس نے اپنے اسلاف و اکابر خصوصاً اسلاف الاوّل و اکابر الاسبق ——

۱ے مقدمہ "العواصم من القواصم" بحوالہ "الکفایہ" از خطیب بغدادیؒ

۲ے "رواہ الطبرانی" (شرح لشرح العقائد نبراس، ص۵۴۸)

حضرات صحابۂ کرامؓ ـــــ کی عظمتِ شان وجلالتِ قدر کو مٹانے اور بھلانے کی ہر ممکن سعی و کوشش کی ہے نہ صرف یہ بلکہ ان کے محاسن کو معائب اور فضائل کو رذائل سے بدل دینے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔

تعجب ہے!

مصر کے ایک روشن ضمیر و روشن دماغ فاضل اہلِ قلم علامہ محب الدین الخطیب رقمطراز ہیں:۔

وَالْعَجَبُ لِأُمَّةٍ تسئ إِلٰى أَبْطَالِهَا وَتَشُوْهُ جَمَالَ تَارِيْخِهَا وَتَهْدِمُ أَمْجَادَهَا۔ ؎۱

اس اُمت پر تعجب ہے کہ یہ اپنے خاص اور نمایاں ترین اکابر (HEROS) کی برائی کرتی ہے اور اپنی تاریخ کے حسن و جمال کو قبیح و بدشکل بناتی ہے اور اپنی بزرگیوں کو مٹاتی ہے۔

خوابِ خرگوش

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں اور کیا خوب لکھتے ہیں:۔

"ہمارے اسلاف کی عظمت! سو شیطان نے ایسے بدباطن لوگ متمرد و مسلّط کر دیئے جنہوں نے خوب جھوٹا پروپاگنڈہ کیا حتیٰ کہ اکثر مسلمانوں نے بھی ان کے جھوٹ کو سچ سمجھ لیا:۔

فَأَمْسَيْنَا كَالْأُمَّةِ الَّتِيْ لَا مَجْدَ لَهَا وَهِيَ نَائِمَةٌ عَلٰى تُرَاثٍ مِنَ الْمَجْدِ لَا تَحْلُمُ الْإِنْسَانِيَّةُ بِمِثْلِهٖ، ؎۲

اور ہم ایک ایسی امت ہو کر رہ گئے جسے مجد و شرف سے کوئی حصہ نہیں ملا جب مجد و شرف بٹ رہا تھا تو یہ امت خوابِ خرگوش کے مزے لے رہی تھی، حق یہ ہے کہ انسانیت ایسی گہری نیند کبھی نہیں سوئی۔"

ہماری تاریخ اور اس کی حقیقت

حضرت مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:۔

(۱) بنی عباس کی حکومت قائم ہوئی، یہ سب بنی اُمیہ کے نہایت سخت دشمن تھے ...... اسی زمانہ میں تاریخ نویسی کا آغاز ہوا اس لیے ایسی بہت سی غلط روایتیں جو عرصہ سے زبانوں پر چڑھی چلی آرہی تھیں، تاریخوں میں داخل ہو گئیں کیونکہ ایسے

؎۱ "العواصم من القواصم" حاشیہ ص۹۹ ؎۲ ایضاً حاشیہ ص۸۵

ابتدائی دور میں جبکہ تاریخ نویسی کا آغاز ہوا تھا، روایات کی آئی تحقیق و تنقید جس سے افسانہ و حقائق میں پورا پورا امتیاز ہو سکے مشکل تھی، بہت سے غلط واقعات تاریخ کا جزو بن گئے حتیٰ کہ محدث ابن جریر اپنی محدثانہ تنقید کے باوجود اپنی کتاب کو غلط روایات سے محفوظ نہ رکھ سکا، اور آغاز تاریخ اسلام میں جو واقعات پولیٹیکل مقاصد کے لیے تراشے گئے تھے، اس میں داخل ہو گئے[1]

(۲) اب ذرا تاریخ کے متعلق علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ کا ارشاد سُن لیجئے!

تاریخی سلسلہ میں سب سے جامع اور مفصل کتاب امام طبری کی "تاریخ کبیر" ہے۔ تمام مُستند اور مفصل تاریخیں مثلاً تاریخ کامل ابن الاثیر، ابن خلدون، ابوالفدا، وغیرہ انہی کی کتاب سے ماخوذ اور اسی کتاب کے مختصرات ہیں[2]

(۳) ایک اور موقع پر یہی مؤرخ اسلام علامہ شبلی نعمانیؒ لکھتے ہیں:-

ابن سعد اور طبری میں کسی کو کلام نہیں، لیکن افسوس ہے کہ ان لوگوں کا مستند ہونا ان کی تصنیفات کے مستند ہونے پر چنداں اثر نہیں ڈالتا، یہ لوگ خود شریکِ واقعہ نہیں اس لیے جو کچھ بیان کرتے ہیں اور راویوں کے ذریعہ سے بیان کرتے ہیں، لیکن ان کے بہت سے رواۃ ضعیف الروایۃ اور غیر مستند ہیں[3]

(۴) خرافات واکاذیب

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:-

یہ کیسی بدبختی کی بات ہے کہ آج مسلمانوں میں جن چیزوں کی سب سے زیادہ شہرت ہے اور عوام و خواص میں جو بیانات سب سے زیادہ مقبول ہیں، وہی سب سے زیادہ غیر معتبر اور ناقابلِ تسلیم بھی ہیں، یہ حال ہر علم و فن کا ہے۔ تاریخ میں وہی کتابیں اور انہی کتابوں کی حکایات مشہور و مقبول ہیں جن کے بعد ہمارے یہاں خرافات و اکاذیب کا کوئی درجہ نہیں، سِیَر و مغازی میں انہی کتابوں کو قبولِ عام حاصل ہے جن کے مصنف محدثین کی جگہ قصاص و واعظین تھے[4]

---

[1] "سیر صحابہ" جلد ششم صفحہ ۹۳/۹۴ [2] "سیرۃ النبی" حصہ اوّل صفحہ ۲۴ [3] ایضاً صفحہ ۲۵

[4] "مضامین مولانا ابوالکلام آزاد" صفحہ ۳۴

کیا تاریخ صحابہ کرامؓ کو مجروح کر سکتی ہے؟

سوال یہ ہے کہ کیا یہی تاریخ حضرات صحابہ کرامؓ کو مجروح کر سکتی ہے؟ کیا انہی خرافات و اکاذیب کو یارانِ رسولؐ پر طعن و اعتراض کا حق دیا جا سکتا ہے؟ وہ یارانِ رسولؐ جن کی مدح و منقبت میں اللہ کا قرآن اور اللہ کا محبوب رسولؐ رطب اللسان ہے، نہیں! ہرگز نہیں!! تاریخ کو یہ حق ہرگز ہرگز نہیں دیا جا سکتا۔

۱: امام ابن العربیؒ کا ارشاد

امام ابوبکر بن العربی[1] رحمہ اللہ لکھتے ہیں:۔

"تم میری وصیت یاد رکھو اور سوائے صحیح احادیث و روایات کے کسی بات کی طرف التفات نہ کرو، وَاجْتَنِبُوْا اَهْلَ التَّوَارِيْخ اور خاص کر مؤرخین سے بچو، یہ بے اصل روایات نقل کرتے ہیں، یہ سلف صالحین کی تحقیر اور دین کی توہین کرتے ہیں، حالانکہ اسلاف کرام رضی اللہ عنہم ہم سے زیادہ معزز و محترم ہیں، جس نے بھی صحابہ کرامؓ کے حالات و کردار پر نگاہ کی ہے اس پر ان توہین آمیز الزامات کا بطلان واضح ہو جاتا ہے، التی یختلقها اھل التواریخ، جنہیں مؤرخین نے گھڑ لیا ہے[2]"

۲: شیخ الاسلام کا ارشاد

امام ابن العربی رحمہ اللہ کے بعد اب شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ [م ۷۲۸ھ] (جن کی جلالتِ قدر و عظمتِ شان محتاجِ بیان نہیں) کا ارشاد ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:۔

(۱) اَلْمُؤَرِّخُوْنَ الَّذِيْنَ يُكْثِرُ الْكَذِبَ	مؤرخین اکثر اپنی روایات میں جھوٹ بیان

---

[1] قاضی ابوبکر ابن العربی المولود ۴۶۸ھ المتوفی ۵۴۳ھ عظیم الشان اور رفیع القدر امام ہیں، آپ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ کے تلمیذ اور قاضی عیاض رحمہ اللہ "صاحب الشفاء" کے استاذ ہیں، آپ عظیم مصنف ہیں، کل مصنفات کی تعداد ۳۵ ہے جن میں "العواصم من القواصم" بڑی عجیب اللہ مشہد کتاب ہے۔

[2] "العواصم من القواصم" ص ۲۴۸

فِيمَا يَرْوُونَهُ .... [1]

کرتے ہیں، اور شاذ و نادر ان کی نقل و روایت کمی بیشی سے محفوظ ہو گی۔

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:-

(۲) وَإِنَّمَا هُوَ مِنْ جِنْسِ نَقَلَةِ التَّوَارِيخِ الَّتِي لَا يَعْتَمِدُ عَلَيْهَا أُولُو الْأَبْصَارِ، [2]

اور یہ تاریخی منقولات کی قسم سے ہے جن پر دانا بینا لوگ اعتماد نہیں کرتے۔

(۳) اب ذرا صحابۂ کرام رض سے متعلق اس قسم کی روایات کے متعلق سنیئے، شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:-

"صحابۂ کرامؓ کے محاسن و فضائل جو کتاب و سنت اور تواتر سے معلوم ہیں، ایسی نقول و روایات سے ان (محاسن و فضائل) کا رد جائز نہیں، جن میں سے بعض منقطع ہیں، بعض محرّف ہیں، اور بعض ایسی ہیں جن سے معلومات قطعیہ پر جرح و قدح نہیں ہو سکتی، بلا شبہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔

قَدْ تَيَقَّنَّا مَا دَلَّ عَلَيْهِ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ وَإِجْمَاعُ السَّلَفِ قبلنا وَمَا يصدق ذٰلِكَ مِنَ الْمَنْقُولَاتِ الْمُتَوَاتِرَةِ عَنْ أَدِلَّةِ الْعَقْلِ مِنْ أَنَّ الصَّحَابَةَ رضی اللہ عنہم أَفْضَلُ الْخَلْقِ بَعْدَ الْأَنْبِيَاءِ فَلَا يقدح فِي هٰذَا أُمُورٌ مُشْكُوكٌ فِيهَا فَكَيْفَ إِذَا أُعْلِمَ بُطْلَانُهَا؛ [3]

بیشک ہم ایمان لائے ہیں اس پر جو کتاب و سنّت اور اجماع سلف سے ثابت ہے اور ان منقولاتِ متواترہ کی دلائلِ عقلیہ سے بھی تصدیق ہوتی ہے وہ یہ کہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب مخلوق سے افضل ہیں، لہٰذا ان کے حق میں مشکوک باتوں سے جرح قدح نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ باطل روایات۔

---

[1] "منہاج السنۃ" مطبوعہ مطبعۃ الکبریٰ الامیریہ مصر جلد ۳ صـ ۱۹۶

[2] ایضاً صـ ۲/۲۲ [3] ایضاً صـ ۲۰۹

ایک زرّین اصول

حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے ایک زرّین اصول بیان فرمایا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمتِ شان وجلالتِ قدر کتاب وسنّت، اجماعِ اُمّت، منقولاتِ متواترہ اور دلائل وبراہین قاطعہ سے ثابت ومعلوم ہے لہٰذا یہ علمِ قطعی، مشکوک وباطل اور بے سند وبے سروپا تاریخی روایات وخرافات سے قطعاً مجروح نہیں ہوسکتا۔

جب کتاب وسنّت کی قطعی اور متواتر نصوص سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت وصداقت اور عظمت وجلالتِ قدر ثابت ہوگئی اور ان کے افضل الخلق بعد الانبیاء ہونے پر اجماعِ اُمّت منعقد ہوگیا، تو اب اگر ساری دنیا کے جاہل مورخ ومصنّف، شاعر وادیب اور ذاکر وقصاص مل کر بھی ان قدسیوں کے خلاف کوئی افتراء کریں تو اس کا اثر پرِ کاہ کے برابر بھی نہیں ہوگا، ان کا تھوکا ان کے منہ پر آئے گا۔ اور حضرات صحابۂ کرام کی عظمت وجلالت کا قمرِ منیر قطعاً غبار آلود اور بے نور نہ ہوگا۔ رضی اللہ عنہم

۲: امام ابنِ کثیرؒ کا ارشاد

عظیم محقق، جلیل مفسر ومورخِ اسلام امام ابن کثیر رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۴ھ) ایک موقع پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف ایک بہتان وافتراء کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

فَكَذِبٌ وَبُهْتٌ وَافْتِرَاءٌ عَظِيمٌ يَلْزَمُ مِنْهُ خَطَأٌ كَبِيرًا، مِنْ تَخْوِينِ الصَّحَابَةِ......

یہ صریح جھوٹ اور افتراءِ عظیم ہے کیونکہ اس سے ایک بہت بڑی خطا ــــــ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی خیانت ــــــ لازم آتی ہے اور خدا اور رسول اور دینِ اسلام کی حقانیت پر ہر ایمان لانے والا جانتا ہے کہ یہ افتراء باطل ہے:۔

لِأَنَّ الصَّحَابَةَ كَانُوا خَيْرَ الْخَلْقِ بَعْدَ الْأَنْبِيَاءِ وَهُمْ خَيْرُ قُرُونِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ الَّتِي هِيَ أَشْرَفُ الْأُمَمِ بِنَصِّ الْقُرْآنِ وَإِجْمَاعِ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔

(البدایہ والنہایہ، جزء ۷ ص ۲۲۲)

کیونکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حضرات انبیاء علیہم السلام کے بعد ساری مخلوقِ خدا سے افضل ہیں اور وہ اس اُمّت کے خیر القرون ہیں جو نصِ قرآنی اور سلف وخلف کے اجماع سے دنیا وآخرت میں تمام اُمتوں سے اشرف ہے۔ الحمد للہ

جس نقل سے یارانِ رسول رضی اللہ عنہم کی توہین وتنقیص اور تحقیر و مذمت ہوگی وہ مردود ہوگی اور اسے ایمان وعرفان کی پوری قوت سے رد کر دیا جائے گا اور اس بات کا قطعاً کوئی خیال اور ذرہ بھر لحاظ نہیں کیا جائے گا کہ وہ خبر و نقل ابن جریر کی تاریخ طبری میں ہے یا ابن سعد کی طبقات میں، ابن عبدالبر کی استیعاب میں ہے یا ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ میں، رحمہم اللہ، دیکھئے خود امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں :-

وما يذكره كثير من المورخين كابن جرير وغيره عن رجال لا يعرفون من الاخبار المخرفة لما ثبت في الصحاح فهي مردودة على قائليها وناقليها.
والله اعلم [1]

اور بہت سے مورخین مثلاً ابن جریر (طبری) وغیرہ نے مجہول راویوں سے ایسی روایات ذکر کی ہیں جو صحاح سے ثابت شدہ حقائق کے مخالف ہیں یہ سب اپنے کہنے والوں اور نقل کرنے والوں کے منہ پر مار دی جائیں گی۔

خود تاریخ کے ایک امام کبیر وجلیل نے یہ حقیقت رقم فرما دی کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خلاف تاریخوں میں مجہول راویوں کی خرافات کو ان کے قائلین وناقلین کے منہ پر مار دیا جائے گا یا چولہے میں جھونک دیا جائے گا ؂

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو (اقبالؒ)

صحیح حدیث بھی صحابۂ کرامؓ کو مجروح نہیں کر سکتی

شیخ العرب والعجم مخدومی واستاذی

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً نے کیا خوب آخری بات فرمادی کہ فرض کرو اگر کسی صحیح روایت میں یارانِ رسولؐ کی شان کے خلاف کوئی بات موجود ہے تو چونکہ ان کی شان قرآن وحدیث کی قطعی ومتواتر نصوص اور دلائل عقلیہ نقلیہ سے ثابت ہے، لہٰذا وہ حدیث صحیح، نصوصِ قطعیہ متواترہ سے متعارض ومتصادم ہونے کی وجہ سے مردود و مأول ہوگی۔

---

[1] "البدایہ والنہایہ" جزء ۸ ص ۱۲۷

۵۔ علامہ نووی رحمہ اللہ صرف حضرت شیخ الاسلام ہی نہیں بلکہ متقدمین حضرات محدثین رحمہم اللہ نے بھی یہی فرمایا ہے۔
شارح صحیح مسلم شیخ الاسلام علامہ محی الدین نووی رح (مولود ۶۳۱ھ متوفی ۶۷۶ھ) رقمطراز ہیں :۔

قَالَ الْعُلَمَاءُ الْاَحَادِيْثُ الْوَارِدَةُ الَّتِيْ فِيْ ظَاهِرِهَا دَخَلُ عَلٰى صَحَابِيٍّ يَجِبُ تَاوِيْلُهَا قَالُوْا وَلَا يَقَعُ فِيْ رِوَايَاتِ الثِّقَاتِ اِلَّا مَا يُمْكِنُ تَاوِيْلُهُ [1]

علماء (اسلام) کا قول ہے کہ جن احادیث میں بظاہر کسی صحابی پر حرف آتا ہو ان کی تاویل واجب ہے اور علماء کہتے ہیں کہ صحیح روایات میں کوئی بات ایسی موجود نہیں جس کی تاویل نہ ہوسکے۔

یعنی اگر روایت صحیح ہوگی تو اس کی تاویل ممکن ہوگی اور اگر روایت کی تاویل ممکن نہ ہو تو روایت صحیح نہ ہوگی، اسے رد کردیا جائے گا۔

ایک مثال یہ صرف "نظریہ" نہیں، بلکہ واقعہ ہے، ایک مثال ملاحظہ ہو:۔ حضرت عباس رض نے امیرالمومنین حضرت عمر رض سے حضرت علی رض کے متعلق فرمایا :۔

اِقْضِ بَيْنِيْ وَبَيْنَ هٰذَا الْكَاذِبِ الْآثِمِ الْغَادِرِ الْخَائِنِ۔

میرے اور اس جھوٹے مجرم دھوکے باز، خائن کے درمیان فیصلہ کر دیجئے۔

یہ روایت صحیح مسلم کی ہے، علامہ نووی رحمہ اللہ اس کی تشریح میں لکھتے ہیں :۔

قاضی عیاض رح نے کہا (مشہور محدث) مازری رح کا قول ہے کہ یہ الفاظ کہنا حضرت عباس رض کے شایان شان نہیں، اور حضرت علی رض اس سے بہت بلند ہیں، گو ہم صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہم حضرات انبیاء علیہم السلام کی عصمت کے قائل ہیں۔

لکنا مأمورون بحسن الظن بالصحابۃ رضی اللہ عنہم اجمعین

لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ حسن ظن رکھنے اور ان سے اوصاف رذیلہ

---

[1] نووی، شرح صحیح مسلم کتاب الفضائل، باب فضائل علی رض

ونفی کل رذیلۃ عنہم ..... | کی نفی کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔

لہٰذا جب اس حدیث کی تاویل کے سارے راستے بند ہو جائیں گے تو ہم اس کے راویوں کو جھوٹا قرار دیں گے ——— نیز فرمایا کہ اسی وجہ سے بعض محدثین نے اپنے نسخہ سے یہ الفاظ نکال دیئے ہیں [۱]

سُبحان اللہ! کیا عجیب بات کہی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مجروح کرنے کی بجائے حدیث کے راویوں کو جھوٹا کہہ دیں گے یعنی حدیث ہی ختم!

دُوسری مثال | اب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک حدیث ملاحظہ ہو:۔

اِذَا رَاَیْتُمْ مُعَاوِیَۃَ عَلٰی مِنْبَرِیْ فَاقْتُلُوْہ، یعنی ارشادِ رسولؐ ہے کہ جب تم میرے منبر پر معاویہؓ کو دیکھو تو اُسے قتل کر دو۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اسے ابن عدی نے ..... اور مجالد نے ..... اور خطیب بغدادی نے ابو سعید، عبداللہ بن مسعود اور جابر (رضی اللہ عنہم) سے مرفوعاً اور عمرو بن عبید نے حسن بصریؒ سے مرسل روایت کیا ہے [۲] ..... لیکن باوجود اس کثرت طرق کے امام جلیل، محدثِ کبیر اور مورخ شہیر حضرت ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:۔

وَھٰذَا الْحَدِیْثُ کِذْبٌ بِلَاشَکٍّ [۳] یعنی یہ حدیث بلاشک و شبہ جھوٹ ہے۔

غور فرمایئے! حدیث قریباً نصف درجن سندوں سے مروی ہے، مرفوع بھی اور مرسل بھی، مگر چونکہ صحابیٔ رسول حضرت معاویہؓ کے خلاف ہے، لہٰذا بلاشک و شبہ مردود ہے، کذب و دجل ہے۔

لمحۂ فکریہ | اسلاف و اخلاف میں کتنا بُعد ہے، بُعد المشرقین! اسلف صالحین، اجلہ محدثین کا ادب و احترام اصحابِ رسولؐ ایمان افروز ہے کہ حدیث مستفاض کو ادنیٰ تامل و تردد کے بغیر کذب بلاشک کہہ کر رد کر دیتے ہیں اور

---

[۱] نووی، شرح صحیح مسلم، جلد ثانی، کتاب الجہاد و السیر، باب حکم الفیٔ۔
[۲] البدایہ والنہایہ، جلد ۸ ص ۱۳۳ [۳] ایضاً

صحیح مسلم تک کی حدیث کو اپنے نسخوں سے نکال دیتے ہیں، امام مسلم رحمہ اللہ کے شیوخ واساتذہ کو کاذب کہہ سکتے ہیں مگر حضرات یارانِ رسول علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما کو مجروح نہیں ہونے دیتے۔

اللہ اکبر! کیا شان ہے یارانِ نبیؐ، اصحابِ رسولؐ کی! کہ کوئی حدیث بھی ان کی شان کو مجروح نہیں کرسکتی، فرض کرو کہ حدیث کی کوئی روایت صحابۂ کرام رضی سے ٹکرائے گی اور اس کی کوئی تاویل نہ ہوسکے گی تو وہ خود پاش پاش ہوجائے گی، اسے رد کردیا جائے گا لیکن حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی عظمت وصداقت پر کوئی حرف نہیں آنے دیا جائے گا۔

مگر آہ! آج حال یہ ہے کہ بدکردار وسیہ کار، بد باطن وبدعقیدہ اور آوارہ و اوباش لوگ بے سروپا، بے سند، بے اصل اور بے نسب تاریخی ہفوات وخرافات کی آڑ لے کر ہر کوچہ وبازار میں یارانِ رسولؐ کی عزت و ناموس کو داغدار ومجروح کرتے پھرتے ہیں اور عامۃ المسلمین ہیں کہ ایسے لوگوں کی ہزلیات کو ان کے منہ پر مارنے کی بجائے ان پر کان دھرتے ہیں۔ حالانکہ حسبِ ارشاد سیدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اس قسم کی باتوں کے قائلین ومتکلمین لعنت کے مستحق ہیں۔

ایک قرآنی اصول

قرآنِ کریم سے ایک اصول معلوم ہوتا ہے کہ :۔ جو صحابۂ کرام رضی کو جس عنوان سے یاد کرے گا وہ خود اسی عنوان کا مستحق ہوگا اور اسے اسی عنوان سے خطاب کیا جائے گا۔ یارانِ رسولؐ کی شان میں جو بھی کلمہ کہے گا، وہی سنے گا۔...... اللہ رب العزت نے فرمایا تم بھی ایسا ایمان لے آؤ جیسا لوگ (صحابۂ کرام رضی) ایمان لے آئے ہیں۔ اٰمِنُوْا کَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ (البقرہ) منافقین کو ارشادِ باری تعالیٰ کی تعمیل کی توفیق تو نصیب نہ ہوئی، ان دل کے روگیوں نے جواب دیا :۔

اَنُؤْمِنُ کَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ (ترجمہ) کیا ہم ایمان لائیں جیسے بے وقوف ایمان لائے ہیں۔

ان بے ایمان منافقوں نے حضرات صحابۂ کرام رضی کی شانِ اقدس میں گستاخی کی اور انہیں سفہاء یعنی بیوقوف کہا۔ اللہ رب العزت نے فوراً ان کے جواب

میں فرمایا اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ السُّفَھَآءُ ، خبردار! درحقیقت یہی خود سفہاء ہیں۔
اس اصولِ قرآنی کے مطابق ہم بھی دشمنانِ صحابہؓ کو اسی عنوان سے خطاب کریں گے جس سے انہوں نے یارانِ رسولؐ کو خطاب کیا ہے، اس سلسلہ میں دنیا ہم سے کسی رعایت کی توقع نہ رکھے ہم غیرتِ ایمانی کے تقاضا سے مجبور ہیں اور قرآنی اصول کے پابند!
پھر حسبِ ارشاد البادی اظلم ظالم وہی ہیں جنہوں نے پہل کی ہے۔
ہم جواب دینے میں معذور ہیں ۔

سید نورالحسن بخاری قدیرآباد۔ ملتان شہر
۲۸ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ

(۳)

حضرت امام المرسلینؑ خاتم النبیینؑ

کی شانِ اقدس و اطہر میں ہزلیات وخرافات

ع کہاں تک بڑھ گئی اس دشمنِ ایماں کی بیباکی!

ہزل بمہ ۱ | دشمنِ ایمان کی بارگاہِ نبوت میں گستاخی و بیباکی ملاحظہ ہو کہ ملعون، مناظر نے اپنی تقریر میں کہا: کیا تمہاری کتابوں میں یہ روایت نہیں ہے کہ حضرت پیغمبرؐ نے فرمایا جب میرے پاس جبرئیل کی آمد میں تاخیر ہو جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ اب ابن خطاب پر نازل ہوا ہو گا، حالانکہ کافی آیات کی اس امر پر دلالت موجود ہے کہ آنحضرتؐ سے اپنی نبوت کا میثاق لیا گیا تھا۔ (مناظرۂ بغداد ص ۵۲)

جواب بمہ ۱ | کافرِ بے ایمان بلکہ دشمنِ دین وایمان کی شرارتِ نفس اور خباثتِ باطن کی حد ہو گئی کہ اتنی بڑی یاوہ گوئی و دیدہ دہنی اور پھر بارگاہِ حبیبِ رب العٰلمین میں! اگر حوالہ کوئی نہیں۔ حوالہ کے لیے یہی کافی ہے کہ تمہاری کتابوں میں ہے، ہم کہتے ہیں جس مذہب کی کتاب میں یہ ناپاک و غلیظ افتراء ہے اس مذہب پر بھی لعنت، اس کتاب پر بھی لعنت، اور جس نے یہ افتراء کیا ہے اُس مفتری پر تو ہزار بار لعنت! ہمارے نزدیک نہ یہ بات لسانِ پاک رسولِ خدا سے نکل سکتی ہے، نہ ہماری کسی کتاب میں ایسی غلط بات ہو سکتی ہے۔ یہ سب نجس دل و دماغ کا افتراء اور ناپاک قلم و زبان کا کرتوت ہو سکتا ہے، جس پر اللہ رب العزت کی کروڑوں لعنتیں!

جواب بمہ ۲ | بادشاہ کے دریافت کرنے پر سبائی وزیرِ اعظم نے جواب دیا کہ حدیث مذکور تو اہلسنت کی کتابوں میں موجود ہے۔ (مناظرہ ص ۵۲) مگر اہلسنت کی کسی کتاب

کا نام لینے کی جرأت اس کو بھی نہ ہو سکی۔ البتہ نیچے حاشیہ میں ملعون مترجم و ناشر نے حوالہ درج کیا ہے۔
شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید معتزلی) (مناظرہ بغداد حاشیہ صـ۵۲)

اندازہ فرمائیے! ملعون مناظر کہتا ہے تمہاری کتابوں میں یہ روایت ہے اور محشی ملعون نے لکھتا ہے شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید معتزلی، اس ملعون مترجم و محشی سے کون کہے کہ او مردود ازلی! جب تم خود اسے معتزلی لکھ رہے ہو، پھر وہ اہل سنت میں سے کیسے ہو گیا؟ حالانکہ وہ صرف معتزلی نہیں وہ ہے شیعی معتزلی! جس کا ثبوت یہ ہے کہ اس نے کئی جلدوں میں نہج البلاغہ کی شرح لکھی ہے۔

جواب ۳ پھر مناظر ملعون تو کہتا ہے تمہاری کتابوں میں، اور مترجم و محشی مردود لکھتا ہے شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید معتزلی) کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ یہ شرح نہج البلاغہ کب سے ہماری کتاب بن گئی؟ اور ابن ابی الحدید شیعی معتزلی کب سے اہلِ سنت بن گیا؟ اگر وہ اہل سنت ہوتا تو صحیح بخاری یا صحیح مسلم وغیرہ کی شرح لکھتا۔ یا نہج البلاغہ کی؟ جو درحقیقت "سید شریف مرتضی المتکلم الرافضی المعتزلی متوفی ۴۳۶ھ کی تالیف ہے" (میزان الاعتدال از علامہ شمس الدین ذہبی (م ۷۴۸ھ) جلد ۳ صـ۱۲۴)

جواب ۴ اہلِ انصاف غور فرمائیں کتاب نہج البلاغہ اُن کی، شرح نہج البلاغہ اُن کی، شارح ابن ابی الحدید اُن کا، پھر حوالہ کا نعرہ نہ جلد، اور بات وہ نقل کی جو سراپا ہزل و یاوہ گوئی، جو نبی کریمؐ کی ذات اقدس تو اس سے وراء الوراء ہے، کوئی صحیح الدماغ، صحیح العقیدہ عام انسان بھی لب پر نہیں لا سکتا۔ پھر اس بات کو اہلسنت کی طرف محض افتراءً اور کذباً منسوب کر کے ملعون مناظر بھرے مناظرے میں کہتا ہے کہ اہلسنت کے نزدیک نبی کریمؐ کو اپنی نبوت میں شک تھا۔ (مناظرہ بغداد صـ۵۰) لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ اَسْتَغْفِرُاللّٰهَ ثُمَّ اَسْتَغْفِرُاللّٰهَ، اِنْ هٰذَا اِلَّا بُهْتَانٌ مُبِيْنٌ۔ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ، ثُمَّ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔

جواب ۵ درحقیقت اس نوعیت کی ہرزہ سرائی ان کے ایک بہت بڑے سبائی نے کی تھی، اہلِ سنت نے اس پر ملامت کی تو سبائیہ نے اس کا انتقام لینے کے لیے خود امام الانبیاء و رئیس علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ پاک کو سب و ہزل کا ہدف بنا دیا، لَعَنَهُمُ اللّٰهُ!

اب وہ ہرزہ سرائی ملاحظہ ہو۔

محمد بن السائب الکلبی مشہور کذاب اور سبائی ہے۔ اور وہ خود [اپنی زبان سے اعلان کرتا تھا اَنَا سبائی میں سبائی ہوں۔

حضرت ابوعوانہ رحمہ اللہ سے باسند روایت ہے کہ میں نے کلبی سے سنا کہتا تھا کہ جبرئیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی املاء کرایا کرتا تھا۔

فَلَمَّا دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الخلاء جَعَلَ يُمْلِي عَلَى عَلِيٍّ] (میزان الاعتدال جلد ۳ ص۵۵۸ تذکرہ محمد بن السائب الکلبی)	جب کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں ہوتے تھے تو جبرئیل علیؑ علیؓ کو وحی لکھا دیتے تھے۔

بجائے اس کے کہ سبائیہ اپنے اس مشہور مفسر کی اس خرافات پر تین حرف بھیجتے، اسی نوعیت کا بہتان و افتراء خود ذات پاک الصادق والمصدوق پر کر دیا۔ اور لکھ دیا کہ اہل سنت کے نزدیک نبی کریمؐ کو اپنی نبوت میں شک تھا۔ کیا دین و دیانت اور امانت کی پوری تاریخ میں اس افک وافتراء اور اس بہتان و بکواس کی مثال کہیں ڈھونڈے سے مل سکے گی؟ ہرگز نہیں! ہرگز نہیں!!

ہزل و سب ۲ — ملعون "مناظر" نے ایک دوسرا سوال اٹھایا کہ اہل سنت کی کتابوں میں یہ بات بھی ہے کہ حضورؐ بنفس نفیس حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو کندھوں پر اٹھا کر طبلہ و سارنگی بجانے والوں کی محفل میں تماشا دکھانے کے لیے لے جایا کرتے تھے۔ (مناظرہ بغداد ص۵۳)

جواب ۱ — نبی کریم سید الاولین والآخرین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس واطہر پر اتنا بڑا رکیک اور ناپاک حملہ! اور ملعون حملہ آور نے کوئی حوالہ تک نہیں دیا —— بادشاہ کے کہنے پر وزیر نے بھی صرف اتنا کہہ دیا کہ ہاں کتابوں میں یہ بات ملتی ہے، مگر حوالہ کوئی نہ دیا۔ مترجم ملعون نے (مناظرہ ص۵۳) حاشیہ پر اتنا لکھا ہے کہ حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو حبشیوں کا ناچ و تماشا دکھانا بخاری شریف میں رسول اللہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ (مترجم)

جواب ۲ — ملعون مناظر اور چالاک مردود مترجم کے الفاظ کو بغور مطالعہ فرمایئے۔ ملعون مناظر کے حملہ کے الفاظ کہ "حضورؐ بنفس نفیس حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو کندھوں پر اٹھا کر طبلہ و سارنگی بجانے والوں کی محفل میں تماشا دکھانے کے لیے لے جایا کرتے تھے" کو چالاک

مردود مترجم صاف ہضم کر گیا اور ڈکار تک نہ لیا، اور صرف اتنا لکھا کہ "حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو حبشیوں کا ناچ و تماشا دکھانا" (ص ۵۳) چالاک مترجم کی اس چالاکی سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رض کو کندھوں پر اٹھا کر طبلہ و سارنگی بجانے والوں کی محفل میں تماشا دکھانے کے لیے لے جایا کرتے تھے، کے ناپاک الفاظ مترجم ملعون کے نزدیک بھی نری بکواس ہے اور سولہ آنے خبثِ باطن اور بغضِ قلبی کا مظاہرہ! — جب یہ حقیقت ہے تو اگر مترجم ملعون کے دل میں ذرہ بھر محبتِ رسول ہوتی تو اس کا تقاضا یہ تھا کہ کھل کر صاف لکھتا کہ یہ مناظر ملعون کے بغض و عداوتِ رسول کا مظاہرہ ہے جسے حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ مگر وہ جیتی مکھی نگل گیا اور ملعون مناظر کی ہزل و بکواس کا ذکر تک نہیں کیا۔ باقی رہی اس کی تردید! سو اس کی توفیق ان جیسوں کو کب نصیب ہوتی ؟

جواب ۳ ملعون مترجم نے صحیح بخاری کے متعدد حوالے دیئے ہیں، صحیح بخاری کے علاوہ صحیح مسلم میں بھی، اصل واقعہ خود حبیبۂ حبیبِ خدا مُبَرَّأۃ مِنَ السَّماء ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، آپ ان کی زبانِ پاک سے اصل واقعہ سنیئے، فرماتی ہیں :-

خدا کی قسم! بالتحقیق میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ میرے حجرے کے دروازہ پر کھڑے ہیں اور حبشی لوگ مسجد نبوی کے صحن میں چھوٹے نیزوں سے کھیل رہے ہیں:

يَلْعَبُوْنَ بِالْحِرَابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

يَسْتُرُنِيْ بِرِدَائِهٖ لِاَنْظُرَ اِلٰى لَعِبِهِمْ بَيْنَ اُذُنِهٖ وَعَاتِقِهٖ ..... (متفق علیہ)

اپنی چادر سے مجھے ڈھانک لیا تاکہ میں بھی (آپ کے پیچھے ہو کر) آپ کے کان مبارک اور کندھے مبارک کے درمیان سے ان کا کھیل دیکھ سکوں .... صحیح بخاری صحیح مسلم[1]

(۱) چھوٹے نیزوں، برچھوں، برچھیوں سے حبشیوں کا کھیل درحقیقت اعداء اللہ کے ساتھ جنگ کی تیاری کے حکم میں آتا تھا لہٰذا شارحینِ حدیث لکھتے ہیں فَصَارَ فِيْ حُكْمِ الْعِبَادَةِ (یہ کھیل عبادت کے حکم میں داخل ہو گیا۔ (لمعات شرح مشکوٰۃ)

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح "باب عشرۃ النساء"

(۲) پھر محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی فی سبیل اللہ حرب وقتال کی زندگی تھی ، آئے دن آپ کو جہاد میں شریک ہونا پڑتا تھا۔ اور آپؐ عموماً ہر غزوہ میں اپنے کسی حرم کو بھی ساتھ رکھتے تھے، اور اس سلسلہ میں زیادہ موقع حبیبۂ حبیبِ خدا ام المومنین حضرت صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کو ملتا تھا۔ شاید اسی لیے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے لیے جنگی مشقوں کے نظارہ کو موزوں ومناسب خیال فرمایا ہو۔

بہرحال یہ تو ہے حقیقت نفس الامری کہ :۔

(۱) مسجدِ نبوی کے صحن میں کچھ حبشی لوگ برچھیوں سے آپس میں کھیل رہے ہیں ،۔

(۲) اللہ کے محبوب ومعصوم رسولؐ حجرۂ عائشہؓ کے دروازے پر کھڑے ہیں۔

(۳) رسولِ کریمؐ نے اپنی محبوبہ کو اپنی چادر سے ڈھانک لیا تاکہ وہ بھی یہ (جنگی نوعیت کا) کھیل دیکھ لیں۔

(۴) آبروئے رسول حضرت ام المومنینؓ نے حضورؐ کی چادر مبارک میں مستور ہو کر اور

(۵) حضور نبی کریمؐ کی اوٹ میں کھڑے ہو کر حضورؐ کے کاندھے مبارک اور کان مبارک کے درمیان سے مسجدِ نبوی کے اندر حبشیوں کا حربی نوعیت کا برچھیوں کا وہ کھیل دیکھا۔

غور فرمائیے اس سارے واقعہ کو دیکھ جائیے، کتنا پاکیزہ اور بے لوث منظر ہے اور کتنا اعلیٰ وارفع مقصد!

مگر اب دیکھئے ملعون ونابکار دشمنِ رسولؐ نے اللہ کے محبوب ومعصوم رسولؐ اور آپؐ کی محبوبۂ محسنۂ امت، معلمۂ امت کی کیا تصویر بنائی ہے :۔

(۱) حضورؐ بنفسِ نفیس حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو

(۲) کندھوں پر اٹھا کر

(۳) طبلہ وسارنگی بجانے والوں کی محفل میں

(۴) تماشا دکھانے کے لیے لے جایا کرتے تھے۔ (مناظرۂ بغداد بالفاظہٖ ص۵۳)

میں کہتا ہوں کیا ملعون دشمنِ رسولؐ کے اپنا منہ کالا کرتے میں کوئی کسر رہ گئی تھی؟ جو ساتھ ہی یہ بھی لکھ کر پوری کر دی کہ :۔

(۵) "اہلسنت کی کتابوں میں یہ بات بھی ہے" (مناظرۂ بغداد ص۵۳)

ہمارا چیلنج! میں کہتا ہوں اہل سنت کی کتابوں میں اس بکواس کا سوال

ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ میں ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں کہ یہ چار نکاتی ملعونہ مکذوبہ بکواس دنیا کے کسی مذہب کے شریف انسان سے صادر و ثابت نہیں ہو سکتی ۔

میرا دعویٰ! میرا دعویٰ ہے کہ یہ صرف تمہارے قلب کا روگ اور دل کا کھوٹ ہے اور حضرات صحابہ کرام رضؓ سے بغض و عناد کی لعنت کا شاخسانہ! جو تمہارے قلم اور تمہاری زبان پر آگیا ہے۔ میں چیلنج کرتا ہوں کہ اگر تم جھوٹے، کذاب، ملعون اور منافق نہیں تو اہل سنت کی کسی معتبر کتاب سے اپنی یہ ہفوات ثابت کرو۔ تم چلّو بھر پانی میں ڈوب کر مر تو سکتے ہو مگر محبوبِ خدا رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں اس قسم کی ذلیل و کمینہ بات کسی اہلسنت سے قیامت تک ثابت نہیں کر سکتے۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ.........

جواب ۴ بے ایمان، دشمنانِ خدا و رسولؐ! اس رسولِ خدا کی ذاتِ پاک پر اپنی محبوب اہلبیتؓ کو معاذ اللہ ثم معاذ اللہ! کندھوں پر اٹھا کر طبلہ و سارنگی بجانے والوں کی محفل میں تماشا دکھانے کے لیے لے جایا کرتے تھے کا ذلیل اور کمینہ الزام لگاتے ہیں جس اللہ کے رسولِ معصوم کی شریعت ان طبلہ سارنگی وغیرہ آلاتِ لہو الحدیث کو توڑ پھوڑ دینے کا حکم دیتی ہے۔ اور پل بھر کے لیے مردوں کو بھی گانے بجانے والوں کے قریب تک پھٹکنے کی اجازت نہیں دیتی، بلکہ اس قسم کی مجالس و محافل کو شیطانی جال اور زنا کا داعیہ و پیغام قرار دیتی ہے۔

جواب ۵ شریعت محمدی میں طبلہ اور سارنگی، رقص و سرود کی مجالس اور ناچ گانے کی محافل حرام اور برہم زدنی ہیں۔ کوئی شریف اور باغیرت مسلمان ان کے قریب بھی نہیں جا سکتا۔ باقی ملعون مناظر اور مردود مترجم کی "شریعت" میں یہ محافل لازمہ حیات ہیں، میں ان سے پوچھتا ہوں کہ تم نے اپنی اہلیہ کو کتنی دفعہ کاندھوں پر اٹھا کر ان "روحانی" محافل میں لے جا کر یہ تماشا دکھایا ہے ؟

اور اگر بے غیرت سے بے غیرت انسان بھی ساری عمر میں ایک دفعہ بھی اپنی اہلیہ کو کندھے پر اٹھا کر ان محافل میں لے جا کر تماشا نہیں دکھا سکتا تو بے غیرتو! تمہیں اس ذلیل کام اور رذیل حرکت کے لیے دنیا میں ملے تو ذاتِ پاک غیرتِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم، جو ربّ العزت کے بعد اس کی ساری مخلوق میں اَغْیَرْ (سب سے زیادہ غیرت مند) ہیں۔ کہ تم نے تو

ایک دفعہ بھی اپنی اہلیہ کو کندھوں پر اٹھا کر ایسا تماشا نہیں دکھایا، اور العیاذ باللہ! وہ ذاتِ پاک رحمۃ للعالمین، امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم عموماً اپنی اہل بیتؓ کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر تماشا دکھانے کے لیے لے جایا کرتے تھے۔ (مناظرۂ بغداد ص۵۳)

گویا یہ واقعہ حیاتِ مقدسہ میں اتفاق سے کبھی ایک آدھ دفعہ نہیں ہوا بلکہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ یہ آپؐ کا روز کا معمول تھا۔ کہ تماشا دکھانے کے لیے لے جایا کرتے تھے۔ خاک بدہن گستاخ، ملعون کے منہ میں مٹی! کیا محبوبِ خدا کی اس قسم کی کبھی کوئی توہین کسی کھلے کافر و مشرک نے کی؟ جب کسی نے نہیں کی، اور نہ کوئی آدم زاد کر سکتا ہے تو پھر ہمیں بتلایا جائے کہ یہ ملعون مناظر و مترجم کیا بلا ہیں؟ ؎

نہ برق میں یہ کرشمہ، نہ شعلہ میں یہ ادا

کوئی بتائے کہ وہ شوخ و تند خو کیا ہے؟

جواب ۶ مناظر ملعون نے تو کفر و منافقت اور خبث و شرارت کی انتہا کر دی اور وہ غلیظ اور گندی بات کی جو نہ تو کسی دشمنِ رسولؐ نے آج تک کی نہ کوئی قیامت تک کرے گا۔ مردود مترجم نے ایک گونہ اس ملعون سے اپنی برأت کا اظہار کرتے ہوئے اس کی خرافات میں یوں لیپا پوتی کی ہے:۔

"حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو حبشیوں کا ناچ و تماشا دکھانا بخاری شریف میں رسول اللہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔" (مترجم) (حاشیہ ص۵۳ "مناظرۂ بغداد")

اپنے زعم میں تو مترجم نے مناظر ملعون کے رذیل و کمینہ الزام کو ہلکا بنانے کی کوشش کی ہے مگر یہ بھی نبی رحمت کی ذاتِ پاک پر کوئی کم الزام و بہتان نہیں۔ حبشیوں کا ناچ و تماشا دکھانا یہ بہتان و افترا ہے رسولِ معصومؐ پر! ورنہ حبشیوں کے کردار کو زیادہ سے زیادہ ایک جنگی کھیل کہا جا سکتا ہے۔ صحیح بخاری کی باب "حسن المعاشرت مع الاھل" والی روایت میں "کان الحبش یَلْعَبُوْنَ بِحِرَابِھِمْ" کے الفاظ ہیں اور باب "نظر المرأۃ الی الحبش ونحوھم" والی روایت میں یَلْعَبُوْنَ فِی الْمَسْجِدِ ہے۔ یعنی حبشی لوگ مسجد (نبوی) میں نیزوں برچھیوں سے کھیل رہے تھے۔ دونوں روایتوں میں نیز مشکوٰۃ المصابیح والی مندرجہ بالا روایت میں جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے نقل کی گئی ہے، ہیں یَلْعَبُوْنَ بِالْحِرَابِ کے لفظ ہیں اور لعب کے معنیٰ عربی لغات کی کوئی کتاب اٹھا کر دیکھ لو، کھیل کے ہیں۔

پھر جب لعب بالحراب ہو تو اب یہ کھیل بھی نہیں رہے گا۔ اب آپ اسے جنگی مشق کہہ سکتے ہیں، خصوصاً جبکہ لعب بالحراب ہو اور ہو بھی فی المسجد یعنی مسجد میں! تو اب تو اس کا معنی کھیل کوئی صاحبِ عقل و ایمان نہیں کرے گا، کیونکہ مسجد کھیل کا میدان نہیں، مسجد عبادت کی جگہ ہے۔ اب اس کا معنی حربی مشق ہوگی جو کفار کے مقابلہ کی نیت سے ہو تو جہاد یا مبادیٔ جہاد میں شمار ہو کر عبادت میں داخل ہوگی، جبھی تو اللہ کے محبوب و معصوم رسولؐ نے مسجد میں اس کی اجازت دی تھی۔ اگر یہ تماشا قسم کا کوئی کھیل ہوتا تو رسولِ معصوم کبھی مسجد کو تماشا گاہ بنانے کی اجازت نہ عطا فرماتے، صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس تشریح کی روشنی میں حبشیوں کی اس جنگی مشق کو ناچ سے تعبیر کرنا دل کا کھوٹ اور دماغ کا فساد ہے۔ اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ نبی کریمؐ مسجد کو نماز کا مقام اور ذکرِ الٰہی کے ظرف کی بجائے معاذ اللہ ناچ گھر بنا رہے تھے۔ العیاذ باللہ

تو گو ملعون مناظر کی طرح مترجم نے اپنا پورا منہ کالا تو نہیں کیا تاہم یہ لکھ کر کہ :—
حضرت عائشہ کو ناچ و تماشا دکھانا بخاری شریف میں رسول اللہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے (مناظرہ بغداد حاشیہ ص۵۳) حضور نبی کریم، رسولِ معصوم پر (صلی اللہ علیہ وسلم) کذب و بہتان افترا کیا ہے اور اس طرح جہنم کا ایندھن ضرور بنا ہے، بارشادِ نبیؐ مَنْ كَذِبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ، رواہ البخاری (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب العلم)

سبّ ۳ ملعون مناظر علوی نے کہا: "بیشک شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ لوگ (ثلاثہ) دل و جان سے مومن نہیں تھے البتہ ظاہراً زبانی طور پر وہ اسلامؑ کا اظہار کرتے تھے۔ اور حضرت رسالتمآب کا یہ دستور تھا کہ جو لوگ کلمۂ شہادتین زبان پر جاری کر لیا کرتے تھے، وہ ان کا اسلامؑ قبول کر لیتے تھے، خواہ کلمہ پڑھنے والے منافق ہی کیوں نہ ہوں۔ پس ایسے لوگوں کے ساتھ آپؐ مسلمانوں کا سا برتاؤ کرتے تھے۔ اسی بناء پر آپؐ نے ان سے رشتے بھی قبول کر لیے۔" (مناظرہ بغداد ص۵۷)

جواب ۱ جو فریب خوردہ لوگ کہا کرتے ہیں کہ شیعہ، حضرات اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو سبّ نہیں کرتے، انہیں مسلمان سمجھتے ہیں، کافر نہیں کہتے، انہیں چاہیئے چاہیئے کہ وہ جعفاوری شیعوں کی یہ سند سنبھال کر رکھیں۔ اور کبھی فراموش نہ فرمائیں کہ —
یہ ہیں شیعہ! جو حضرات اصحاب ثلاثہ صدیق و فاروق و عثمان تک کو رضی اللہ عنہم کو مومن

نہیں مانتے، بلکہ برملا انہیں منافق کہہ بھی رہے ہیں اور لکھ کر بذریعہ پریس شائع بھی کر رہے ہیں۔
پھر طرفہ تماشا یہ کہ بایں ہمہ ہم سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ہمیں مومن مسلمان سمجھو۔ اور بعض بے غیرت ایسے بھی ہیں کہ وہ تو جانِ ایمان حضرات خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو منافق کہتے ہی نہیں بلکہ لکھتے ہیں، لیکن یہ ننگِ دین انہیں صحیح مسلمان اور پکا مومن سمجھ کر اپنی بہن بیٹی کے رشتے تک ان سے کرتے ہیں۔ بے غیرتی و بے حمیتی کی حد ہو گئی!

جواب ۲ پس ایسے لوگوں سے آپ مسلمانوں کا سا برتاؤ کرتے تھے۔ اسی بنا پر آپ نے ان سے رشتے بھی قبول کر لیے۔ (مناظرہ بغداد ص۵۷)

بات پوری نہیں ہوئی اور "نہ مسلمانوں کا سا برتاؤ" پورا ہوا۔ مسلمانوں کا سا برتاؤ تو تب پورا ہو گا کہ :-

اسی بنا پر آپ نے ان سے رشتے بھی قبول کر لیے ---- اور ---- اسی بنا پر آپ نے ان کو رشتے بھی دیئے۔

یہ بات تو محتاجِ بیان نہیں اور سبائیوں سمیت ساری دنیا جانتی ہے کہ حضور نبی کریم اور علی رضی اللہ عنہ نے ان کو رشتے دیئے بھی! اور اس کی تفصیل ہم اسی مختصر سی تالیف میں کسی دوسری جگہ کر چکے ہیں۔ یہاں صرف بطور نمونہ مشتے از خروارے ایک مشہور و معتبر سبائی مجتہد کا مختصر قول پیش کرنے پر قناعت کریں گے۔

سبائیہ کے دسویں صدی کا مشہور و معروف مجتہد قاضی نور اللہ شوستری اپنی شہرہ آفاق تالیف مجالس المومنین میں لکھتا ہے :-

اگر نبی دختر بعثمان داد ولی دختر بعمر فرستاد۔ (مجالس المومنین تذکرہ مقداد ص۸۵) یعنی اگر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی لختِ جگر (پھر اس کی وفات کے بعد دوسری نورِ نظر) حضرت عثمان کو نکاح کر دی تو ولی یعنی حضرت علیؓ نے اپنی صاحبزادی کا نکاح حضرت عمر سے کر دیا۔ رضی اللہ عنہم

جواب ۳ ملعون مناظر اور مترجم کم از کم اتنا بتلا دیں کہ کیا وہ اپنی لڑکیاں کفار و منافقین کے نکاح میں دے دیں گے؟ اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو یہ دشمنانِ نبی و علی علیہم السلام ان حضرات کے متعلق ایسا خیال کر کے کیوں زندہ زمین میں نہیں گڑ جاتے؟

جواب ۴ اللہ رب العزت اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اپنے قرآن حکیم میں

واضح حکم فرماتے ہیں کہ:۔

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ ۚ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ۞ (سورہ توبہ رکوع ۱۰)	اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے، اور وہ بری جگہ ہے۔

غور فرمائیے! اللہ رب العزت تو اپنے رسول معصوم کو کافروں اور منافقوں سے جہاد اور ان پر سختی کرنے کا حکم فرمائیں اور پھر ایک جگہ نہیں۔ بلکہ دو جگہ۔ سورہ تحریم رکوع ۲ پارہ ۲۸ میں بھی لفظ بہ لفظ انہی الفاظ میں یہ حکم ارشاد فرمایا۔

(۲) خود شیعہ مناظر علوی نے اقرار و اعتراف کیا ہے کہ "خدا نے کفار کی طرح منافقین سے بھی جہاد کرنے کا حکم دیا ہے۔" (مناظرہ بغداد ص۲)

مگر بایں ہمہ منافقینِ اُمت یہ کہیں کہ حضور نبی کریمؐ معاذ اللہ منافقین سے رشتے لیا کرتے تھے (بلکہ رشتے دے بھی دیا کرتے تھے) لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

جواب نمبر ۵ حقیقت یہ ہے کہ نہ آج کوئی مسلمان کسی کافر، منافق، مرتد سے رشتے کرتا ہے نہ کل کرتا تھا۔ آج بھی مسلمان ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر بڑے پکے مسلمان سے رشتے کرتا ہے اور کل تو رشتوں کے انتخاب کا دارومدار ہی زیادہ تر دین پر تھا مسلمان دیکھ بھال کر دیندار، صحیح مسلمانوں سے رشتے کرتے تھے۔

بُغضِ صحابہؓ کی نحوست و شامت سے اعدائے صحابہ کی ایسی مت ماری گئی ہے کہ کسی عام مسلمان سے قطع نظر حضرات نبی و علی تک کو (علیہم السلام) یہ کہنے سے دریغ نہیں کرتے کہ وہ منافقوں سے رشتے لیا کرتے تھے (اور کافروں کو رشتے دے بھی دیا کرتے تھے)۔

معاذ اللہ۔ استغفر اللہ ثم استغفر اللہ!

شاید ان قسمت کے ماروں کا اپنا عمل اسی پر ہوگا۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

جواب نمبر ۶ منافقوں نے مدینہ منورہ میں تفریق بین المسلمین وغیرہ تخریبی اغراض کے لیے مسجد ضرار بنائی اور حضور نبی کریمؐ سے درخواست کی کہ آپؐ بطور برکت اس میں نماز پڑھ دیجئے۔ آپؐ غزوہ تبوک کو تشریف لے جا رہے تھے، معاملہ واپسی پر ملتوی ہوگیا مگر واپسی پر ابھی آپؐ مدینہ طیبہ نہیں پہنچے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیج کر ان منافقوں کا بھانڈا پھوڑ دیا اور آپؐ کو اس مسجد میں کھڑا ہونے تک سے روک دیا، فرمایا لَا تَقُمْ فِیْهِ اَبَدًا (توبہ ع)

چنانچہ نبی کریمؐ نے حضرات صحابہؓ کو بھیج کر اس مسجد کو منہدم کرا دیا اور صحابہؓ نے آگ لگا کر اسے جلا ڈالا۔

اللہ رب العزت کی غیرت تو اپنے محبوب رسولؐ کو منافقین کی مسجد میں دو رکعت کے لیے کھڑا نہیں دیکھ سکتی اور منافقین (عصر حاضر) یہ کہتے ہیں کہ معاذ اللہ نبی کریمؐ اپنی بیٹیاں لے کر ان کے گھر جا کر شادیاں رچاتے تھے۔ بلکہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ منافقین کی بیٹیاں نبی کریمؐ اور ساتھ ہی حضرت علیؓ کے گھر آتی تھیں، استغفر اللہ! ثم استغفر اللہ!

سوال یہ ہے کہ اللہ رب العزت کی جو غیرت دو منٹ کے لیے منافقین کے ساتھ بھی نہیں بلکہ ان سے دو فٹ آگے مصلیٰ پر نماز پڑھتے پڑھاتے نہیں دیکھ سکتی، وہ غیرتِ الٰہی ساری عمر اپنے محبوب رسولؐ کو بستروں پر منافقات کے ساتھ استراحت فرما کیسے دیکھ سکتی ہے؟

جواب ۷ گھر میں ازواجِ مطہراتؓ العیاذ باللہ منافق، باہر خسر منافق، اُدھر داماد میں تو وہ منافق! بے ایمان منافقو! یہ تم نے نبیؐ خاتم، رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اچھا نقشہ اور ماحول بنایا ہے؟ کیا یہی ہیں وہ نبیؐ آخر الزماں؟ جن پر دین مکمل ہو گیا۔ وحی قیامت تک کے لیے بند ہو گئی، اور رہتی دنیا تک اللہ تعالیٰ نے جن کی امت کیلئے دین اسلام کو پسند کر لیا، جن کے اپنے گھر کا کوئی فرد مسلمان نہیں (معاذ اللہ)

؎ بلبل ہمہ تن خوں شد و گل ہمہ تن چاک!
اے وائے بہارے اگر این است بہارے!

جواب ۸ محبوبِ رب اکبر، امام الرسلؐ پر منافقین سے رشتوں کا بہتان و افترا باندھنے والے کیا یہ بتلانے کی تکلیف گوارا فرمائیں گے کہ تمہاری اپنی کتنی مائیں منافقہ، کافرہ تھیں؟ کتنے نانا اور ماموں کافر تھے؟ اور پھر تمہارے گھر میں کتنی گھر والیاں منافق ہیں؟ کتنے خسر کافر ہیں اور کتنے داماد تمہارے کافر ہیں؟ اور جب تمہارے سسرال والے بھی منافق! تمہاری مائیں بھی منافق! تو پھر تمہارے والدِ محترم کون تھے؟ اور تم کون ہو؟ کیا کافر و منافق والدین کے گھر پیدا ہونے والو! تم مسلمان بن گئے؟ پھر تم کیسے مسلمان بن گئے؟

؎ آتے ہیں وہ خوابوں میں، خیالوں میں، دلوں میں
پھر ہم سے یہ کہتے ہیں کہ ہم پردہ نشیں ہیں

ایمانِ یارِ غارِ رسولؐ

خلیفۃ الرسولؐ سیدنا ابوبکر صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے خلاف

ہزلیات وخرافات

سب وطعن ۱ | ملعون ومردود مناظر نے کہا:۔
رسول اللہ نے تو ابوبکر وعمر (رضی اللہ عنہما) پر سب کیا ہے۔
(مناظرہ بغداد صـ۲۸)

جواب ۱ | اس خرافات کے جواب میں ہم سوائے اس کے اور کیا عرض کر سکتے ہیں کہ
اِنْ هٰذَا اِلَّا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ط اور یہ جھوٹا بہتان اس ذاتِ اقدس و اطہر کے خلاف ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) جسے اللہ ربّ العزت نے اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم رکوع۱) سے خطاب فرمایا ہے اور صاحبِ خلقِ عظیم نے اپنے متعلق خود فرمایا ہے:۔

(۲) بروایت حضرت ابوہریرہؓ، آپ سے عرض کیا گیا یارسول اللہ! اُدْعُ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ آپ مشرکین (ظالمین) کے خلاف بد دعا فرمائیں تو آپ نے فرمایا:۔

اِنِّيْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَّاِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً۔[۱]

بے شک میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ میں تو صرف رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

(۳) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ:۔

---

[۱] رواہ مسلم (مشکوٰۃ المصابیح "باب فی اخلاقہ وشمائلہ صلی اللہ علیہ وسلم")

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہ سب کرتے تھے نہ بد گو تھے اور نہ ہی لعنت کرتے تھے۔	لَمْ یَکُنِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَبَّابًا وَلَا فَحَّاشًا وَلَا لَعَّانًا ۔ه

(۴) وحیِ الٰہی نے آپ کو "رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْن" کے لقب سے ملقب فرمایا (سورۂ انبیاء رکوع ۷)

غور فرمائیے! جو ذات پاک رحمۃ للعالمین ظالم و خون آشام کفار و مشرکین کے جانگداز و جانگسل مظالم و شدائد پر بھی ان کے خلاف دعا نہیں فرماتے اور طائف و احد میں وجودِ اطہر لہولہان کر دینے والے خونخوار درندوں کے حق میں بھی ہدایت کی دعا فرماتے ہیں وہ اپنے جاں نثار و فدا کار اصحاب و وزراء ـــــ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر سب کرتے ہیں، اِنَّا لِلّٰہِ وَ...... پھر جن کی فطرت میں "سبابی" ودیعت ہی نہیں کی گئی وہ اپنے مخلص ترین صحابہؓ کو سب کرتے ہیں، العیاذ باللہ العظیم!

سب اور طعن ۲ ملعون مناظر نے کہا:۔
سُنّی مورخین نے اس حقیقت سے نقاب کشائی کی ہے کہ نبی کریمؐ نے ایک لشکر تیار کیا، اور اسامہ (رضی اللہ عنہ) کو اس لشکر کا سالار مقرر فرمایا، اور (حضرت) ابوبکر و (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہما) دونوں کو اس لشکر میں شامل کیا، اور فرمایا اللہ کی لعنت ہو اس شخص پر جو اسامہ کے لشکر سے ہٹ کر واپس آئے۔ اور تاریخ یہ کہتی ہے کہ (حضرات) ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) دونوں اسامہ کے لشکر سے ہٹ کر واپس آگئے۔ پس رسول اللہ کی لعنت (معاذ اللہ) ان دونوں کو شامل ہے، اور جس پر رسول اللہ لعنت کریں ہر مسلمان کو حق پہنچتا ہے کہ ان پر لعنت کرے۔ (مناظرۂ بغداد ص۲۸)

جواب ۱ بے ایمانوں کی جرأت و بے باکی ملاحظہ ہو کہ:۔

سے شیشہ ہے بغل میں نہاں ہے
لب پہ دعویٰ ہے پارسائی کا

ملعون مناظر جانِ دین و ایماں، نبوت کے یارِ غار و المزار کو العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ ہدفِ لعنت بھی بنا رہا ہے پھر اپنے آپ کو مسلمان بھی سمجھ رہا ہے۔ کہتا ہے کہ "ہر مسلمان کو حق پہنچتا ہے"۔ اس ملعون کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرات صحابہ خصوصاً حضرات شیخین

ه صحیح بخاری کتاب الادب، باب لم یکن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاحشاً......

(صدیقؓ و فاروقؓ) کو کافر کہنے والا خود کافر ہے اور ملعون سمجھنے والا خود ملعون ہے۔
قرآن کریم اس پر ناطق ہے کہ صحابہ کرامؓ کو جو جیسا کہے گا، وہ خود ویسا ہو گا، منافقین نے حضرات صحابہؓ کو سُفَہَاء کہہ دیا تھا، قرآن کریم میں فوراً آیا اَلَا اِنَّھُمْ ھُمُ السُّفَہَآءُ (سورۃ بقرہ رکوع ۲) خبردار (سن لو) بے شک یہی لوگ خود سفہاء یعنی بے وقوف، احمق ہیں۔

جواب ۲ جو ملعون امام الصحابہ، افضل البشر بعد الانبیاء، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو شانۂ سب وطعن بلکہ ہدفِ لعنت تک بنا رہے ہیں، انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ صحیح اسلامی نظام کامل طور پر نافذ نہیں ہے ورنہ کوڑوں سے ان کی چمڑی ادھیڑ دی جاتی، علامہ محدث عبدالعزیز پرہاروی (م ۱۲۴۱ھ) لکھتے ہیں کہ:۔

(۱) ایک شخص نے خلیفۃ الراشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے سامنے حضرت معاویہؓ کو سب کیا فَجَلَدَہٗ تو انہوں نے اسے کوڑے لگوائے [1]

(۲) امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے جس نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی کو سب وشتم کیا خواہ ابوبکر یا عمر یا عثمان یا معاویہ یا عمرو بن عاص کو (رضی اللہ عنہم) اگر کہا کہ کَانُوْا عَلٰی کُفْرٍ وَضَلَالٍ قُتِلَ وہ معاذ اللہ کافر یا گمراہ تھے تو اسے قتل کر دیا جائے گا [2]

(۳) علامہ پرہاروی رحمہ اللہ ہی رقمطراز ہیں:۔
[صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سب کرنے والوں کے متعلق فقہاء (اسلام) میں اختلاف ہے۔ بعض نے فتویٰ دیا ہے کہ:۔

بِاَنَّ سَابَّ الشَّیْخَیْنِ یُقْتَلُ حَدًّا، فَلَا یُقْبَلُ تَوْبَتُہٗ وَبَعْضُھُمْ بِاَنَّہٗ یُقْتَلُ لِلْکُفْرِ فَیُقْبَلُ تَوْبَتُہٗ......	حضرات شیخینؓ کو سب کرنے والا حد کے طور پر قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ بھی قبول نہیں اور بعض نے فتویٰ دیا۔ وہ کافر ہو جانے کی

وجہ سے قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ قبول ہے، اور بعض کا قول ہے کہ قتل نہیں کیا جائے گا بَلْ یُعَذَّبُ عَذَابًا شَدِیْدًا بلکہ اسے سخت عذاب دیا جائے گا۔ اور حضرات شیخینؓ

---

[1] النبراس شرح شرح العقائد ص ۵۵۱ [2] ایضاً ص ۵۵۱

کے علاوہ دوسرے صحابہؓ کو سب کرنے والے کو حسب رائے قاضی عذاب دیا جائے گا[1]

آج چونکہ صحابۂ کرام حتیٰ کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو حد و عذاب شدید کے شکنجے میں کسنے والا کوئی نہیں، اس لیے یہ کافر و ملعون جو منہ میں آئے بکتے چلے جاتے ہیں۔ کوئی پوچھنے والا نہیں ؎

کہاں ایسی آزادیاں تھیں میسّر   انا الحق کہو اور پھانسی نہ پاؤ

اے کاش کہ حضرت عمرؓ کا دُرّہ ہوتا یا حضرت علیؓ کی ذو الفقار ہوتی، پھر ہم دیکھتے یہ دشمنانِ صحابہؓ حضراتِ صحابہؓ کے خلاف کیسے ہرزہ سرائی اور یاوہ گوئی کرتے، اگر کرتے تو ان کی گز بھر کی زبانیں گُدّی سے کھینچ کر کتوں کے آگے پھینک دی جاتیں اور ان لعینوں کو صحابۂ کرامؓ پر لعن و طعن کرنے کا مزہ آجاتا۔

جواب ۳ ملعون مناظر تاریخ کی آڑ لے کر امام الصحابہ رضی اللہ عنہ کو ہدفِ لعن بنا رہا ہے اور اس طرح بارشادِ رسالت خود ملعون بن رہا ہے، حالانکہ اہل اسلام کے نزدیک حضرت معاویہ اور ان کے اعوان و انصار رضی اللہ عنہم پر بھی لعنت کرنا حرام ہے۔

علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرۂ آفاق تالیف شرح عقائد میں لکھتے ہیں:-

وَبِالْجُمْلَةِ لَمْ يُنْقَلْ عَنِ السَّلَفِ الْمُجْتَهِدِيْنَ وَالْعُلَمَاءِ الصَّالِحِيْنَ جَوَازُ اللَّعْنِ عَلٰى مُعَاوِيَةَ وَاَحْزَابِهٖ[2]

سلف صالحین اور علماء مجتہدین سے منقول نہیں کہ کسی نے حضرت معاویہؓ اور ان کی جماعت پر لعنت جائز رکھی ہو۔

حتیٰ کہ یزید اور حجاج پر بھی لعنت کرنا حرام ہے، شرح عقائد ہی میں ہے۔ "فقہ حنفی کی معتمد کتاب الخلاصہ وغیرہ جیسے امام غزالی رحمہ اللہ کی احیاء العلوم میں ہے کہ اَنَّهٗ لَا يَجُوْزُ اللَّعْنُ عَلَيْهِ وَلَا عَلَى الْحَجَّاجِ[3] یزید پر اور نہ ہی حجاج پر لعنت کرنا جائز ہے۔

جواب ۴ امام الصحابہؓ، یارِ غارِ رسولؐ سیدنا صدیق اکبر اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما کو ہدفِ لعنت بنا کر ملعون مناظر خود لعنت کا مستحق بن گیا ہے، بلکہ لعنت تو بجائے خود اصحابۂ کرامؓ کو مطلق سب کرنے والا بھی ملعون ہے۔

حدیثِ پاک میں ہے مَنْ سَبَّ اَصْحَابِيْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ[4]

جس نے میرے اصحاب کو سب کیا اُس پر اللہ اور فرشتوں اور انسانوں کی لعنت ہے۔

---

[1] نبراس ص۵۵۱ [2] ایضاً ص۵۵۲ [3] نبراس ص۵۵۱ [4] ایضاً ص۵۲۱

نیز فرمایا لَعَنَ اللہُ مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ[1] جس نے میرے اصحاب پر سبّ کیا اس پر اللہ کی لعنت ہے۔

یہ دونوں احادیث طبرانی میں روایت کی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی احادیث اس مضمون کی ہیں۔

جواب ۵ سائل ملعون تو کہتا ہے کہ نبی کریمؐ نے حضرت ابوبکرؓ پر (معاذاللہ) لعنت کی، حالانکہ کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنی تعریف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فرمائی ہے اور کسی کی نہیں فرمائی۔ قرآن نے جہاں آپ کو صاحبِ رسولؐ[2] فرمایا ہے، وہاں نبی کریمؐ نے آپ کو اخی وصاحبی (میرا بھائی اور میرا صاحب) فرمایا ہے۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم باب مناقب ابی بکرؓ) —— آپ کی تعریف و توصیف میں ارشاداتِ رسولؐ سے احادیث کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ قرآن کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی

(۱) اپنی حیاتِ طیبہ میں متعدد موقعوں پر کئی بار آپ کے فضائل و مناقب بیان فرمائے ہیں۔ حتّٰی کہ وفات مبارکہ سے صرف چار دن پہلے شدید بیماری اور تکلیف کی حالت میں بروایت ابوسعید خدریؓ خطبہ ارشاد فرمایا: جس میں فرمایا کہ "صحبت اور مال کے لحاظ سے میرے اوپر سب لوگوں سے زیادہ احسان کرنے والا ابوبکرؓ۔ وَلَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا غَیْرَ رَبِّیْ لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ خَلِیْلًا اگر میں اپنے رب کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکرؓ کو خلیل بناتا لیکن اب اسلامی اخوت و مودت ہے، (مسجد نبوی) میں ابوبکرؓ کی کھڑکی کے سوا کوئی کھڑکی باقی نہ رہے"۔ متفق علیہ[3] (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

ام المؤمنین حضرت صدیقہ طاہرہ، حضرت انس، حضرت ابن عباس، حضرت حذیفہ، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم سے بھی اس قسم کی روایتیں مروی ہیں[4]

(۲) اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ سوا ابوبکرؓ کے ہمارے اوپر جس کا بھی کوئی احسان تھا ہم نے اس کا بدلہ ادا کر دیا، ابوبکرؓ کے احسانات کا بدلہ قیامت میں اللہ تعالیٰ ادا فرمائیں گے۔ اور مجھے ابوبکرؓ کے مال نے جس قدر

---

[1] النبراس ص۴۵۵ [2] قولہ تعالیٰ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ (سورۂ توبہ رکوع ۶) جب رسولِ کریمؐ نے اپنے صاحب سے فرمایا [3] مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب ابی بکرؓ [4] اصح السیر ص۵۶۱

فائدہ پہنچایا اور کسی کے مال نے ہرگز وہ فائدہ نہیں پہنچایا، اور اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکرؓ کو خلیل بناتا۔ بس لو تمہارا صاحب (یعنی رسولِ کریمؐ) خلیل اللہ ہے، رواہ الترمذی (مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب ابی بکرؓ)

(۳) امام ابن سعد رحمہ اللہ (م ۲۳۰ھ) نے بھی صحیحین والی حدیثِ پاک (حدیث ۱) حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے اس کے شروع میں ہے خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ الذی مات فیہ عاصبا رأسہ فی خرقۃ فقعد علی المنبر۔۔۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرضِ وفات میں گھر سے باہر تشریف لائے ایک کپڑے کی پٹی آپ کے سرِ اقدس پر بندھی ہوئی تھی آپ منبر پر بیٹھے اور۔۔۔۔۔۔ (طبقات ابنِ سعد جلد دوم ص ۲۲۷، ۲۲۸) اس روایت میں اور صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے وَلٰکِنْ اُخُوَّۃُ الْاِسْلَامِ اَفْضَلُ، لیکن اسلامی اخوّت بہتر ہے۔

نقاشِ پاکستان علامہ اقبالؒ نے حدیثِ پاک کے الفاظ اَمَنَّ النَّاسِ عَلَیَّ سے اس قطعہ میں اقتباس لیا ہے، اور حضرت صدیق اکبرؓ کی شان میں کیا خوب کہا ہے:-

؎ آں اَمَنُّ النَّاسِ بر مولائے ما
آں کلیمِ اوّلِ سینائے ما
ہمتِ او کشتِ ملت را چو ابر
ثانیٔ اسلام و غار و بدر و قبر

علامہ اقبالؒ کی مزار پر اللہ کی رحمتوں کی بارش ہو کہ صدیقِ اکبرؓ کو اَمَنَّ النَّاسِ عَلَی النَّبِیِّ اوّل المسلمین کشتِ ملت کے لیے ابرِ باراں اور اسلام و غار و بدر و قبر میں ثانیٔ رسولؐ کہہ کر چار مصرعوں میں مناقب و فضائلِ صدیقی کے دریا کو گویا کوزے کے اندر بند کر دیا ہے، ادھر ایک "علم و دین کے مسند نشین" ملعون ہیں کہ اس متعدد آیاتِ قرآنی و احادیثِ نبوی کے مصداق، حضرات انبیاءؑ کے بعد اتالیقِ انسانیت کے تاجدار، صدیقِ اکبر کو (رضی اللہ عنہ) جو اسلام، غار، بدر، قبر، حوض اور جنت میں ثانیٔ رسولؐ ہیں، نقلِ کفر کفر نباشد، ہدفِ لعنت بنا کر خود جہنم کا ایندھن بن رہے ہیں۔ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ

جواب ۶ | مناظر ملعون نے کہا "اور تاریخ یہ کہتی ہے کہ ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) دونوں اس لشکر سے ہٹ کر واپس آگئے": (مناظرہ بغداد ص ۲۸)

اس ضمون سے کوئی پوچھے کہ حضرت اسامہؓ کا لشکر گیا کب تھا؟ جو حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بٹ کر واپس آگئے ۔ یہ نری یاوہ گوئی ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لشکر حضور نبی کریمؐ کی حیاتِ طیبہ میں گیا ہی نہیں ۔ اسے تو روانہ ہی خلیفۃ الرسولؐ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا ـــــــ خود حضرت اسامہؓ سے روایت ہے کہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَجَّھَہٗ وَجْھًا فَقُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ یَّتَوَجَّہَ فِیْ ذٰلِکَ التَّوَجُّہِ وَاسْتُخْلِفَ اَبُوْبَکْرٍ سلہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک سریہ کے لیے روانگی کا حکم فرمایا ، مگر میرے اس سریہ کی طرف روانگی سے پہلے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما گئے اور حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے ۔

اب ہم ذیل میں تفصیل سے یہ حقیقت واضح کرتے ہیں :-

اُبنٰی حدودِ شام میں ایک مقام ہے ۔ جنگِ مُوتہ یہیں ہوئی تھی جس میں لاکھوں رومیوں کے مقابلے میں حضرت زید بن حارثہؓ ، حضرت جعفر طیار وغیرہ رضی اللہ عنہم اجلہ اصحابِ رسولؐ شہید ہوئے تھے ۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا قصاص لینا چاہتے تھے ،

امام ابن سعد رحمہ اللہ بالسند رقمطراز ہیں :-

(۱) [بروز دوشنبہ (پیر) ۲۶ صفر ۱۱ھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو غزوۂ روم کی تیاری کا حکم دیا ۔ دوسرے دن سہ شنبہ (منگل) کو حضرت اسامہ بن زیدؓ کو بلا کر فرمایا کہ تمہیں اس لشکر کا امیر بنایا جاتا ہے ۔ اپنے باپ کے مقتل اُبنیٰ جاؤ ، جلدی سے جاؤ اور صبح سویرے اہلِ اُبنٰی پر حملہ کر دو ۔

چہار شنبہ (بدھ) کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بخار اور درد سر شروع ہوا ۔ جمعرات کے دن آپ نے اپنے دستِ مبارک سے بذاتِ خود جھنڈا تیار کر کے فرمایا ؛ بسم اللہ ، اللہ کی راہ میں جہاد کرو ، جو خدا کا انکار کرے اس سے قتال کرو ۔ حضرت اسامہؓ جھنڈا لے کر نکلے ، جھنڈا حضرت بریدہؓ اسلمی کے حوالہ کیا اور جرف (نزد مدینہ) میں لشکر جمع ہونے لگا ۔ اس میں کچھ لوگوں نے باتیں کیں کہ حضرت اسامہؓ

سلہ طبقات ابن سعد جلد دوم صفحہ ۱۹۰ ذکر غزوۂ اسامہ رضی اللہ عنہ

کی امارت پر طعن کیا کہ اس نوعمر لڑکے کو بڑے بڑے مہاجرین وانصار پر امیر مقرر کیا گیا ہے، حضرت عمرؓ نے ان لوگوں کو سمجھایا اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی[1] حضور کریمؐ سخت غضبناک ہوئے، باہر تشریف لائے، سر میں پٹی باندھی ہوئی تھی، منبر پر چڑھے اور حمد وثنا کے بعد لوگوں سے (اس بارے میں) خطاب فرمایا۔ پھر منبر سے اترے اور گھر تشریف لے گئے، یہ واقعہ ہفتہ کے دن دس ربیع الاول کا ہے۔

اسی دن وہ مسلمان جو حضرت اسامہؓ کے ساتھ جانے والے تھے، آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہوئے اور لشکر گاہ جُرف کی طرف چلے گئے، اسی دن آپؐ کی تکلیف بڑھ گئی، تاہم آپؐ فرما رہے تھے اَنْفِذُوْا بَعْثَ اُسَامَۃَ. اسامہؓ کی فوج کو روانہ کرو۔

یکشنبہ (اتوار) کو آپؐ کی بیماری نے شدت اختیار کرلی حضرت اسامہؓ لشکر گاہ (جُرف) سے واپس آئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضورؐ پر غشی طاری تھی، حضرت اسامہؓ نے جھک کر آپؐ کی پیشانی مبارک کو چوم لیا، حضور نبی کریمؐ نے کلام تو نہ فرمایا البتہ ہاتھ مبارک آسمان کی طرف اٹھائے اور حضرت اسامہؓ پر رکھے۔ جس سے حضرت اسامہؓ نے یہ سمجھا کہ حضورؐ میرے لیے دعا فرما رہے ہیں، حضرت اسامہؓ (جُرف) اپنے لشکر کی طرف لوٹ گئے۔

دوشنبہ (پیر) کو واپس آکر حاضر خدمت ہوئے تو حضورؐ کو افاقہ تھا (صلی اللہ علیہ وسلم) آپؐ نے حضرت اسامہؓ کو دعائے خیر وبرکت دی اور رخصت فرمایا۔

حضرت اسامہؓ اپنے لشکر میں واپس آئے اور لوگوں کو کوچ کا حکم دیا، وہ سوار ہوا چاہتے تھے کہ حضرت اسامہؓ کی ماں حضرت ام ایمنؓ کا فرستادہ آدمی ان کے پاس آیا اور اطلاع دی کہ رسول اللہ حالت نزع میں ہیں فَاَقْبَلَ وَاَقْبَلَ مَعَہٗ عُمَرُ وَاَبُوْعُبَیْدَۃَ. پس حضرت اسامہ اور ان کے ساتھ حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہم فوراً مدینہ آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپؐ کا آخری وقت تھا، پھر اسی دن، دن ڈھلے ۱۲، ربیع الاول کو آپؐ کی وفات ہوئی، صلی اللہ علیہ وسلم۔

---

[1] صح السیر، ص ۵۴۳ از مولانا حکیم ابوالبرکات عبدالرؤف دانا پوری۔

جو مسلمان جُرف میں لشکر کے اندر موجود تھے مدینہ واپس آ گئے اور حضرت بریدہ اسلمیؓ نے جھنڈا لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرۂ مبارکہ کے دروازہ پر نصب کر دیا۔

جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو آپ سے کہا گیا کہ عرب (قبائلی بدو) مرتد ہو گئے ہیں آپ اسامہؓ کے لشکر کی روانگی ملتوی کر دیں۔

فَأَبَى، وَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ أُسَامَةَ فِي عُمَرَ أَنْ يَأْذَنَ لَهُ فِي التَّخَلُّفِ فَفَعَلَ ....

مگر حضرت ابوبکرؓ نے اس سے انکار کر دیا (اور روانگی کا حکم فرمایا) اور حضرت اسامہؓ سے حضرت عمرؓ کے متعلق گفتگو کی کہ انہیں میرے پاس رہنے دیا جائے، چنانچہ انہوں نے اس کی اجازت دے دی ......

حضرت اسامہؓ نے ربیع الآخر کی پہلی تاریخ کو اُبنیٰ کی طرف کوچ کیا، بیس دن میں وہاں پہنچے، حملہ کیا، جو بھی مقابلے کو نکلا اسے قتل کیا، اپنے باپ (حضرت زیدؓ بن حارثہ) کے قاتل کو قتل کیا۔ ان کے گھروں اور باغات کو جلا ڈالا اور قریباً چالیس دن کے بعد مظفر و منصور مدینہ طیبہ واپس آئے، بفضلہ تعالیٰ مسلمانوں میں سے ایک شخص بھی ہلاک نہ ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرات مہاجرین و اہل مدینہ کے ساتھ ان کے بہ سلامت واپس آنے کی خوشی میں مدینہ سے باہر نکل کر ان کا استقبال کیا، مدینہ میں داخل ہوئے تو جھنڈا ان کے آگے آگے حضرت بریدہؓ کے ہاتھ میں تھا، مسجد نبوی میں داخل ہوئے شکرانہ کا دوگانہ ادا کیا، پھر اپنے گھر گئے [۱] رضی اللہ عنہ وعنہم

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے جو متقدمین میں نہایت معتبر و بلند پایہ محدث و مورخ اور رسولِ کریمؐ و صحابہ کرامؓ و تابعینؒ حضرات کے بے نظیر و بے مثال سوانح نگار ہیں، انہوں نے اپنی شہرۂ آفاق تالیف الطبقات الکبریٰ میں سیرتِ رسولِ کریمؐ کے سلسلہ میں سریہ اسامہؓ بن زیدؓ کے تذکرہ کے اندر مندرجہ بالا تفصیل درج کی ہے، علاوہ ازیں نبی کریمؐ کی بیماری کے [illegible] میں بعنوان "ذکر مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] اسامۃ بن زید رضی اللہ عنہ" [illegible] یہ لکھا ہے کہ:

"[illegible] جرف میں پڑاؤ ڈالا، لوگ وہاں جمع ہونے لگے کہ رسول اللہ

۱؎ الطبقات ابن سعد جلد ۲ صفحہ ۱۹۰-۱۹۱ ملخصاً باللفظ، سریہ اسامہؓ بن زیدؓ

صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوگئے فَاَقَامَ اُسَامَۃُ وَالنَّاسُ یَنْتَظِرُوْنَ مَا اللّٰہُ قَاضٍ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پس حضرت اسامہؓ اور دوسرے لوگ ٹھیر کر انتظار کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ رسول کریمؐ کے متعلق کیا فیصلہ
فرماتے ہیں۔ حضرت اسامہؓ کہتے ہیں کہ جب رسولِ کریمؐ زیادہ بیمار ہوگئے تو لشکرگاہ (جرف) سے میں اور میرے ساتھ
لوگ بھی مدینہ واپس آگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر غشی طاری تھی۔[۱]

اس روایت سے اس اشکال کا بھی اندفاع ہوگیا کہ جب حضرت اسامہؓ اور صحابہ کرامؓ
۲۹ صفر کو خمیس کے دن جرف میں جمع ہوتے لگے تو ۱۰ ربیع الاول تک کیا کرتے
رہے؟ معلوم ہوا کہ حضرت اسامہؓ لشکر سمیت اس انتظار میں رہے کہ پردۂ غیب سے
کیا ظہور میں آتا ہے؟

(۳) اس سلسلہ میں امام ابن سعد رحمہ اللہ کی ایک اور روایت بھی ملاحظہ ہو جو حضرت
اسامہؓ کے حالات میں حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:۔

[انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید (رضی اللہ عنہما) کو ایک
لشکر کا امیر مقرر فرمایا اور اسے حکم دیا کہ اُبنیٰ پر حملہ کرے۔ پس اس کے ساتھ قوم کے سردار
اور بہترین لوگ روانہ ہوئے۔ وَمَعَہُ عمر اور حضرت عمرؓ بھی اس کے ساتھ تھے۔۔۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوگئے۔ آپ اسی بیماری میں بھی فرماتے تھے کہ جیشِ اسامہؓ
کو روانہ کرو، پس حضرت اسامہؓ روانہ ہوئے اور جُرف میں پہنچے کہ ایک شخص یہ پیغام
لایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت زیادہ ناساز ہے لہٰذا جلدی نہ کرو۔ وہ ٹھہر گئے
یہاں تک کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما گئے تو حضرت اسامہؓ (خلیفۃ الرسولؐ)
حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک
سریہ میں) بھیجا تھا، لیکن اب مجھے خوف ہے کہ کہیں عرب (بدو) کافر نہ ہو جائیں، اگر وہ
مرتد ہوگئے تو پہلے ان سے مقاتلہ ہوگا۔ اور اگر وہ مرتد نہ ہوئے تو میں چلا جاؤں گا،
بے شک میرے ساتھ قوم کے سردار اور بہترین لوگ ہیں۔ پس حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں میں
خطبہ دیا، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:۔

---

[۱] طبقات ابن سعد جلد ۲ صفحہ ۲۴۹ مطبوعہ بیروت

وَاللّٰهِ لَاِنْ تَخْطَفَنِی الطَّیْرُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَبْدَاَ بِشَیْءٍ قَبْلَ اَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَبَعَثَهٗ اَبُوْبَکْرٍ وَاسْتَاْذَنَ لِعُمَرَ اَنْ یَتْرُکَهٗ عِنْدَهٗ، فَاَذِنَ اُسَامَةُ لِعُمَرَ رض........] (طبقات ابن سعد جلد ۴ صفحہ ۶۷ حالات حضرت اسامہ رض)	خدا کی قسم! اگر مجھے پرندے اُچک لے جائیں تو یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف کوئی اقدام کروں پس حضرت ابوبکر رض نے حضرت اسامہ رض کو روانہ فرمایا، اور اس سے اجازت طلب کی کہ حضرت عمر رض کو میرے پاس چھوڑ جائیں، چنانچہ حضرت اسامہ رض نے یہ اجازت دے دی۔

یارِ غارِ رسول کی محبتِ نبیؐ واتباعِ رسولؐ کے جوش اور جذبہ کا اندازہ ذرا ان الفاظ سے کیجئے جو آپ نے حضرت اسامہ رض کے جواب میں فرمائے، کیا ایمان افروز اور ولولہ انگیز الفاظ ہیں، سبحان اللہ! پرندے مجھے اچک لے جائیں یہ تو مجھے محبوب و منظور ہے لیکن اپنے محبوب رسولؐ کے فرمان میں کسی مصلحت سے بھی تھوڑا سا التوا و تغیر منظور نہیں۔

پھر ان دشمنانِ دین و ایمان کی بے ایمانی اور شقاوت و سنگدلی بھی ملاحظہ ہو: جو ان جیسے محبِ صادقِ رسولؐ کی شان میں انتہائی دریدہ دہنی و بے حیائی سے برملا کہتے ہیں کہ صدیقِ اکبر رض نے حکمِ رسولؐ کا خلاف کیا اور رسولِ کریمؐ نے ان کے دشمنوں پر لعنت کی۔ (معاذ اللہ)

جواب ۷ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بہ شدت اس بات کا انکار کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رض بھی جیشِ اسامہ رض میں شامل تھے، کیونکہ صحیح بخاری صحیح مسلم وغیرہ کی متعدد روایاتِ صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ نبی کریمؐ نے جبکہ آپؐ کی علالت نے شدت اختیار کر لی اور آپؐ کے لیے مسجد میں تشریف لانا ممکن نہ رہا تو حکم فرمایا کہ ابوبکر رض لوگوں کو نماز پڑھائیں، چنانچہ آپ بدھ شام کو عشاء سے دوشنبہ صبح تک حضورؐ کی موجودگی میں لوگوں کو نمازیں پڑھاتے رہے، اس دوران ایک دن ظہر کی نماز حضورؐ نے مسجد میں پڑھی، باقی اکیس ۲۱ نمازیں حضورؐ کی جگہ حضرت ابوبکر رض نے امامت فرمائی،

جواب ۸ ابن جریر طبریؒ نے اپنی سند سے روایت کی ہے جس میں ہے کہ رسولِ کریمؐ نے وفات سے پہلے ایک لشکر بھیجا فِیْهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَاَمَّرَ عَلَیْهِمْ اُسَامَةَ یعنی جیشِ اسامہ رض میں حضرت عمر رض تھے، ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر رض نہیں تھے۔ (طبری جلد ۲ صفحہ ۴۶۲)

۵ نبی کی جگہ پر امامت کرانی
ہے بوبکرؓ کا کون اُمت میں ثانی؟

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ:-

حضور نبی کریمؐ کے حکم سے حضرت ابو بکرؓ کا نماز پڑھانا حدیث متواتر سے ثابت ہے اور اس حدیث کو حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت حفصہ، حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت ابو سعید خدری اور حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے [1]

جواب نمبر ۹ ابن سعدؒ کی پہلی روایت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ جُرف میں نہیں تھے کیونکہ جب حضورؐ کی تکلیف بہت بڑھ گئی تو دوشنبہ کے دن جب حضرت اسامہ واپس مدینہ آئے تو ان کے ساتھ حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہم کی واپسی کی صراحت ہے مگر حضرت صدیق اکبرؓ کا کوئی ذکر نہیں، اگر وہ جُرف میں ہوتے تو ان کا ذکر واپسی میں سب سے پہلے ہوتا، بخلاف اس کے مدینہ طیبہ میں ان کے موجود ہونے اور رسولِ کریمؐ کے مصلّی پر امامت کرنے کی احادیث متواتر موجود ہیں۔

جواب نمبر ۱۰ جب حضرت خلیفۂ رسولؐ نے مسندِ خلافت پر متمکن ہوتے ہی سب سے پہلا حکم حضرت اسامہؓ کے لشکر کی روانگی کا فرمایا، تو روایت میں صراحت ہے کہ ان سے حضرت عمرؓ کو مدینہ چھوڑ جانے کی اجازت طلب کی، جو انہوں نے بخوشی دے دی، اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ تو جیشِ اسامہؓ میں شامل تھے، لیکن حضرت صدیق اکبرؓ نہیں تھے۔

اور طبقات کی مندرجہ بالا تیسری روایت میں تو جو حضرت عروہؓ سے ہے صراحت ہے کہ جیشِ اسامہ میں صرف حضرت عمرؓ تھے حضرت ابو بکرؓ نہیں تھے۔ رضی اللہ عنہم

جواب نمبر ۱۱ (۱) صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو قرطاس والی روایت ہے، اس میں خمیس کے دن کی صراحت ہے۔ خمیس کے دن حضور نبی کریمؐ نے گھر میں موجود لوگوں سے کچھ لکھوانے کے لیے کاغذ طلب فرمایا تو حضرت عمرؓ ہی نے

---

[1] "تاریخ الخلفاء" صفحہ ۶۲ مطبوعہ دہلی۔

لوگوں سے کہا تھا کہ آپ کو سخت تکلیف ہے اور ہمیں کتاب اللہ کافی ہے....... اس صحیح روایت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ۸ ربیع الاول کو بروز خمیس حضرت عمرؓ بھی مدینہ طیبہ میں موجود تھے۔

(۲) طبقات ابن سعد، مسند امام احمد اور سنن ابو داؤد میں حضرت عبداللہؓ بن زمعہ وغیرہ حضرات سے صحیح روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی غیر موجودگی میں حضرت عمرؓ نے نماز پڑھانی شروع کی۔ ان کی تکبیر تحریمہ کی آواز سنتے ہی نبی کریمؐ نے فرمایا لا، لا، لا یعنی نہیں نہیں، نہیں، غضبناک ہو کر فرمایا ابوبکرؓ کہاں ہیں؟ ابوبکرؓ ہی لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ مدینہ طیبہ میں موجود تھے۔

خلاصہ اس مختصر بحث سے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی حضرت اسامہؓ کے ساتھ جانا ثابت نہیں ہوتا، اور اگر مان لیا جائے تو زیادہ سے زیادہ ان کا جیش اسامہؓ میں ہونا مانا جا سکتا ہے۔ رہے حضرت ابوبکرؓ! ان کا کسی صحیح روایت سے جیش اسامہؓ میں جانا مذکور ہی نہیں اور نہ ہی درایۃً یہ ممکن ہے کیونکہ یہ ثابت ہے کہ رسول کریمؐ نے بیماری ہی کی حالت میں جیش اسامہؓ کے لیے علم اپنے دست مبارک سے تیار فرمایا اور یہ لشکر حضور نبی کریمؐ کی علالت طبع کے دوران مدینہ سے جرف روانہ ہوا، اور یہ ناممکن ہے کہ اللہ کے محبوب و معصوم رسولؐ اپنی بیماری کی حالت میں حضرت ابوبکرؓ کو اپنے سے جدا ہونے دیں اور بیرون عرب اتنے طویل سفر پہ جانے کی اجازت دیں۔

جواب ۱۲ کسی صحیح روایت میں حضرت ابوبکرؓ تو بجائے خود، کسی بھی صحابی کا نام لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیش اسامہؓ میں شرکت کا حکم نہیں فرمایا، نہ یہ رسول معصومؐ کا معمول تھا۔ آپؐ صرف امیر لشکر نامزد فرما دیتے تھے، لوگوں کو روانگی کا عام حکم دیتے تھے نام بہ نام ہرگز نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ حضور نبی کریمؐ کے بعد خلافت راشدہ میں بھی یہی معمول رہا۔ کسی خلیفہ راشد سے کسی لشکر کے لیے امیر لشکر کے سوا کسی دوسرے صاحب کی نامزدگی ثابت نہیں۔ یہ صرف بے ایمان دشمنان صحابہؓ کا حضورؐ پہ افتراء ہے کہ "ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما دونوں کو اس لشکر میں شامل کیا۔" (مناظرہ بغداد ص ۲۹)

جواب ۱۳ اگر حضور نبی کریمؐ نے حضرت ابوبکرؓ ایسے ساٹھ سال سے متجاوز عمر کے

ضعیف بزرگ کو جانے کا حکم دیا تو ہمیں وہ حکم دکھایا جائے۔ اس میں تیس سال کے نوجوان، طاقتور، بہادر علی کا نام ضرور ہوگا۔ رضی اللہ عنہ۔ آخر یہ کہاں کی دیانت ہے کہ یوں تو ہر وقت ان کے مردِ میدان اور صاحب السیف ہونے کے نعرے مارے جائیں اور جب غزوۂ روم در پیش ہو تو اس میں حضرت ابوبکرؓ ایسے ضعیف و ناتواں کی شرکت کا افتراء و بہتان تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر باندھا جائے مگر فاتح خیبر حضرت حیدرِ کرار کا نام بھولے سے بھی نہ لیا جائے۔ رضی اللہ عنہ

آخر ہمیں بتلایا تو جائے کہ جس علیؓ کو سارے صحابہؓ کے مقابلے میں شجاع و بہادر اور مردِ میدان کہا جاتا ہے۔ اس علیؓ کا اسم گرامی دور دراز کی اس جنگ، نبی کریمؐ کے آخری سریہ، سریۂ روم اور جیشِ اسامہؓ میں کیوں کہیں نظر نہیں آتا؟ ——— جس وجہ، جس مصلحت اور جس ضرورت سے ان کی جیشِ اسامہؓ میں عدم شرکت اور مدینہ طیبہ میں موجودگی تم پیش کرو گے۔ وہی وجہ، وہی مصلحت اور وہی ضرورت حضرت صدیق اکبرؓ کی مدینہ طیبہ میں موجودگی کی ہماری طرف سے سمجھ لو۔

اور یہ ہم برسبیلِ تنزل کہہ رہے ہیں ورنہ اس سن و سال، اس عالمِ شباب، اس قوت و جوانمردی میں حضرت علیؓ کی جیشِ اسامہؓ میں عدم شرکت حیرت خیز و تعجب انگیز ہے اور خلیفۃ الرسولؐ کی اس پیرانہ سالی، ضعیف العمری اور ناطاقتی و بے قوتی کے عالم میں شام کا کالے کوسوں کا سفر اور پھر شمشیر زنی و تیر افگنی ہوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

جواب ۱۴ یہ بحث تو جیشِ اسامہؓ میں حضرت صدیق اکبرؓ کی مطلق شرکت کے بارے میں حکمِ رسولؐ کے متعلق ہے۔ اب ہم مناظر ملعون کی اس یاوہ گوئی اور خرافات پر بحث کرتے ہیں کہ "نبی کریمؐ نے فرمایا اللہ کی لعنت ہو اس شخص پر جو اسامہؓ کے لشکر سے ہٹ کر واپس آئے"۔ (مناظرۂ بغداد ص ۳۹) ——— مناظر ملعون نے اس بلیسی دعوٰی کیلئے کسی کتاب کا نام تک نہیں لیا البتہ ناشر ملعون نے حاشیہ پر چار کتابوں کے نام لکھے ہیں جن میں سے

(۱) سب سے پہلی کتاب طبقات ابن سعد ہے۔ اس کے مصنف امام ابن سعد رحمۃ اللہ کا سال وفات سنہ ۲۳۰ھ ہے۔

(۲) دوسری تاریخ ابن عساکر ہے۔ حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ کا سن وفات سنہ ۵۷۱ھ ہے۔

(۳) تیسری کنز العمال ہے۔ اس کے مصنف علی متقی الہندیؒ کا سال وفات سنہ ۹۷۵ھ ہے۔

(۴) چوتھی کامل ابن اثیرؒ ہے اُس کے مصنّف علامہ ابن اثیر جزری کا سن وفات ۶۳۰ھ ہے۔ ظاہر ہے کہ چھٹی، ساتویں اور دسویں صدی کے مصنّفین حضرات ناقل ہی ہیں یہ خود روایت نہیں کر سکتے۔

سب سے اول و اقدم امام ابن سعدؒ ہیں جو امام بخاری، امام مسلم حتیٰ کہ امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) رحمہم اللہ سے بھی متقدم ہیں ان کا سالِ وفات ۲۳۰ھ، یہ صاحبِ روایت ہیں یعنی خود حضرات صحابہؓ سے بہ سند روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے تین موقعوں پر یہ واقعہ بہ تفصیل ذکر کیا ہے۔ سند کے ساتھ بھی! اور قَالُوْا کہہ کر بلا سند بھی! اور ہم نے یہ تینوں مقامات مختصراً عرض کر دیئے ہیں۔ ان کو ایک دفعہ پھر مطالعہ کر کے دیکھ لیجئے حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے بارے میں تو حضور نبی کریمؐ کے لعنت کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا مطلق لعنت کا لفظ کہیں بھی موجود و منقول نہیں۔ ورنہ ناشر ملعون نے سب سے اول طبقات ابن سعدؒ کا حوالہ دیا ہے اور یہی طبقات مابعد کی تمام مصنّفات کا مأخذ ہے۔

جب اصل مأخذ میں کہیں لعنت کا لفظ تک موجود نہیں تو قارئینِ کرام خود اندازہ فرما لیں۔ ناقلین حضرات لعنت کا کیا ذکر کریں گے؟

یہ ساری ان کذاب و دجال، دشمنانِ صحابہؓ کے ملعون دل و دماغ کی ایجاد و اختراع ہے۔ جن میں لعنت ہی لعنت بھری ہوئی ہے، جب ان کے اندر لعنت ہے تو زبان اور قلم پر بھی لعنت کا صدور و وُرود رہتا ہے ع

از کوزہ ہماں تراود کہ در اوست!

جواب ۱۵ ہمارا دعوٰی ہے اور دنیا کی کوئی طاقت اسے جھٹلا نہیں سکتی کہ عقل و دلیل کی روشنی میں اللہ کے محبوب و معصوم رسولؐ کا اسامہؓ کے لشکر سے ہٹ کر واپس آنے والوں پر لعنت کرنا ممکن ہی نہیں۔ وہ اس لیے کہ حضور نبی کریمؐ کی دنیوی حیاتِ طیبہ میں جب اسامہؓ کا لشکر روانہ ہی نہیں ہوا تو کسی کے ہٹ کر واپس آنے کا سوال تک پیدا نہیں ہوتا۔ تو نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کس پر لعنت کیا فرمائیں گے؟

معلوم ہو گیا حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے خلاف یہ ساری سبائی ملعونوں کے ملعون دل و دماغ کی مکاری و خداعی اور ریشہ دوانی و دسیسہ کاری ہے۔

اس حقیقت کو خود امام ابن سعد رحمہ اللہ اپنے ایک راوی حضرت ہشامؒ سے جو

فقہائے سبعہ مدینہ کے ایک عظیم فرد حضرت عروہ مشہور تابعی کے صاحبزادے ہیں، یوں نقل کرتے ہیں کہ:۔

وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَّرَ الرَّجُلَ أَعْلَمَهُ وَنَدَبَ النَّاسَ مَعَهُ۔۔۔۔۔۔۔۔ (طبقات ابن سعد جلد ۴ ص ۶۷)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص کو (کسی لشکر کا) امیر بنا تے تھے تو اسے فرما دیتے تھے اور اس کے ساتھ چلنے کی لوگوں کو عام دعوت دیتے تھے۔

خود قرآنِ کریم میں ارشادِ ربانی ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللهِ۔۔۔۔ (سورۃ توبہ ع ص)	اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے جب تمہیں کہا جاتا ہے کہ "اللہ کے راستے میں نکلو"۔۔۔۔۔۔

تو رسولِ کریم کی دعوت عام ہوتی تھی اِنْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللهِ آپ نے نام بنام کبھی کسی کو جہاد میں نکلنے کا حکم نہیں فرمایا، صلی اللہ علیہ وسلم۔

یہ صرف سبائیہ کا خبثِ باطن اور بغضِ صحابہؓ ہے جو ان کے مردود قلوب کی گہرائیوں سے زبان وقلم پر آ رہا ہے کہ "نبی کریم نے (حضرت) ابوبکر اور (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہما) دونوں کو اس لشکر میں شامل کیا"۔ (مناظرہ بغداد ص ۲۸)

سبب ۳ بے ایمان مناظر ملعون نے کہا:۔ "حضور نے (حضرت) اسامہؓ کے لشکر سے تخلف کرنے والوں پر لعنت کی ہے" اور (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے اسامہؓ کے لشکر سے تخلف کیا تھا، تو کیا رسول اللہ کسی مومن پر بھی لعنت کیا کرتے تھے؟ ہرگز نہیں۔ (مناظرہ بغداد ص ۵۹)

جواب ۱ یارِ غارِ رسولؐ، افضل البشر بعد الانبیاءؑ، امام الصحابہؓ بشمول سیدنا علی، سیدنا ابوبکر (رضی اللہ عنہما وعنہم) کے ایمان کی نفی بے ایمان لوگوں کی بہت بڑی جسارت و بیباکی ہے جس کا علاج صحیح اور کامل اسلامی نظام ہے۔ جبکہ اس نوعیت کے ارتکاب پر ان کی گردن ماری جائے گی۔

ہم ذیل میں ایک اور انداز سے جواب دیتے ہیں:۔

(۱) **بیعت** ۱۔ حیرت کا مقام ہے کہ حبِ علیؓ کے یہ ملعون مدعی تو حضرتِ صدیقِ اکبرؓ

کے ایمان کی نفی کرتے ہیں اور سیدنا علیؓ برملا ان کی بیعت کرتے ہیں۔ (اس عنوان سے مفصل بحث خلافت کے باب میں ملاحظہ ہو)

(۲) **نماز میں اقتداء:-** اب ہم محبتِ علیؓ کے جھوٹے مدعیان کی مستند و معتمد کتب سے وہ حوالے پیش کریں گے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی نے نمازوں میں خلیفۃ الرسولؐ کی اقتداء کی۔ رضی اللہ عنہم

(۱) تیسری صدی ہجری کے مشہور و معروف مجتہد و مفسر علی بن ابراہیم قمی کی تفسیر قمی ص۲۹۵

(۲) شیخ الطائفہ طوسی کی تلخیص الشافی، طبع قدیم ص۳۵۴

(۳) مشہور و مسلّم مجتہد علامہ طبرسی کی احتجاجِ طبرسی مطبوعہ تہران ص۵۳

(۴) پہلی صدی ہجری کے سلیم بن قیس عامری کی کتاب سلیم بن قیس العامری مطبوعہ نجف ص۲۲۴

(۵) گیارہویں صدی کے مسلّم مجتہد ملّا باقر مجلسی کی مراۃ العقول شرح اصول کافی ص۳۸۸

اس مضمون کے حوالے بھی سبائی کتب میں اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا احاطہ مشکل ہے۔ ہمارے دعویٰ کے ثبوت کے لیے یہی پانچ حوالے کافی ہیں۔

ع دوا شک بھی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں

سوال یہ ہے کہ کیا ایک نامسلمان کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے؟ اور کیا سیدنا حضرت علیؓ ایسے امام الاولیاء اور سید المتقین معاذ اللہ ایک کافر کے پیچھے برسوں نمازیں پڑھتے رہے؟

(۳) **باہم رشتہ داریاں:-** حضرت خلیفۃ الرسولؐ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے خاندانی روابط اور رشتے بہت سے ہیں جن کا لکھنا باعثِ طوالت ہوگا۔ ہم اس باب میں صرف ایک رشتہ عرض کریں گے جس سے ثابت ہو جائے گا کہ نہ صرف ان دو اکابرِ امت و عمائدِ ملت میں باہمی محبت و اخوت تھی بلکہ یہ اخوت و یگانگت سردو اساطینِ امت کی نسل میں باقی رہی۔

(۱) ان کے چوٹی کے محدث کلینی نے اصولِ کافی مولد سیدنا جعفر صادقؒ میں

(۲) شارح اصول کافی فاضل خلیل قزوینی نے الصافی شرح کافی میں

(۳) علی بن عیسیٰ اربلی (م ۶۸۷ھ) نے کشف الغمہ جلد ۲ ص۳۷۸ طبع تہران میں

(۴) سید جمال الدین ابن عنبہ نے عمدۃ الطالب ص۱۹۵ مطبوعہ نجف (عراق) میں

(۵) عبداللہ مامقانی نے تنقیح المقال مطبوعہ نجف ص۴۳ میں اور

(۶) شیخ عباس قمی نے منتہی الآمال جلد ۲ ص ۱۲۰، مطبوعہ تہران میں اس حقیقت کا اظہار و اعلان کیا ہے کہ:-

سیدنا محمد باقر کے صاحبزادے سیدنا جعفر صادق رحمہما اللہ کی والدہ محترمہ اُمِّ فروہ ہیں، یہ خلیفۃ الرسول حضرت صدیق اکبرؓ کے پوتے قاسم بن محمد کی صاحبزادی ہیں۔ رضی اللہ عنہم

دوسرا رشتہ صدیق اکبرؓ سے یہ ہے کہ ام فروہ کی ماں حضرت اسماء حضرت ابوبکرؓ کی پوتی ہیں یہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکرؓ کی صاحبزادی ہیں۔

اسی لیے سیدنا جعفر صادق رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ:- وَلَدَنِی الصِّدِّیقُ مَرَّتَیْنِ[1] یعنی (حضرت) ابوبکر صدیقؓ نے مجھے دو بار جنا ہے، مقصد یہ ہے کہ صدیق اکبرؓ میرے دو طرح سے نانا ہوتے ہیں۔

ذیل کے شجرہ سے یہ صورت سمجھ میں آجائے گی۔

حضرت محمدؐ رسول اللہ

حضرت صدیق اکبرؓ	حضرت فاطمۃ الزہراؓ	حضرت صدیق اکبرؓ
حضرت عبدالرحمٰنؓ	حضرت حسینؓ	حضرت محمدؒ
حضرت اسماءؒ	حضرت علیؓ بن حسینؓ	حضرت قاسمؒ
حضرت ام فروہؒ	حضرت محمد باقرؒ	حضرت ام فروہؒ

حضرت جعفر صادقؒ
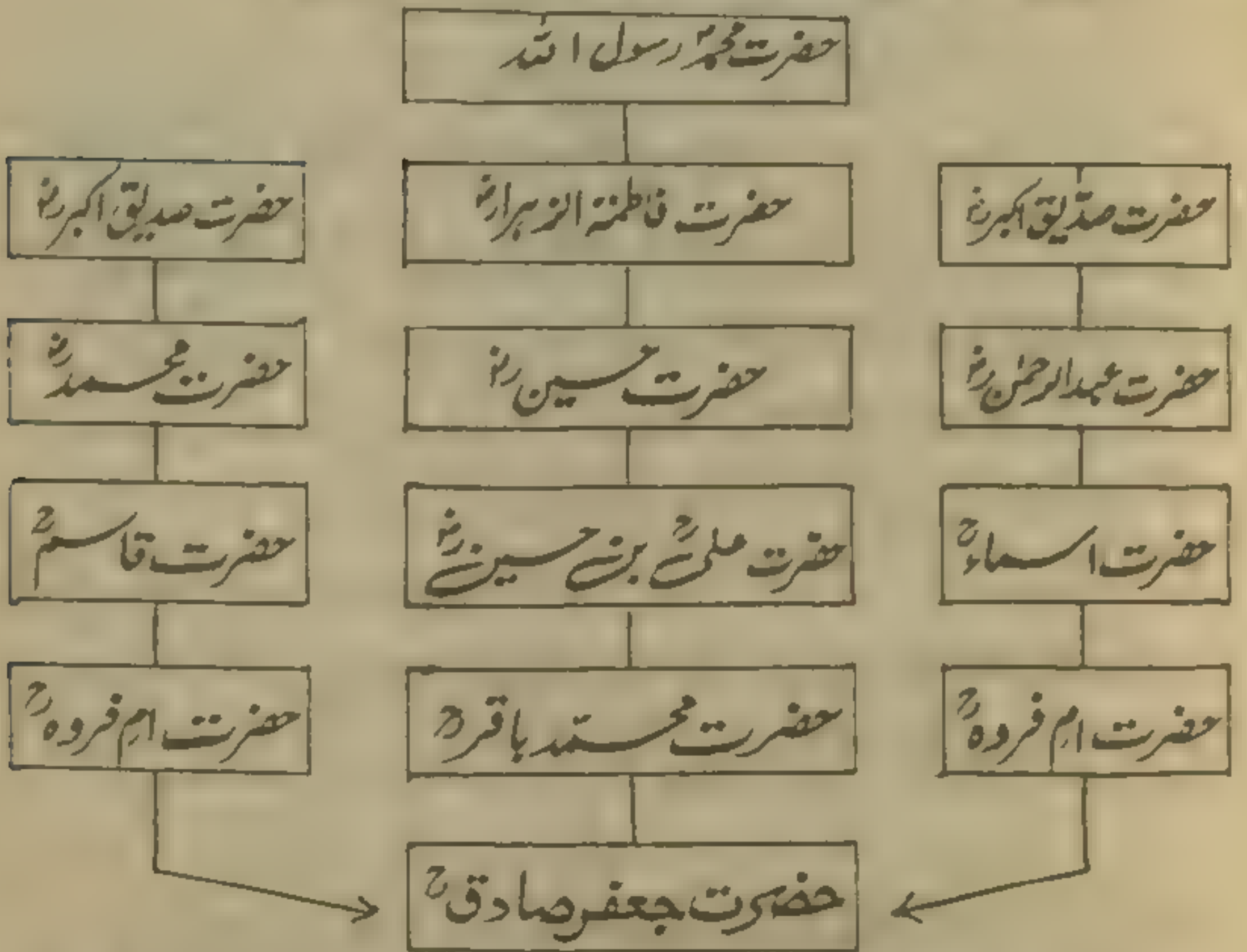
جہاں سیدنا جعفر صادق رحمہ اللہ ایک واسطے سے نبی کریمؐ کی اولاد ہیں وہاں صدیق اکبرؓ کی دو واسطوں سے اولاد ہیں۔ اسی لیے تو فرمایا:- وَلَدَنِی الصِّدِّیقُ مَرَّتَیْنِ.

---

[1] صافی شرح اصول کافی ص ۱۹۴، کشف الغمہ ص ۲۱۵، احتجاج طبرسی ص ۲۰۵، جلاء العیون ص ۲۴۹، احقاق الحق ص

غور فرمایئے! سیدنا جعفر صادق رحمہ اللہ دو واسطوں سے اولادِ صدیق ؓ ہونے پر فخر فرما رہے ہیں، مگر ایک یہ ملعون مردود جھوٹے مدعیانِ محبتِ "اہلِ بیت" ہیں، جو خلیفۃ رسول صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مطلق ایمان تک کے قائل نہیں۔ تو کیا معاذ اللہ ثم معاذ اللہ سیدنا جعفر صادق رحمہ اللہ ایک نامسلمان کی اولاد ہونے پر اظہارِ فخر و ناز فرما رہے ہیں ؎

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغِ قبلہ نما آشیانے میں

(۴) اولادِ علیؓ میں حضرت ابوبکرؓ کا نام! اب دیکھئے کہ سیدنا علی بعد آلِ علی کے نام حضرت ابوبکرؓ کے نام پر رکھے گئے ہیں، رضی اللہ عنہم۔

یہ بات نہ صرف باہمی محبت و الفت پر بلکہ حسن عقیدت پر واضح طور سے دلالت کرتی ہے، ملاحظہ فرمایئے مشہور سبائی مصنفین کی معروف کتب!

① اولادِ علیؓ :-

(۱) ابوالفرج اصفہانی (م ۳۵۶ھ) کی کتاب مقاتل الطالبین طبع تہران ص ۲۴

(۲) شیخ مفید (م ۴۱۳ھ) کی کتاب الارشاد مطبوعہ تہران ص ۱۶۸

(۳) علی بن عیسیٰ اربلی کی شہرہ آفاق تالیف کشف الغمہ مصنفہ ۶۹۶ھ باب ذکر اولاد امیر المومنینؓ

(۴) گیارہویں صدی کے مجتہد ملا باقر مجلسی کی جلاء العیون مطبوعہ تہران ص ۴۰۵

واضح ہو کہ مقاتل الطالبین، کتاب الارشاد اور جلاء العیون میں حضرت ابوبکرؓ بن علیؓ کو شہدائے کربلا میں شمار کیا گیا ہے۔

② اولادِ حسنؓ :- اب ملاحظہ فرمایئے کہ سیدنا حسنؓ نے بھی اپنی اولاد کا نام ابوبکر رکھا۔

(۱) مشہور سبائی مؤرخ کی شہرہ آفاق تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۲۲۸ طبع بیروت

(۲) علامہ اربلی کی کشف الغمہ جلد ۲ ص ۱۵۸

(۳) شیخ عباس قمی کی منتہی الآمال جلد ا فصل ۶ در ذکر اولاد حضرت حسنؓ

③ اولادِ حسینؓ :- اب سیدنا حسینؓ کی اولاد میں حضرت ابوبکرؓ کا نام ملاحظہ ہو :-

(۱) مشہور سبائی مؤرخ مسعودی (م ۳۴۵ھ) کی "التنبیہ والاشراف" ص ۲۶۳

④ اولادِ موسیٰ کاظمؒ :- اب سیدنا موسیٰ کاظمؒ کی اولاد میں ابوبکرؓ کا نام ملاحظہ ہو :-

(۱) فاضل اربلی کی کشف الغمہ جلد ۲ ص۲۱ تذکرہ موسیٰ کاظم رحمہ اللہ[1]

سیدنا علی و اولادِ علی رضی اللہ عنہم کو حضرت خلیفۃ الرسولؐ رضی اللہ عنہ سے بدرجۂ کمال الفت و محبت بلکہ عقیدت تھی کہ اپنے پیارے بچوں کا نام ان کے نام نامی اسم گرامی پر ابوبکر رکھا، ادھر بے دین و دشمنِ ایمان سبائی اس ذاتِ گرامی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ ہدفِ لعنت اور نشانۂ کذب و تکفیر بناتے ہیں، کوئی ان لعینوں سے پوچھے کہ کیا ان حضرات نے اپنی پیاری اولاد کے نام معاذ اللہ ملعونین و کفار کے نام پر رکھے تھے؟ کیا ان کو مسلمانوں کے نام میں سے کوئی نام نہیں ملتا تھا؟

یا خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم نے جس طرح خلافت، فدک، ناموس و آبرو (العیاذ باللہ) ظلم و جبر سے غصب کر لی تھی، ان حضرات کی اولاد کے نام بھی یہ جبر و ظلم اپنے نام پر رکھائے تھے؟ کیا اس نوعیت کا ظلم کبھی کسی نے سنا؟

ایک سوال

اگر کوئی کج فہم و بد دماغ سبائی یہ کہے کہ نام میں کیا رکھا ہے؟ جو چاہا رکھ لیا! ——— تو ہم عرض کریں گے تم بھی اپنی اولاد کے نام یہ کیا ضروری ہے کہ غلام علی، حسین بخش، غلام عباس رکھو، کوئی غلام یزید کوئی زیاد بخش اور کوئی غلام شمر رکھ لے، آخر نام میں کیا رکھا ہے؟ جو چاہا رکھ لیا!

---

[1] سب ص۲ کے جواب میں بیعت، نماز میں اقتدا وغیرہ، (۱) دعلیؓ میں حضرت ابوبکرؓ کا نام کمک چار عنوانے سے ہم نے جو بحث کی ہے اس میں مندرجہ تمام حوالے فاضل مصنف حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہٗ محمدی شریف (ضلع جھنگ) کی نہایت مفید تالیف "رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ" حصہ اول سے ماخوذ ہیں جس کے لیے ہم بصمیم قلب ان کے شکر گذار بھی ہیں اور دعا گو بھی۔ (بخاری)

(۵)

امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمرؓ فاروقِ اعظم

کے خلاف ہفوات و خرافات

طعن ۱
بغیض و لعین مناظر کہتا ہے کہ :-
جب حضرت پیغمبر نے عبد اللہ بن ابی پر نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو عمر نے نہایت سخت و تند لہجے میں مخالفت کی یہاں تک کہ حضورؐ کو اذیت پہنچی ۔ "(مناظرہ بغداد" ص۸۲)

جواب ۱
عبد اللہ بن ابی بانئ نفاق امت رئیس المنافقین تھا ۔ اس کی اسلام دشمنی و عداوتِ رسولؐ و یارانِ رسولؐ کی داستانیں کون نہیں جانتا ۔ اس کے باوجود حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرِ رحمت میں طوفان و تلاطم کی بنا پر اس مردودِ ازلی کا جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا سہ

جب ان کا بحرِ رحمت موجزن ہو
تو پھر نا آشنا کیا ! آشنا کیا !

تو حضرتؐ کے اس ارادہ پر غیرتِ مجسم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غیرتِ ایمانی میں جوش آگیا اور آپ نے بارگاہِ نبوت میں عرض کیا یا رسول اللہ !

أَتُصَلِّي عَلَيْهِ وَهُوَ مُنَافِقٌ[۱] — کیا آپ اس (لعین) پر نمازِ جنازہ پڑھتے ہیں حالانکہ وہ منافق ہے ۔

دوسری روایت میں ہے کہ عرض کیا آپ اس پر نماز پڑھتے ہیں اور اس نے فلاں فلاں دن یہ یہ کہا ۔ (اور یہ کیا) [۲]

اہلِ انصاف غور فرمائیں کہ حضرت عمرؓ کے لہجے میں غایت درجہ سختی و تندی کا کوئی نام و نشان بھی کہیں موجود ہے ؟ نہ انہوں نے مخالفت کی البتہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[۱] "صحیح بخاری" کتاب التفسیر باب قولہ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ ..... [۲] ایضاً

سے اختلاف رائے کا اظہار ضرور کیا مگر اس اختلاف کا منشا بھی غیرتِ دینی ہے۔ اور بعض
ی اللہ عنہ عرض کیا یا رسول اللہ یہ بے ایمان منافق ہے اس کے یہ کرتوت ہیں، آپ اس
منافق کی نماز پڑھتے ہیں۔

جواب ۲ حیرت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بغض و عناد میں یہ لوگ کیا کیا افترا کرتے اور بہتان باندھتے ہیں۔ "یہاں تک کہ حضورؐ کو اذیت پہنچی" بھلا سارے واقعہ میں "حضورؐ کو اذیت پہنچنے" پہنچانے کا کہیں کوئی ذکر بھی ہے؟ اگر کہیں ہے تو پیش کرو۔

جواب ۳ حضرت عمرؓ غیرتِ مجسم، غیرتِ دین اور بغض للہ فی اللہ کی وجہ سے نبی کریمؐ کی خدمت میں عرض معروض کر رہے ہیں۔ اور اس ملعون کے کرتوت گن رہے ہیں جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبسم فرماتے ہیں فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (صحیح بخاری، باب قولہ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ) کیا تبسم اذیت پہنچنے پر کیا جاتا ہے؟

جواب ۴ نبی کریمؐ کے تبسم فرمانے سے ثابت ہوگیا کہ آپ کو اذیت نہیں پہنچی، ہاں منافقینِ عصرِ حاضر کو اذیت ضرور پہنچی کہ حضرت عمرؓ نے ان کے مورثِ اعلیٰ، رئیس المنافقین کا جنازہ نہ پڑھنے کی درخواست بارگاہِ نبوت میں کی تھی جس سے منافقینِ امت کو تکلیف ہوئی۔

جواب ۵ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ کردار انتہائی حسین کردار ہے۔ مگر ان کے حسن و جمالِ سیرت کا نظارہ کرنے کے لیے بھی ایمانی قوت و بصیرت کی ضرورت ہے، بے ایمان اور شپرہ چشم لوگ حسن و جمالِ سیرتِ فاروقی کے جلوے کیا خاک دیکھیں گے؟ ؎

آنکھوں والا تیرے جوبن کا تماشہ دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر؟ کیا دیکھے؟

جواب ۶ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے اس موقع پر حسنِ کردار اور جمالِ سیرت کا ثبوت یہ ہے کہ خود اللہ رب العزت نے ان کی موافقت فرمائی اور اللہ کے محبوب و معصوم رسولؐ کے نماز سے فارغ ہوتے کے فوراً بعد وحی آئی اور اللہ تعالیٰ نے وہی فرمایا جو فاروقِ اعظمؓ نے عرض کیا تھا، صحیح بخاری کی روایت کے الفاظ ہیں:۔
(کتاب التفسیر باب قولہ وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ کر پھرے فَلَمْ يَمْكُثْ اِلَّا يَسِيْرًا، آپ تھوڑی سی دیر ٹھہرے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے

وحی نازل فرمائی۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ○

(سورۂ توبہ رکوع ۱۱)

اور ان میں سے کوئی مر جائے تو اس کے جنازہ پر کبھی نماز نہ پڑھئے، اور اس کی قبر پر (بھی) کھڑے نہ ہوں، بیشک انہوں نے اللہ اور رسولؐ کے ساتھ کفر کیا۔ اور وہ حالتِ (کفر و فسق ہی میں مرے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ دو منٹ بعد اللہ تعالیٰ نے وہی کچھ نازل کیا جو دو منٹ پہلے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا تھا، تو فرمائیے! کیا وحی الٰہی سے بھی حضورؐ کو اذیت پہنچی؟! لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ:

حقیقتِ ثابتہ سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے جنازہ نہ پڑھنے پڑھانے کی درخواست بارگاہِ نبوت میں پیش کرنے سے دو حقائق واضح طور پر سامنے آگئے۔

(۱) ایک تو یہ کہ سیدنا عمرؓ کے قلبِ اطہر میں منافقوں کے خلاف بے پناہ جوش و خروش اور جذبہ و ولولہ ہے جس کی بنا پر آپ ان کے لیے نبی کریم رحمۃ للعالمینؐ کی دعا مغفرت برداشت نہ کر سکے اور اللہ کے محبوب و معصوم رسولؐ کو اس سے روکنے کی کوشش کی، گو وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے، اور نبیؐ رحمت کا جذبۂ رحمت، ان کے جوش و خروشِ غیرت پر غالب آیا اور آپ نے اس رئیس المنافقین کا جنازہ پڑھ ہی دیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ تاہم حضرت عمرؓ کا کفر و نفاق سے بغض و عنادِ فراواں ظاہر ہو گیا ؎

گو نالہ نارسا ہو نہ ہو آہ میں اثر!

میں نے تو درگذر نہ کی، جو مجھ سے ہو سکا

(۲) دوسری یہ حقیقت عیاں ہو کر سامنے آگئی کہ غیرت مجسم سیدنا عمرؓ کے اس حسین و جمیل کردار پر انہیں مطعون کرنے والے ملعون عناصر شیعہ منافق ہیں جنہیں سیدنا عمرؓ کی غیرتِ دینی کے اس مظاہرہ سے شدید قلبی صدمہ پہنچا کہ ان کے مورثِ اعلیٰ کی نماز جنازہ پڑھنے سے حضرت عمرؓ نے کیوں روکا؟ ان کا قلبی روگ، نفاق ظاہر ہو کر باہر آگیا۔ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ۔ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا۔ (سورۂ کہف)

ایمانِ حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ

طعن ۲: بے ایمان مناظر نے کہا۔ حضرت عمرؓ کے مومن نہ ہونے کی دلیلیں بہت کچھ ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ انہوں نے اپنے مومن نہ ہونے کا خود اعتراف کیا ہے کہ جس طرح حضرت محمدؐ کی نبوت میں حدیبیہ کے دن مجھے شک ہوا۔ اس قسم کا شک پہلے کبھی نہیں ہوا۔ میں سوال کرتا ہوں کہ حضرت محمدؐ کی نبوت میں شک کرنے والے کو مومن کہا جا سکتا ہے؟ ("مناظرہ بغداد" صفحہ ۶)

مترجم ملعون لکھتا ہے۔ "جب حضرت پیغمبرؐ نے حدیبیہ کے مقام پر شرائط کے ساتھ مشرکین مکہ سے صلح کر لی تھی، تو حضرت عمرؓ چونکہ اس صلح کے خلاف تھے، لہٰذا انہوں نے یہ الفاظ کہے تھے کہ محمدؐ کی نبوت میں پہلے اس قسم کا شک مجھے کبھی لاحق نہیں ہوا جیسا کہ آج ہوا۔ ("روضۃ الاحباب" صفحہ ۲۴)

جواب ۱: غور فرمائیے! اتنا بڑا الزام!! اور مناظر ملعون نے تو کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ مترجم ملعون حوالہ دیتا ہے مگر نہ قرآن کا، نہ حدیث کی کسی درجہ اول کی کتاب کا! نہ درجہ دوم اور نہ درجہ سوم کی کسی کتاب کا! پھر سیرت کی کسی معروف و متداول کتاب کا بھی نہیں۔ حوالہ دیا تو روضۃ الاحباب کا! جس کی اوقات ہی کیا ہے؟ اور جس کی اس قسم کی بات کی کیا قیمت ہو سکتی ہے؟ پھر محض بے اصل خرافات ہے، جس کی اصل نہ نقل، روایت نہ سند، نہ راویوں کا اتہ پتہ، گویا بالکل بے باپ کی بات ہے۔ جس کے باپ کا پتہ! نہ دادا کا، پھر ایسی بے اصل و بے نسل خرافات! اور اعتراض و طعن سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ ایسی اسلام کی متاعِ گرانمایہ پر! پھر طعن کوئی معمولی بھی نہ۔ کفر کا! لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔

کہاں سیدنا حضرت عمرؓ کی عظیم شخصیت! کہ اگر کسی صحیح روایت میں انکے خلاف اس قسم کی کوئی بات ہو تو اس کی تاویل کی جائے گی۔ اگر تاویل کے تمام دروازے بند ہوں گے تو روایت کو رد کر دیا جائے گا۔ اور کہاں گرے پڑے لوگوں کا یہ کرتوت! کہ کسی عام کتاب میں بے سند و بے اصل خرافات کو لے کر فاروقِ اعظمؓ کے ایمان کی نفی کرتے ہیں۔

کتنے ظالم ہیں یہ بے ایمان ۔

جواب ۲ | اب ذرہ وہ حالات مطالعہ فرمائیے جن میں غیرتِ مجسم حضرت عمرؓ نے بارگاہِ نبوت میں کچھ عرض معروض کیا، کیا عرض کیا، یہ ہم بعد میں بتائیں گے ۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ (م ۲۳۰ھ) رقمطراز ہیں :۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذی قعدہ ۶ھ میں عمرہ ادا کرنے کے لیے مدینہ سے مکہ روانہ ہوئے ۔ چودہ سو یا پندرہ سو یا سولہ سو صحابہ کرامؓ بھی آپ کے ساتھ تھے، جب مکہ سے نو میل کے فاصلہ پر حدیبیہ میں پہنچے، تو آپ کو معلوم ہوا کہ قریش مکہ نے آپ سے لڑنے کی تیاریاں کر لی ہیں اور وہ آپ کو بیت اللہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے، آپ نے فرمایا ہم کسی سے لڑنے کے لیے نہیں آئے، ہم تو بیت اللہ کے طواف کیلئے آئے ہیں۔[۱]

مسلسل اشتعال انگیزیاں نبی کریمؐ نے گفتگوئے مصالحت کے لیے حضرت عثمانؓ کو قریش مکہ کے پاس بھیجا، قریش نے پہلے عروہ بن مسعود کو اور پھر سہیل بن عمرو کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ صلح کی بات چیت ہوتی رہی۔ سہیل نے نے کہا صلح نامہ لکھا جائے، نبی کریمؐ نے کاتب (حضرت علیؓ) کو بلایا اور فرمایا، لکھو!

بسم اللہ الرحمن الرحیم، سہیل نے کہا رحمٰن ما ادری ما ھو میں نہیں جانتا وہ کیا ہے۔ بلکہ باسمک اللھم لکھو جیسا کہ تم لکھا کرتے تھے ۔

فَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ وَاللّٰهِ لَا نَكْتُبُهَا اِلَّا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	صحابہ کرامؓ نے کہا خدا کی قسم ہم بسم اللہ الرحمن الرحیم ہی لکھیں گے ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت علیؓ سے) فرمایا باسمک اللھم لکھو، پھر فرمایا لکھو

ھٰذَا مَا قَاضَ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ یعنی یہ وہ معاہدہ ہے جسے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے منظور فرمایا۔ اس پر سہیل نے کہا خدا کی قسم! اگر ہم آپ کو رسول اللہ جانتے تو آپ کو بیت اللہ سے کیوں روکتے اور آپ سے کیوں لڑتے ۔ آپ صرف محمد بن عبداللہ لکھیے۔ نبی کریمؐ نے فرمایا۔ خدا کی قسم! میں اللہ کا رسول ہوں گو تم میری تکذیب کرتے ہو۔ فرمایا محمد بن عبداللہ لکھو، سہیل نے کہا اگر ہمارا کوئی شخص آپ کے

---

[۱] طبقات ابن سعد جلد ۲ صفحہ ۹۵-۹۶ ذکر غزوہ حدیبیہ

پاس آئے گا گو وہ مسلمان ہو آپ اسے ہماری طرف واپس کریں گے۔ صحابۂ کرامؓ نے کہا۔
سُبْحَانَ اللهِ، كَيْفَ يُرَدُّ إِلَى الْمُشْرِكِينَ وَقَدْ جَاءَ مُسْلِماً، سبحان اللہ، جو
مسلمان ہو کر ہمارے پاس آئے گا وہ کیسے مشرکین کو واپس کیا جائے گا؟

اسی لمحے، کتابتِ معاہدہ کے دوران اسی سہیل بن عمرو کے صاحبزادے ابو جندلؓ
(جو مسلمان ہو چکے تھے اور باپ نے انہیں پابہ زنجیر قید میں ڈال رکھا تھا) پاؤں میں
بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں اور کسی طرح مکّہ سے یہاں پہنچ گئے حتّٰی رمیٰ بِنَفْسِهٖ بَيْنَ
أَظْهُرِ الْمُسْلِمِينَ اور اپنے آپ کو مسلمانوں یعنی صحابۂ کرامؓ کے سامنے ڈال دیا۔

سہیل نے فوراً اس کی واپسی کا مطالبہ کر دیا۔ نبی کریمؐ نے کئی بار اسے ابو جندلؓ کو
یہاں رہنے دینے کے متعلق فرمایا مگر جب وہ نہ مانا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مجبوراً
منظور کرنا پڑا۔ اُدھر ابو جندلؓ کو مشرکین نے اس قدر مارا تھا کہ ان کا سارا وجود زخمی
تھا۔ ابو جندلؓ نے فریاد کی:۔ أَيْ مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ أُرَدُّ إِلَى الْمُشْرِكِينَ وَقَدْ جِئْتُ مُسْلِماً أَلَا تَرَوْنَ مَا لَقِيتُ؟ وَكَانَ قَدْ عُذِّبَ عَذَاباً شَدِيداً فِي اللهِ،

اے برادرانِ اسلام! میں مسلمان ہو کر آیا ہوں کیا پھر مجھ کو مشرکین کے حوالہ کرتے ہو؟ مجھے ان سے جو تکلیف پہنچی ہے کیا تم وہ نہیں دیکھ رہے؟ اور اسے اللہ کی راہ میں عذابِ شدید میں مبتلا کیا گیا تھا۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں اس پر میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا
اور عرض کیا کیا آپ اللہ کے نبی برحق نہیں؟ فرمایا ہوں۔ پھر میں نے عرض کیا:۔
أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَعَدُوُّنَا عَلَى الْبَاطِلِ؟ قَالَ بَلَى، قُلْتُ فَلِمَ نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِي دِينِنَا[1]

کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں؟ فرمایا ہاں! پھر میں نے کہا پھر ہم دین میں یہ کمزوری کیوں گوارا کریں؟

حضرت عمرؓ کا عرض و معروض

صحیح بخاری ہی میں ایک اور جگہ بارگاہِ نبوت میں حضرت عمرؓ کا عرض و معروض مروی ہے ملاحظہ ہو:۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد۔۔۔۔ و صحیح مسلم، کتاب الجہاد۔

عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا ہم حق پر اور وہ (مشرکین) باطل پر نہیں؟ فرمایا ہاں! عرض کیا کیا ہمارے مقتول جنت میں اور ان کے جہنم میں نہیں؟ فرمایا، ہاں ہیں۔ عرض کیا تو پھر ہم کس بناء پر دین میں ذلت و پستی گوارا کر کے صلح کریں؟ وَنَرْجِعُ وَلَمْ یَحْکُمِ اللّٰہُ بَیْنَنَا۔ اور ہم لوٹ جائیں حالانکہ خدا نے ہمارے درمیان کوئی فیصلہ نہیں فرمایا۔ (صحیح بخاری کتاب التفسیر، سورہ فتح)

صحیح مسلم کتاب الجہاد باب غزوۃ الحدیبیہ میں بھی یہ روایت ہے۔

حضرت عمرؓ کے عرض معروض کا منشاء و مقصد

ہم نے مختصر طور پر صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے صلح حدیبیہ اور بعض شرائطِ صلح عرض کر دی ہیں، ایک بار پھر اس روداد کو ملاحظہ کیجئے اور اندازہ کیجئے مشرکینِ مکہ کی اشتعال انگیزی اور اشتعال انگیزی پر اشتعال انگیزی کا!

(۱) معاہدہ کے سرِ عنوان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے پر اعتراض کیا اور گستاخی یہ کی کہ ہم نہیں جانتے رحمٰن کون ہے۔ پرانے دستور کے مطابق باسمک اللّٰہم لکھو اس پر صحابہ کرام میں اشتعال پیدا ہوا اور انہوں نے کہا خدا کی قسم! ہم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہی لکھیں گے۔

(۲) پھر جب عہد نامہ کے فریق کے طور پر محمد رسول اللہ لکھا گیا تو اس پر اعتراض کیا اور آخر لکھا ہوا محمد رسول اللہ کا لفظ کٹوا کے رہے۔

(۳) پھر یہ ہیل شرطیہ پیش کی کہ اگر ہمارا کوئی شخص خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو تمہارے پاس آئے گا تو تمہیں واپس کرنا ہوگا اور اگر تمہارا کوئی آدمی ہمارے پاس آ گیا تو ہم واپس نہیں کریں گے۔

اس نامعقول اور غیر عادلانہ شرط سے صحابہ کرامؓ کا پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا اور وہ انتہائی غضبناک ہو گئے، صحیح بخاری کے الفاظ ہیں:-

فَکَرِہَ الْمُؤْمِنُوْنَ ذٰلِکَ وَامْتَعَضُوْا مِنْہُ۔	پس مسلمانوں نے (صحابہ کرامؓ نے) اسے انتہائی ناپسند کیا اور اس سے سخت غضبناک ہوئے۔
(کتاب الشروط، پہلی حدیث)	

حقیقت یہ ہے کہ غیرتِ ایمانی اور جوشِ اسلامی کے جذبات کے تحت بظاہر

ان غیر منصفانہ اور غیر مساوی شرائط پر حضرات صحابہؓ انتہائی مشتعل تھے۔ بجز عین موقع پر
مظلوم و مجروح حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کی فریاد اور ان کی واپسی نے جلتی پر تیل کا
کام کیا، تمام صحابہؓ تڑپ اٹھے، ان کے اضطراب و التہاب کی کوئی حد نہ رہی، سب کے
سب سیماب وار بیقرار تھے، اور درحقیقت یہ لمحہ صحابہ کرامؓ کی محبت و اطاعتِ رسولؐ کا
سخت اور شدید امتحان تھا جس میں حضراتِ صحابہ بفضلہٖ تعالیٰ سوا سولہ آنے پورے
اترے۔ رضی اللہ عنہم

جواب ۳ دینی غیرت اور اسلامی حمیت کے جوش سے سارے حضرات صحابہؓ بیخود و
سرشار تھے، لیکن غیرت مجسّم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ضبط نہ ہو سکا اور
آپ اسی دینی غیرت کے جذبہ سے مجبور ہو کر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض و
معروض کی جرأت کی۔

جواب ۴ سیدنا عمرؓ کے بارگاہِ نبوت میں عرض و معروض کے ایک ایک لفظ کو دیکھو،
اس سے دینی غیرت اور بظاہر دب کر صلح کرنے کے مقابلہ میں جہاد کا
داعیہ اور جذبہ اور جوشِ فراواں پایا جاتا ہے جو درحقیقت ان کے حسنِ کردار اور جمالِ سیرت
کا مظہر و غماز ہے۔ دیدۂ دشمن کو حسن بھی عیب نظر آتا ہے، مگر اس سے حسن و جمال اور
فضل و کمال میں کوئی فرق نہیں پڑتا ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ؟

جواب ۵ اور حضرت علیؓ دشمنانِ صحابہؓ کی سیدنا حضرت عمرؓ کی بارگاہِ نبوت
میں قیل و قال پر تو نظر جا پڑی مگر یہ اندھے
سیدنا حضرت علیؓ کے انکارِ حکمِ رسولؐ کو نہ دیکھ سکے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ جب عہدنامہ لکھا جانے لگا تو لکھا ھٰذا ما قاضی
علیہ محمد رسول اللہ مشرکینِ مکہ نے کہا ہم نہیں مانتے اگر ہم جانتے کہ
آپ اللہ کے رسول ہیں تو آپ کو منع نہ کرتے۔ آپ تو محمد بن عبداللہ ہیں
آپ نے فرمایا میں رسول اللہ ہوں اور میں محمد بن عبداللہ ہوں۔ پھر آپ نے
(حضرت) علیؓ سے فرمایا۔

امح "رَسُول اللهِ" قَالَ عَلِیٌّ لَا وَاللهِ لَا اَمْحُوكَ اَبَدًا۔ (کتاب المغازی۔ باب عمرۃ القضاء)

رسول اللہ (کا لفظ) مٹا دو، حضرت علیؓ نے کہا خدا کی قسم میں آپ کا اسم گرامی کبھی نہیں مٹاؤں گا، اس پر آپ نے عہد نامہ لے کر خود لکھ دیا ھٰذا ما قضیٰ محمّد بن عبد اللہ۔

غور فرمائیے! حضرت علیؓ سے زیادہ نبی کریمؐ کا مطیع و اطاعت شعار کون ہوگا؟ مگر یہاں آپ کے غیر مبہم حکم کا صاف انکار کر رہے ہیں۔ یہ محبت کے کرشمے ہیں۔ محبت کی دنیا ہی نرالی ہے ع۔ اس میں دو چار بہت "سخت مقام" آتے ہیں۔ اس انکار کی وجہ وہی "سخت مقام" ہے۔ اور یہی "سخت مقام" حضرت عمرؓ کو بھی پیش آیا، دینی محبت اور اسلامی غیرت ہی کے ہاتھوں مجبور ہو کر آپ نے بارگاہِ نبوت میں عرض کیا، جو عرض کیا۔ اور در حقیقت صلح حدیبیہ کا پورا واقعہ حضرات یارانؓ رسولؐ کے لیے "سخت مقام" تھا جس میں یہ سب حضرات بعونہٖ و بفضلہٖ تعالےٰ کامیاب اُترے، رضی اللہ عنہم۔

رہروانِ رہِ الفت کا خدا حافظ ہے
اس میں دو چار بہت سخت مقام آتے ہیں

جواب ۶ ملعون عناصر گھروں میں بیٹھے بھنگ کے پیالے پی پی کر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن و اعتراض کرتے ہیں، انہیں کیا معلوم کہ کن حالات میں صحابۂ کرامؓ نے یہ کہا یا کیا۔

جس آتشیں و سنگین ماحول سے مشتعل ہو کر سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ نبوت میں عرض و معروض کیا اس کی سنگینی کا اندازہ کچھ اس حقیقت سے لگایا جا سکتا ہے کہ:-

کتابتِ عہد نامہ سے فارغ ہونے کے بعد نبی کریمؐ نے اونٹ قربان کئے اور سر مبارک کے بال منڈوائے، جب صحابۂ کرامؓ نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی قربانی کی۔

وَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَحْلِقُ بَعْضًا حَتّٰى كَادَ بَعْضُهُمْ يَقْتُلُ بَعْضًا غَمًّا۔ (صحیح بخاری، کتاب الشروط باب شروط فی الجہاد)

اور بعض بعض کا سر مونڈنے لگے۔ یہاں تک کہ خطرہ تھا کہ غم کے مارے بعض بعض کو قتل کر دیں۔

اس روایت سے حضرات صحابہؓ کے غم والم اور جوش وجذبہ کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے۔
اس جوشِ ایمانی اور غیرتِ اسلامی سے مجبور ہو کر حضرت عمرؓ نے اللہ کے محبوب ومعصوم رسول سے بات چیت کی۔ صلی اللہ علیہ وسلم

جواب ۷ مترجم ملعون لکھتا ہے حضرت عمرؓ چونکہ اس صلح کے خلاف تھے۔(صلے)
حضرت عمرؓ اس صلح کے خلاف بھی تھے اور صلح نامہ پر دستخط بھی کئے۔
امام ابنِ سعد رحمہ اللہ لکھتے ہیں :۔ صلح نامہ لکھا گیا تو :۔

شَهِدَ اَبُوْ بَكْرٍ وَعمر بن الخطاب وعبدالرحمن بن عوف	حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت

عثمان بن عفان، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح، حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم نے بطور گواہ دستخط کئے اور حضرت علیؓ کاتب تھے۔ (طبقات ابن سعد جلد ۲ ص۹۷۔ غزوہ صدیبیہ)
کیا شاہد اور گواہ بھی کبھی مخالف ہوتے ہیں؟ وہ تو مصدق اور مؤید ہوتے ہیں۔

جواب ۸ سیدنا فاروقِ اعظمؓ کے جذباتِ غیرتِ ایمانی کی حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص قدر و رعایت فرمائی۔ آپؐ نے پندرہ روز حدیبیہ میں قیام فرمایا، جب مدینہ کو واپسی ہوئی تو رستے میں قرآن نازل ہوا۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا سورۂ فتح [طبقات ابن سعد جلد دوم صلا] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو بلوا کر یہ آیت پڑھی :۔

فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَوَ فَتْحٌ هُوَ. قَالَ نَعَمْ. فَطَابَتْ نَفْسُهُ وَرَجَعَ (صحیح مسلم کتاب جہاد باب غزوہ حدیبیہ، طبقات ابن سعد جلد ۲ ص۱۰۵)	حضرت عمرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ کیا یہ (صلح) فتح ہے؟ ارشاد فرمایا ہاں! پس حضرت عمرؓ کا دل اس سے خوش اور مطمئن ہو گیا۔

دشمنانِ صحابہؓ کی نگاہ حضرات صحابہؓ کے متعلق لوگوں کی خرافات وہزلیات پر تو پڑ جاتی ہے مگر صحیح مسلم ایسی دین کی صحیح ترین بنیادی کتاب میں ان کے مناقب وفضائل پر نہیں پڑتی۔ اس سے بڑا ان کے بغض وعناد عن الصحابہؓ کا اور کیا ثبوت ہو گا؟

جواب ۹ مناظر ملعون تو کہتا ہے کہ حضرتِ عمر کے مومن نہ ہونے کی دلیلیں بہت کچھ ہیں۔ (مناظرہ بغداد صلا)
چودہویں صدی کے ان ملعونوں کو تو بہت سی دلیلیں معلوم ہیں مگر سوال یہ ہے کہ

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک دلیل کا بھی علم نہ تھا؟

(۱) **فاروق اعظمؓ کا بنت علیؓ سے نکاح** | جو انہوں نے اپنی نورِ نظر، لختِ جگر حضرت ام کلثوم بنتِ فاطمہ رضی اللہ عنہما کا نکاح حضرت عمرؓ سے کر دیا جیسا کہ تمہاری اصولِ دین کی کتابوں میں تواتر سے منقول و موجود ہے۔

کافی ان کی حدیث کی مشہور و معروف، معتمد و مستند اور اقدم و اوّل کتاب ہے مصنف علامہ محمد بن یعقوب بن اسحق کلینی ہے، سبائیہ کا اس کتاب کے متعلق یہ یقین ہے کہ یہ ان کے امام المنتظر (امام غائب) کے پیش کی گئی تو آپ نے مہرِ ثبت فرمائی اور کہا ھٰذا کافٍ لِشِیْعَتِنَا، یعنی یہ کتاب ہمارے شیعوں کے لیے کافی ہے۔

اسی کافی میں کتاب النکاح کے اندر ایک مستقل باب ہے: بَابُ تَزْوِیْجِ اُمِّ کُلْثُوْم اس باب میں دو روایتیں ہیں، دونوں ملاحظہ ہوں۔ پہلے دوسری روایت درج ہے:-

(۱) پہلی روایت:- زرارہ روایت کرتا ہے کہ حضرت ابو عبداللہ (جعفر صادق رحمہ اللہ) نے تزویج ام کلثومؓ کے بارے میں فرمایا:-

اِنَّ ذٰلِکَ فَرْجٌ غُصِبْنَا هُ[1] بے شک یہ شرمگاہ ہم سے زبردستی چھین لی گئی۔

(۲) دوسری روایت:- ہشام بن سالم روایت کرتا ہے کہ حضرت ابو عبداللہ (رحمہ اللہ) نے فرمایا جب (حضرت عمرؓ نے) حضرت علیؓ کی طرف (حضرت ام کلثوم کے متعلق) خطبہ کیا، (یعنی ان کا رشتہ طلب کیا) تو حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ یہ ابھی چھوٹی بچی ہے، حضرت عمرؓ حضرت عباسؓ کو ملے اور ان سے کہا کیا مجھ میں کوئی عیب ہے؟ حضرت عباسؓ نے دریافت فرمایا کیا بات ہے؟ تو حضرت عمرؓ نے بتلایا کہ میں نے آپ کے بھتیجے (حضرت علیؓ) سے ان کی صاحبزادی کا رشتہ طلب کیا مگر انہوں نے میری بات کو رد کر دیا۔ خبردار! خدا کی قسم کہ زمزم کا منصب واپس لے لوں گا اور تمہاری عزت و تکریم کو ختم کر دوں گا اور ان پر دو گواہ قائم کروں گا کہ اس نے چوری کی ہے اور اس کا ہاتھ کٹوا دوں گا ـــــ پھر حضرت عباسؓ حضرت علیؓ کے پاس آئے اور سارا قصہ سنایا:-

وَسَاَلَہٗ اَنْ یَجْعَلَ الْاَمْرَ اِلَیْہِ	اور ان سے کہا کہ آپ یہ معاملہ میرے حوالہ

---

[1] "فروع کافی" جلد ۲ صفحہ ۱۴۱ کتاب النکاح، باب تزویج ام کلثوم، مطبوعہ نولکشور لکھنؤ

فَجَعَلَهٗ اِلَیْہِ ۔ (فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۴۱، کتاب النکاح، باب تزویج ام کلثوم) کردیں چنانچہ حضرت علیؓ نے یہ معاملہ حضرت عباسؓ کے حوالہ کر دیا اور انہوں نے یہ شادی کر دی)

بہر حال حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ بنتِ رسولؐ کی صاحبزادی کا نکاح حضرت عمرؓ سے ہو گیا اور یہ علماء و محدثین سبائیہ سب کو مسلّم ہے۔

حضرت علیؓ کا حلیہ

البتہ سبائی ملعونین نے سیدنا حضرت عمرؓ سے بغض و عناد کے تقاضے سے سیدنا حضرت علیؓ کی جو تصویر بنائی ہے وہ قابلِ دید ہے۔

یہ دشمنانِ دین و ایمان، یہ اعدائے اصحابِ رسولؐ دراصل حلیہ بگاڑ رہے ہیں حضرت علیؓ کا، کہ انہوں نے صرف خلافت اور فدک ہی غصب نہیں کیا بلکہ عزت و آبرو بھی لوٹ لی۔ مگر بدبختوں کو یہ نہ سوجھی کہ حضرت علیؓ کے گھر میں باقی کیا بچ گیا؟ حضرت عمرؓ کی نسبت زیادہ حلیہ تو یہ ملعون بگاڑ رہے ہیں حضرت علیؓ کا! کہ وہ اپنی آبرو بھی نہ بچا سکے۔

درحقیقت یہ ظالم جماعت، یہ سبائی بے ایمان کسی کے بھی دوست نہیں، یہ سب کے دشمن ہیں، اگر حضرات صحابہ کرامؓ کے دشمن ہیں تو سیدنا حضرت علیؓ کے ان سے زیادہ دشمن ہیں، یہ دوست ہیں تو صرف اپنی خسیس و کمینہ غرض و غایت کے اجس طرح بن پڑے اسلام سے یہودیت کا انتقام لو۔ ورنہ ان ظالموں سے کوئی پوچھے، تمہاری بیٹی بھی کسی ظالم و جابر جاگیردار نے اسی طرح غصب کر لی ہے؟ آج کسی معمولی درجہ کے غیور مسلمان کے ساتھ اگر کوئی اس نوعیت کا ارتکاب کرے وہ مر تو جائے گا مگر یہ برداشت نہیں کرے گا، لیکن سبائی ملعون اس عظیم انسان کو محض ایک دھمکی سے ڈر کر سب کچھ برداشت کرتا دکھاتے ہیں جو اخلاق و شرافت کے ساتھ مردانگی و شجاعت کا بھی جبلِ جلیل ہے۔ رضی اللہ عنہ وعنہم اجمعین

کوئی ان ملعونوں سے یہ نہیں پوچھتا کہ یہی وہ علی ہے رضی اللہ عنہ، جس سے تم اٹھتے بیٹھتے مدد مانگتے ہو اور ہمہ وقت یا علی مدد، یا علی مدد کے نعرے مارتے ہو، جو اپنی مدد بھی نہ کر سکا۔

انسان کی سب سے گرانمایہ متاع ہے عزت! جو شخص (العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ) اپنی عزت و ناموس بھی نہ بچا سکا وہ اور کسی کی مدد کیا کرے گا؟

بنتِ صدیق کا کردار

حضرت علیؓ کے مبینہ عمل کے مقابلے میں حضرت ام کلثوم بنتِ ابی بکر صدیقؓ کا کردار ملاحظہ ہو، کتنا

روشن ہے یہ کردار!

مورخ طبری نے روایت کیا ہے اور شرح نہج البلاغہ میں ابن ابی الحدید شیعی نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ام کلثوم بنت ابی بکرؓ کے متعلق خطبہ کیا۔ اور اس رشتہ کے متعلق ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پیغام بھیجا۔ حضرت ام المومنینؓ نے فرمایا وہ خود با اختیار ہیں۔ (جب بات حضرت ام کلثومؓ تک پہنچی) تو انہوں نے صاف جواب دیا لَا حَاجَةَ لِی فِیْہِ یعنی مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

امیر المومنین حضرت عمرؓ نے حضرت ام المومنینؓ کی وساطت سے (کیونکہ آپ حضرت ام کلثومؓ کی بڑی بہن تھیں) حضرت ام کلثومؓ کے ساتھ نکاح کا پیغام بھیجا، انہوں نے فرمایا یہ اس کا معاملہ ہے اور وہ اپنے معاملہ کی آپ مالک ہے۔ بہر حال حضرت ام کلثومؓ نے صاف جواب دے دیا کہ مجھے امیر المومنین کے ساتھ نکاح کی کوئی حاجت نہیں۔ رضا اللہ عنہم

طبری میں یہ واقعہ جلد ۵ صفحہ ۱۷ پر موجود ہے۔ اور معارف ابن قتیبہؒ دینوری مطبوعہ مصر میں صفحہ ۶۶ پر بھی موجود ہے۔ ("رحماءُ بینھم" جلد ۲ صفحہ ۲۴۹/۲۵۰)

تو سیدنا حضرت علیؓ کے مقابلے میں تو حضرت صدیق اکبرؓ کی صاحبزادی بھی بازی جیت گئیں وہ تو حضرت عمرؓ سے نہ ڈریں اور صاف انکار کر دیا، لیکن حضرت علیؓ حضرت عمرؓ سے ڈر گئے اور حضرت عمرؓ نے ان کی عزت و ناموس غصب کر لی۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ!

(۳) تیسری روایت بھی اسی اقدم و اتم و مستند و معتبر کتاب کافی کی ہے، حضرت سیدنا جعفر صادق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ان سے سوال کیا گیا کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے وہ اپنی عدت کے ایام کہاں گذارے، اپنے گھر میں یا جہاں چاہے؟ آپ نے فرمایا جس جگہ چاہے پھر (بطور دلیل) فرمایا جب حضرت عمرؓ فوت ہوئے تو حضرت علیؓ حضرت ام کلثومؓ کے پاس آئے۔

اس کا ہاتھ پکڑا اور ملے اپنے ساتھ گھر لے آئے۔	فَاَخَذَ بِیَدِہَا فَانْطَلَقَ بِہَا اِلٰی بَیْتِہٖ [1]

---

[1] فروع کافی جلد ثانی صفحہ ۳۱۱ مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ

(۴) چوتھی روایت :- چوتھی روایت بھی اسی کافی کی ہے، ور بادنیٰ تغیر لفظ بلفظ وہی ہے جو تیسری روایت اوپر گذر چکی ہے صرف سند کا فرق ہے [1]

(۵) پانچویں روایت :- مندرجہ بالا چاروں روایات سبائیہ کے قدیم ترین محدث محمد بن یعقوب کلینی کی ہیں جن کا سال وفات ۳۲۹ھ ہے گویا تیسری چوتھی صدی کا محدث ہے۔ اب پانچویں روایت پانچویں صدی کے شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی کی ملاحظہ ہو جو سبائیہ کے شیخ الطائفہ ہیں اور ان کی ایک چھوڑ دو کتابیں ——— تہذیب الاحکام ور استبصار ——— سبائیہ کے اصولِ اربعہ میں سے ہیں، ان کا سن وفات ۴۶۰ھ ہے۔ روایت دوبارہ لکھنے کی ضرورت اس لیے نہیں کہ یہ بھی بسند تا جعفر صادق رحمہ اللہ سے اور یہ بھی لفظ بہ لفظ کافی کی تیسری مذکورہ بالا روایت [2]!

(۶) چھٹی روایت :- چھٹی روایت بھی شیخ الطائفہ کی کتاب میں ہے اور یہ بھی حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ سے ور روایت [3] لفظ بہ لفظ کافی کی چوتھی روایت ہے۔

(۷) ساتویں روایت :- "تہذیب الاحکام" سے ایک اور روایت ملاحظہ ہو :-
حضرت جعفرؒ حضرت محمد باقرؒ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت علیؓ کی دختر ام کلثومؓ اور ان کے لڑکے زیدؒ ولد عمرؓ بن الخطاب ایک ہی وقت میں فوت ہوئے اور یہ پتہ نہ چل سکا کہ ان میں سے کون پہلے فوت ہوا ہے تو اس صورت میں ایک کو دوسرے کا وارث نہ بنایا جاسکا۔ اور دونوں کی نماز جنازہ ایک ہی وقت میں یکجا ادا کی گئی [4]

(۸) آٹھویں روایت :- اسی شیخ الطائفہ کی تالیف استبصار سبائیہ کے اصولِ اربعہ میں شمار ہوتی ہے، اب استبصار کی روایت ملاحظہ ہو
یہ روایت لفظ بہ لفظ کافی کی روایت نمبر ۴ ہے (استبصار جزو ۴ ص ۱۸۵)

(۹) نویں روایت :- یہ روایت لفظ بہ لفظ کافی کی روایت نمبر ۳ ہے (استبصار جلد ۳ ص ۱۸۶)

"ائمہ معصومین" یہ نو روایات سبائیہ کے ان ائمہ کرام سے ہیں جنہیں سبائیہ "معصوم" سمجھتے ہیں، پھر "معصومین" کی روایات ان کی کتب اصولِ اربعہ میں موجود ہیں۔

---

[1] "فروع کافی" جلد ثانی ص ۳۱۱ مطبوعہ نول کشور پریس لکھنؤ [2] "تہذیب الاحکام" جلد ۲ ص ۲۳۹ مطبوعہ ایران ۱۳۰۳ھ [3] ایضاً ص ۲۳۸ [4] ایضاً کتاب المیراث ص ۳۸۰ مطبوعہ ایران

اقوال اعاظم علماء و مجتہدین

اب آلِ سباء کے اعاظم علماء محدثین و مجتہدین کے اقوال ملاحظہ ہوں۔ قریباً ہر صدی کے اکابر علماء کی شہرہ آفاق تصانیف میں یہ اقوال بصراحت موجود ہیں ہم صرف حوالہ پر اکتفا کریں گے اقوال نقل کرنا طوالت کا باعث ہوگا جس کی یہ مختصری تالیف متحمل نہیں ہو سکتی۔

(قول ۹) چوتھی صدی ہجری :۔ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ (المتوفی ۴۰۶ھ) ان کے چوتھی صدی کے اعاظم رجال میں سے ہیں وہ اپنی شہرہ آفاق تالیف "الشافی" ص ۱۱۶ مطبوعہ ایران اور اپنی تالیف :۔

(قول نمبر ۱۰) — تنزیہ الانبیاء ص ۱۳۸ تا ۱۴۱ مطبوعہ ایران پر اس حقیقت کو بیان فرماتے ہیں۔

(قول نمبر ۱۱) — ساتویں صدی کے مشہور معتزلی شیعی عالم ابن ابی الحدید (م ۶۵۶ھ) نے اپنی شہرہ آفاق شرح نہج البلاغہ جلد ۳ ص ۱۲۵ مطبوعہ بیروت میں حضرت ام کلثوم بنت علی کا حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے نکاح بیان کیا ہے۔

(قول نمبر ۱۲) ساتویں صدی کے مشہور و معروف محقق الحلی (م ۶۷۶ھ) نے فقہ جعفری کے لیے ایک متن شرائع الاسلام کے نام سے مدون کیا، اس کی شرح شیخ زین الدین احمد نے ۹۶۶ھ میں مسالک الافہام کے نام سے لکھی، اس میں ہے :۔ زَوَّجَ عَلِیٌّ اِبْنَتَہٗ اُمَّ کلثومؓ من عمرؓ یعنی حضرت علیؓ نے اپنی صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ کی شادی حضرت عمرؓ سے کی۔ (جلد اول، کتاب النکاح، طبع ایران)

دسویں صدی کے مشہور و معروف سبائی مجتہد قاضی نور اللہ شوستری (م ۱۰۱۹ھ) نے حضرت عمرؓ سے حضرت ام کلثوم بنت علیؓ کے نکاح کو اپنی متعدد تصانیف میں بارہا ذکر کیا ہے، ملاحظہ ہوں :۔

(قول نمبر ۱۳) مجالس المومنین، مطبوعہ ایران ص ۷۶

(قول نمبر ۱۴) مجالس المومنین، تذکرہ محمد بن جعفر طیار ص ۸۲

(قول نمبر ۱۵) ...ہے: اگر نبی دختر بعثمان داد، ولی دختر بعمر فرستاد (ایضاً ص ۸۵)

(قول نمبر ۱۶) مصائب النواصب (ترجمہ فارسی مصائب النواصب ص ۱۶۵ تا ۱۷۰ مطبوعہ ایران)

(قول نمبر ۱۷) گیارہویں صدی کے شہرہ آفاق سبائی مجتہد ملا باقر مجلسی نے اصول و فروع کافی

کی شرح مراۃ العقول جلد ۳ ص ۴۴۸ تا ۴۴۹ پر اس نکاح کو تسلیم کیا ہے۔

(قول نمبر ۱۹) تیرہویں صدی کے مشہور سبائی مورخ مرزا عباس علی قلی خان نے (جو شاہ ایران قاچار کا وزیر اعظم تھا) اپنی مشہور تصنیف تاریخ طراز مذہب مظفری باب حکایت تزویج ام کلثوم باعمر بن الخطاب، مطبوعہ ایران میں اس نکاح کو مفصل بیان کیا ہے۔

(قول نمبر ۲۰) چودہویں صدی کے معروف سبائی فاضل و مجتہد شیخ عباس قمی نے اپنی مشہور تصنیف منتہی الآمال جلد اول فصل ششم ص ۱۸۶ پر ذکر کیا ہے۔[1]

خلاصہ

(۱) سبائیہ کے "ائمہ معصومین" کی دو چار نہیں پوری نو روایات ہم نے ان کی معتبر و مستند ترین کتابوں سے (جو صحاح اربعہ یا اصول اربعہ کہلاتی ہیں) پیش کر دی ہیں، جن میں سیدنا حضرت عمرؓ کا حضرت ام کلثوم بنت علیؓ سے نکاح ثابت ہے اور غیر مبہم الفاظ میں!

(۲) پھر تیسری صدی ہجری سے لے کر چودھویں صدی تک ان کے چوٹی کے علماء و مجتہدین کے واضح اقوال ان کی مشہور تصانیف سے بحوالہ پیش کئے گئے ہیں، جن میں صراحت کے ساتھ اس رشتہ کا اثبات ہے۔

مگر تعجب ہے!

بایں ہمہ بعض اندھے متعصبین اور جاہل سبائیوں نے اس رشتہ کا انکار کیا ہے ع

تعجب پر تعجب ہے، اچنبھے پر اچنبھا ہے

متعصب سبائی کا تعجب

اور پھر یہ تعجب صرف ہمیں نہیں، بعض سبائیوں کو بھی ہے، چنانچہ ملا باقر مجلسی فروع و اصول کافی کی شرح مراۃ العقول میں لکھتا ہے:۔

"یہ تمام حدیثیں اور جو ایسی باسناد ذکر ہوں گی کہ جب حضرت عمرؓ فوت ہوئے تو حضرت علیؓ ام کلثوم کے پاس آئے اور ان کو اپنے گھر لے گئے اور

وغیر ذلک اوردتہ فی کتب | اس کے علاوہ جن روایات کو میں نے

---

[1] مندرجہ بالا تمام اقوال حضرت مولانا محمد نافع مدظلہ کی قیمتی تالیف "رحماء بینہم" حصہ دوم ص ۲۳۶ تا ۲۵۱ سے ماخوذ و منقول ہیں، خدا مصنف علام کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

بحار الانوار انکار ذلک عجیب۔ | اپنی کتاب بحار الانوار میں ذکر کیا ہے ان کا انکار کرنا عجیب بات ہے۔

(مرآۃ العقول صـ ۴۴۸)

ایک سوال! سوال یہ ہے کہ سبائیوں نے اپنے معصوم اماموں کی روایات اور اپنے محدثین و مجتہدین کی تصریحات کا جو درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں، کیوں انکار کیا ہے؟ یہ انکار بامرِ مجبوری کیا گیا ہے۔ اگر وہ اس رشتہ کا انکار نہ کریں تو حضرت عمرؓ حضرت علی اور حضرت سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہم کے داماد ثابت ہوتے ہیں "اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ اس کے پیشِ نظر سبائی مذہب کی بنیاد ہی منہدم ہو جاتی ہے، کیونکہ حضرت عمرؓ کے خلاف تمام سبائی خرافات ختم ہو جاتی ہیں، سیدنا حضرت علیؓ کا حضرات خلفاء ثلاثہؓ سے اختلاف کا مخترعہ افسانہ ختم ہو جاتا ہے، ان میں باہم مہر و محبت بلکہ اخوت و یگانگت کا واضح طور پر ثبوت مل جاتا ہے، تو پھر سبائیت کہاں باقی رہ سکتی ہے؟ جبکہ اس کی بنیاد ہی ان حضرات رحماء بینہم کے درمیان بغض و عداوت کے بادر ہوا افسانوں پر قائم ہے۔ اب آپ انصاف فرمائیں، اپنی موت کو سامنے دیکھ کر سبائیت اپنے "معصوم اماموں" کے واضح ارشادات کا انکار نہ کرے تو کیا کرے؟

سہ

آگ سے پانی میں بجھتے وقت اٹھتی ہے صدا
ہر کوئی بے چارگی میں نالہ سے لاچار ہے

بہرحال اس رشتہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان میں کسی کافر ہی کو شک ہو سکتا ہے، ورنہ کیا یہ ممکن ہے کہ خاک در دہنِ گستاخ، معاذ اللہ ثم معاذ اللہ حضرت عمرؓ کے جس کفر کا علم ملعون مناظر و مترجم کو ۱۳۶۶ھ میں ہو گیا تھا، سیدنا حضرت علیؓ کو اس کا علم ۱۷ھ تک نہ ہو سکا اور آپ نے ذیقعدہ ۱۷ھ میں اپنی لختِ جگر ان کے نکاح میں دے دی۔

التماس! کبھی نہ بھولئے کہ یہ بیس حدد روایات و اقوال صرف آلِ سبا کی معتبر و مستند ترین کتب سے پیش کئے گئے ہیں اور بطورِ نمونہ! ورنہ اور بھی بہت سے اقوال و روایات پیش کی جا سکتی ہیں ــــــ پھر اپنے اسلامی لٹریچر کو تو ہم نے ہاتھ بھی نہیں لگایا، ورنہ صحیح بخاری سے لے کر راقم بخاری کی تالیفات تک سینکڑوں کتابوں میں یہ حقیقت مسطور و موجود ہے۔ مگر سہ

در بلائے خون بہانے سے اے چشم فائدہ؟ | دو اشک بھی بہت ہیں اگر کچھ اثر کرے

(۲) بیعت

حضرت عمرؓ کے خلیفہ ہونے پر حضرت علیؓ کی ان سے بیعت ایک ایسا بدیہی امر ہے جس کے لیے کسی حوالہ کی ضرورت نہیں، چونکہ سبائی کج بحث و کج دماغ واقع ہوتے ہیں اس لیے ہم اس حقیقت کو متعدد معتبر و مستند حوالوں سے ثابت کرتے ہیں:۔

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو گھر کے دریچہ سے جھانک کر (لوگوں سے) فرمایا کہ خلافت کے لیے میں نے ایک آدمی نامزد کیا ہے تم اس پر رضامند ہو؟ لوگوں نے کہا قَدْ رَضِینَا یَا خَلِیفَةَ رَسُولِ اللّٰہِ؛ یعنی اے خلیفۂ رسول ہم سب راضی ہیں، حضرت علیؓ نے کہا لَا نَرْضٰی اِلَّا اَنْ یَکُونَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، حضرت عمرؓ کے بغیر ہم کسی شخص پر راضی نہیں۔

یہ روایت ابن اثیر جزری کی اُسد الغابہ جلد ۴ صـ۷۰ اور علامہ محب الطبریؒ کی ریاض النضرۃ جلد ۲ صـ۵۹ اور علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی تاریخ الخلفاء صـ۹۱ اور ابن حجر مکیؒ کی الصواعق المحرقہ مطبوعہ مصر صـ۵۶ پر موجود ہے [۱]

یہی واقعہ علامہ ابن سعد رحمہ اللہ نے بھی طبقات جلد ۲ صـ۱۲۷ میں بیان کیا ہے، یہ تمام کتابیں مسلمانوں کے اجلہ و اعاظم رجال کی ہیں، ان کے علاوہ ہمارے محدثین مثلاً ابن راہویہ (م ۲۳۸ھ) اور محدث ابی عوانہ وغیرہم رحمہم اللہ نے بھی اس واقعۂ بیعت کو روایت کیا ہے [۲]

سبائی روایت ، اب سبائیوں کی روایت ملاحظہ ہو:۔

شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی (م ۴۶۰ھ) سبائیہ کا بڑا اہم رکن ہے اس کی دو کتابیں استبصار اور تہذیب الاحکام، اصول اربعہ میں شمار ہوتی ہیں۔ اتنا بڑا رکن روایت کرتا ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا:۔ میں نے ابوبکرؓ کی بیعت کی جیسے تم نے ان کی بیعت کی فَبَایَعْتُ عُمَرَ کَمَا بَایَعْتُمُوْہُ، پھر میں نے حضرت عمرؓ کی بیعت کی جس طرح تم نے ان کی بیعت کی...... اور اس بیعت کا حق ادا کیا حتیٰ کہ جب اُن پر قاتلانہ حملہ ہوا تو انہوں نے مجھے چھ آدمیوں میں شامل کیا اور میں شامل ہوگیا.... پھر تم نے عثمانؓ کی بیعت کی تو میں نے بھی ان کی بیعت کی۔ (امالی شیخ ابی جعفر جلد ۲ صـ۱۲۱، مطبوعہ نجف، عراق) [۳]

---

[۱] تحفۂ اثنا عشریہ صـ۲۷۷ [۲] ایضاً صـ۵۶/۵۵ [۳] ایضاً صـ۵۶

تو سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیان سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ جس طرح سب مسلمانوں نے خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی بیعت برضاء و رغبت بلا کسی جبر و اکراہ کے کی، اسی طرح حضرت علیؓ نے بھی برضاء و رغبت بلا جبر و اکراہ کی۔

(۴) قضا اور مشاورت

اجلہ و اعاظم علماء و محدثین نے اس حقیقت کو بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے خلیفہ ہوتے ہی مدینہ منورہ کا قاضی [1] حضرت علیؓ کو مقرر کر دیا تھا، اسی طرح بہت سے واقعات میں حضرت علیؓ کا مشیر ہونا ثابت ہے۔ اہلِ اسلام کی مشہور و معروف اور معتبر و مستند بہت سی کتابوں میں اس نوعیت کے واقعات مذکور ہیں۔

سبائیہ کی شہادت:- سبائیوں کی بھی کئی شہادتیں موجود ہیں، ہم صرف ایک پیش کرتے ہیں:-

راوی کہتا ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ (حضرت سیدنا جعفر صادق رحمۃ اللہ) سے سنا آپ فرماتے تھے کہ حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں ایک مرد نے دوسرے مرد کے ساتھ بدفعلی کی، ان میں سے ایک بھاگ گیا اور دوسرا پکڑا گیا اور حضرت عمرؓ کی خدمت میں لایا گیا، آپ نے حاضرین سے ان کی رائے (سزا کے متعلق) دریافت کیا۔ کسی نے کچھ کہا، کسی نے کچھ کہا، حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے کہا آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا اس کی گردن ماری جائے، چنانچہ اس کی گردن ماری گئی، لاش اٹھانے لگے تو فرمایا ٹھہرو! ابھی کچھ سزا باقی ہے، حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا چیز باقی ہے؟ فرمایا لکڑیاں منگوائیے، چنانچہ حضرت عمرؓ نے لکڑیاں منگوائیں اور اس لاش کے جلانے کا حکم دیا، چنانچہ وہ جلادی گئی ــــ یہ روایت سبائیہ کی اصولِ اربعہ میں سے دو میں موجود ہے، ایک فروع کافی جلد ۳ صفحہ ۱۰۹ میں دوسرے استبصار جلد ۲ صفحہ ۳۰۲ میں [2]

علیٰ ہذا القیاس شراب کی حد اور دوسرے کئی مسائل ہیں جن میں حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کو مشورہ دیتے رہے اور حضرت عمرؓ اسے قبول فرماتے رہے۔

---

[1] "سیرۃ عمر بن الخطاب" از علامہ ابن الجوزی، مطبوعہ مصر باب ۳۳ صفحہ ۳۳ و "البدایۃ والنہایۃ" جلد ۷ حالات ۱۳ھ (رحماء بینہم جلد ۲ صفحہ $\frac{114}{115}$) [2] "رحماء بینہم" حصہ دوم صفحہ $\frac{130}{131}$

(۴) مدینہ منورہ میں قائم مقامی اسی طرح بیت المقدس اور ایلہ کی طرف سفر کیا تو حضرت علیؓ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنایا۔[۱]

(۵) حضرت علیؓ اور آلِ علیؓ کے نام، بنامِ عمرؓ اب ہم ایک ایسی بحث کرتے ہیں جس میں جبر و اکراہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

حضرت عمر، حضرت علی اور آلِ علیؓ کو (رضی اللہ عنہم) اس درجہ محبوب تھے کہ یہ حضرات اپنی اولاد کا نام ان کے نام پر عمر رکھتے رہے تاکہ گھروں میں اور زبانوں پر حضرت عمرؓ کا ذکرِ خیر جاری رہے ؎

گھر مرا کاش ترے گھر کے مقابل ہوتا
تو نہ آتا، تری آواز تو آیا کرتی

حضرت عمر، حضرت علی اور آلِ علی کو (رضی اللہ عنہم) داغِ مفارقت دے گئے، مگر ان حضرات نے ان کے نام پر اپنے صاحبزادوں کا نام رکھ کر ان کے تصور میں جینے اور ان کے ذکرِ جمیل سے اپنی زبان کو تر رکھنے کی کوشش کی۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

اب تفصیل ملاحظہ ہو:۔

عمرؓ، اولادِ علیؓ میں! (۱) سبائیہ کا نمبر وقدیم ترین مورخ یعقوبی (م ۲۵۸ھ) لکھتا ہے :۔ حضرت علیؓ کے صاحبزادے چودہ تھے، الحسن والحسین و محسن ...... و عمر ..... (تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۲۱۳ مطبوعہ بیروت)

(۲) مشہور و مسلّم مجتہد الشیخ المفید (م ۴۱۳ھ) اپنی معتبر تالیف "الارشاد" میں سیدنا علیؓ کی اولاد لکھتا ہے :۔ الحسن والحسین ..... و عمر ۔۔ (ارشاد ص ۱۶۷/۱۶۸ مطبوعہ ایران ذکر اولاد علیؓ)

(۳) مشہور و معروف تراجم نویس علی بن عیسیٰ اربلی (م ۶۸۷ھ) نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ۱۴ صاحبزادے اور ۱۹ صاحبزادیاں لکھی ہیں۔ ان میں تیرہویں نمبر پر عمر کا نام ہے۔ "کشف الغمہ" جلد ۱ ص ۵۹)

---

[۱] "طبری" حالات ۱۷ھ و جلد ۴ ص ۲۰۳ حالات ۱۷ھ (رحماء بینہم" جلد ۲ ص ۱۶۳)

(۴) سید جمال الدین ابن عنبہ (م ۸۲۸ھ) نے عمدۃ الطالب میں حضرت علیؓ کی اولاد میں عمر کا نام لکھا ہے۔ (ص ۳۶۱ مطبوعہ نجف، عراق)

(۵) گیارہویں صدی کے مشہور سبائی مجتہد ملا باقر مجلسی نے شہداء کربلا میں امیر المومنین سیدنا حضرت علیؓ کے ۹ صاحبزادے لکھے ہیں چوتھے نمبر پر عمر ہے سلہ

(۶) چودہویں صدی کے مجتہد شیخ عباس قمی نے منتہی الآمال جلد ص ۱۹۲

(۷) اور تحفۃ الاحباب ص ۲۵۱ میں عمر بن علیؓ بن ابی طالب کا تذکرہ لکھا ہے۔

علیٰ ہذا حضرت حسن، حضرت حسین اور حضرت علی بن الحسین (زین العابدین) کے صاحبزادوں میں بھی حضرت عمر کا نام موجود ہے۔ رضی اللہ عنہم

ہم نے اولاد کی بحث میں مندرجہ بالا تمام حوالے حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ کی بہت ہی نافع تالیف "رحماء بینہم"، جلد ۲ ص ۲۳۱ تا ۲۴۸ سے اخذ و نقل کیے ہیں جس کے لیے حضرت مصنف علام کے ہم سپاس گذار بھی ہیں اور دعا گو بھی!

اب سوال

اب سوال یہ ہے کہ کیا سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد کا نام عمر بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جبر و قہر کی وجہ سے رکھا تھا؟

کیا اس جبر و اکراہ اور ظلم و قہر کی مثال تاریخ انسانی میں کہیں کوئی اور بھی ملتی ہے؟ ملتی ہے تو پیش کرو۔ مگر تم یہ سن لو کہ تم قیامت تک اس کی نظیر و مثال پیش نہیں کر سکتے۔ تو پھر اے دشمنانِ علیؓ! تمہیں ساری دنیا میں اس ظلم و جبر کے لیے ملے تو حضرت علیؓ ملے؟ پوری اولادِ آدمؑ میں حضرت علیؓ ہی ایسا نحیف و کمزور اور مجبور و بے بس تھا کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ! ایک "کافر حاکم" نے بجبر و اکراہ:۔

(۱) ان سے بیعت کا مطالبہ کیا تو انہوں نے بیعت کر لی، اور خاموش رہے۔

(۲) ان کو اپنا وزیر و مشیر بنا دیا تو وہ بن گئے اور چوں تک نہ کی۔

(۳) ان کو مدینہ کا قاضی اور اپنا قائم مقام مقرر کیا تو انہیں انکار کی جرأت نہ ہو سکی۔

(۴) ان کو اپنی اولاد کا نام اپنے نام پر رکھنے کا حکم دیا تو سر تسلیم خم کر دیا۔ اور خود تو خود اپنے

سلہ جلاء العیون ص ۴۶۴ ذکر شہداء کربلا از اولاد امیر المومنین، مطبوعہ تہران سلہ "تاریخ یعقوبی" "کشف الغمہ"، "ارشاد شیخ مفید"، "عمدۃ الطالب"، جلاء العیون، "منتہی الآمال" اور "اصول کافی" میں تفصیلات موجود ہیں۔

صاحبزادوں کو بھی وصیت کر گئے کہ تم بھی اپنے فرزندوں کے نام اس "کافر و ظالم بادشاہؓ" کے نام پر رکھنا۔ (نقلِ کفر کفر نباشد)

(۵) حتیٰ کہ اس "ظالم و کافر" (معاذ اللہ) نے جب نورِ بصر کا رشتہ طلب کیا اور دھمکی دی تو آپ نے نہ صرف اپنی صاحبزادی بلکہ اللہ تعالےٰ کے معصوم و محبوب رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی نواسی اس کے حوالہ کر دی۔ اور بقول سیدنا جعفر صادق رحمہ اللہ ان کی ناموس و آبرو لوٹ لی گئی (معاذ اللہ) اور سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ دم نہ مار سکے۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ!

اے مردود و ملعون سبائیو! تم نے اسلام سے یہودیت کا انتقام لینا تھا، وہ تم نے اسلام کے اس مردِ جری اور اللہ کے اس شیرِ بہادر سے لے لیا۔ تمہیں ان رذیل و خسیس اور کمینہ حملوں کے لیے ملا تو فاتح خیبر ملا، صاحبِ ذوالفقار ملا، آغوشِ نبوت میں پروردہ علی ملا۔ رضی اللہ عنہ

(۶)

سیدنا حضرت عثمانؓ ذی النورین

کی شان میں ہزل و افتراء

معترض: ان "ڈرامہ" میں مناظر ملعون نے کہا کہ:۔

سنی لوگ رسول اللہ کی طرف ایسی چیزیں منسوب کرتے ہیں جو عام شریف انسان بھی نہیں کر سکتا، مثلاً عَبَسَ وَتَوَلّٰی یعنی ایک نابینا جب داخلِ دربارِ نبوت ہوا تو آپ اس کے ساتھ ترشروئی سے پیش آئے اور روگردانی کر لی۔ ان فعلوں کا فاعل رسول اللہ کو بتاتے ہیں، وہ احادیثِ صحیحہ جو خانوادہ رسالت سے منقول ہیں، جن کے گھر میں قرآن اترا ہے، ان میں صاف واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ یہ آیت عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں اتری، جبکہ وہ پیغمبر کی بارگاہ میں موجود تھا اور نابینا صحابی ابن اُم مکتومؓ داخل ہوا تو (حضرت) عثمان (رضی اللہ عنہ) نے ترشروئی کا اظہار بھی کیا اور اس کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھ گیا۔ ("مناظرہ بغداد" ص ۵۵، ۵۶ ملخصاً بالفاظہ)

جن منافقوں کا دل بغضِ یارانِ رسول رضی اللہ عنہم کے روگ میں مبتلا ہے انہیں ہر وقت عظیم المرتبت صحابہ کرامؓ کے خلاف ہفوات و خرافات اور افتراآت و بہتانات کی سوجھتی ہے۔

جواب: ان سے کون کہے کہ اگر تمہیں قرآن، نظمِ قرآن، اور قرآنی علوم سے کچھ مناسبت ہوتی تو تمہیں معلوم ہوتا کہ یہ خطاب مسلسل امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک ہی سے ہے اور کسی دوسرے شخص سے خطاب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اپنی تفسیر دیکھ لو! اگر ہماری صحیح تفاسیرِ قرآن دیکھنے کی توفیق نصیب نہیں ہوتی تو اپنے مشہور مفسر ملا فتح اللہ کاشانی کی شہرہ آفاق تفسیر منہج الصادقین دیکھ لو۔ اس میں ان آیات کا شانِ نزول لفظ بہ لفظ وہی لکھا ہے جو مسلمان مفسرین

نے لکھا ہے۔

بڑی سائز کے قریباً تین صفحات صحیح تفسیر لکھ کر اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رقم کر کے آخر میں جو بیٹ کے اندر رفض کا مروڑ اٹھا ہے تو آخری تین سطروں میں لکھا کہ :-

آیت در مردے از بنی امیہ نازل شدہ کہ نزد حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نشستہ بود...... ("منہج الصادقین" جلد ۱۰ ص ۱۵۲ مطبوعہ تہران)

گو ملا فتح اللہ نے رفض کا حق آخر میں ادا کر دیا، تاہم مردے از بنی امیہ پر قناعت کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی نہیں لکھا، ملعون مناظر نے تو بغداد کے بھرے مجمع میں سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کا نام لے دیا۔ وہ عثمان ذی شان، صاحب حلم و حیا! جن کی صفتِ حیا کے ارتقاء و کمال کا یہ حال ہے کہ فرشتے بھی ان سے حیا کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اَلَا اَسْتَحْيِیْ مِنْ رَجُلٍ تَسْتَحْيِیْ مِنْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ[1]، کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں، جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

صحیح مسلم کے علاوہ مسند احمد، طبرانی، ابو یعلیٰ، ابن عساکر، بزار وغیرہ میں بھی اس مضمون کی روایات مختلف حضرات صحابہؓ سے مروی ہیں۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۲۰۲)

پھر اس رذیل کی رذالت ملاحظہ ہو کہ :- "سنی لوگ رسول اللہ کی طرف ایسی چیزیں منسوب کرتے ہیں جو عام شریف انسان بھی نہیں کر سکتا" (معاذ اللہ)

پھر جو چیزیں عام شریف انسان نہیں کر سکتا، وہ سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر کے اس نے اس عظیم انسان کو ——— جو نبی کریم کی دو صاحبزادیوں سے عقدِ نکاح اور صفتِ حیا کے اعتبار سے پوری انسانیت میں ممتاز و منفرد ہے۔ حتیٰ کہ اللہ کا کوئی نبی اور رسول بھی ان کا حریف و مقابل نہیں ہو سکتا، علیہم الصلوٰۃ والسلام ——— ایک عام شریف انسان کی سطح سے بھی گرانے کی کوشش کی ہے ———

(العیاذ باللہ)

---

[1] رواہ مسلم" ("مشکوٰۃ المصابیح" باب مناقب عثمان رضی اللہ عنہ)

احادیث صحیحہ

پھر احادیث صحیحہ جو خانوادۂ رسالت سے منقول ہیں کی بھی خوب کہی! ع

جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی

اس بدبخت سے کون کہے کہ تمہاری "احادیث صحیحہ" کے متعلق خانوادۂ رسالت کے ارشادات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نہ تمہاری "احادیث" رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث و ارشادات ہیں، تمہاری احادیث تو تمہارے سبائی راویوں کی موضوعہ، مکذوبہ، طبع زاد اور خانہ ساز ہیں جن کے منہ میں کتے پیشاب[1] کرتے تھے، خانوادۂ رسالت ____ وہ بھی رسول کریمؐ کے بعد ____ قیام فرما تھا مدینہ پاک میں اور تمہارے سبائی راوی عراق میں اپنی ٹکسال کے اندر حدیثوں کو وضع کرتے تھے، خانوادۂ رسول کو تو خبیث روحوں کے ان کرتوتوں کی خبر تک نہیں ہوتی تھی اور جب کوئی خبر ان حضرات تک پہنچتی تو وہ اللہ کے صالح اور نیک بندے ان لعینوں سے اپنی برأت کا اظہار کرتے تھے اور ان پر لعنت کی بوچھاڑ[2] تک کر گذرنے سے دریغ نہیں فرماتے تھے۔

---

[1] ابوبصیر نامی ایک مشہور راوی ہے جس سے سینکڑوں روایات مروی ہیں، وہ حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کے دروازہ پر بیٹھا، اذن طلب کرتا تھا مگر اندر جانے کی اجازت نہیں ملتی تھی، کہنے لگا اگر ہمارے ساتھ کوئی طشت ہوتا تو ہمیں اجازت مل جاتی۔ پس ایک کتا آیا فَشَغَرَ فِیْ وَجْهِ اَبِیْ بَصِیْرٍ اور ابوبصیر کے منہ میں پیشاب کر دیا (کتا، بیٹا) کہنے لگا اُف اُف یہ کیا ہے؟ اس کے پاس بیٹھے ہوئے شخص نے بتایا، کتے نے تیرے منہ میں پیشاب کر دیا ہے۔ (رجال کشی صفحہ ۱۶۱ ذکر ابی بصیر المرادی)

جن کے منہ میں کتے پیشاب کریں، اور انہیں خبر تک نہ ہو۔ یہ جب مذہب کے "ستون" ہوں گے اس کی حقیقت و حقانیت کا اندازہ خود کر لیجئے!

[2] **زرارہ** زرارہ شیعی مذہب کا ستون ہے، اس مذہب کی ایک تہائی کے قریب روایات اسی ذات شریف سے مروی ہیں، اس کے متعلق حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کَذِبَ عَلَیَّ وَاللّٰہِ کَذِبَ عَلَیَّ وَاللّٰہِ، لَعَنَ اللّٰہُ زُرَارَۃَ، لَعَنَ اللّٰہُ زُرَارَۃَ .... (رجال کشی ذکر زرارہ بن اعین صفحہ ۹۸) یعنی خدا کی قسم میرے اوپر جھوٹ بولا، یہ دو بار فرمایا، پھر تین بار فرمایا، زرارہ پر اللہ کی لعنت ہے ____ اسی ایک روایت پر موقوف نہیں، کئی روایات ہیں جن میں حضرت سیدنا جعفر صادق رحمہ اللہ نے زرارہ پر لعنت کی حتیٰ کہ یہاں تک فرمایا: زُرَارَۃُ شَرٌّ مِنَ الْیَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی۔ (رجال کشی صفحہ ۱۰۰)

ہر صادق کے ساتھ کاذب رہا

اس سلسلہ میں حضرت ابو عبداللہ سیدنا جعفر رحمہ اللہ نے فرمایا:۔

اَنَا اَهْلُ بَيْتٍ صَادِقُوْنَ لَا نَخْلُوْا مِنْ كَذَّابٍ ..... ہم اہل بیت سچے ہیں مگر ہمارے ساتھ کوئی نہ کوئی کذاب ضرور لگا رہا جو ہم پر جھوٹ بولتا تھا ـــ حضرت علیؓ سچے تھے، عبداللہ بن سبا ملعون ان پر جھوٹ بولتا تھا، حضرت حسینؓ، مختار کے فتنہ میں مبتلا ہوئے۔ پھر الحارث الشامی اور بنان یہ حضرت علی بن حسین رحمہ اللہ پر جھوٹ بولتے تھے، پھر آپ نے مغیرہ بن سعید، بزیع، سری، ابوالخطاب، معمر، ابو بشار الاشعری، حمزۃ الیزیدی اور صاعد النہدی کا ذکر فرمایا اور فرمایا ان پر اللہ لعنت کرے ہم جھوٹوں سے کبھی محفوظ نہیں رہے اللہ تعالیٰ نہیں عذاب شدید میں مبتلا کرے یہ ہم پر جھوٹ افترا کرتے تھے [۱]

مغیرہ بن سعید

حضرت ابو عبداللہ سیدنا جعفر صادق رحمہ اللہ نے ایک دن اپنے اصحاب سے فرمایا:۔

لَعَنَ اللّٰهُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ سَعِيْدٍ وَلَعَنَ اللّٰهُ يَهُوْدِيَّةً، كَانَ يَخْتَلِفُ إِلَيْهَا، يَتَعَلَّمُ مِنْهَا السِّحْرَ وَالشَّعْبَدَةَ وَالْمَخَارِيْقَ.....

اللہ تعالیٰ کی مغیرہ بن سعید پر لعنت ہے اور اللہ کی لعنت ہو یہودیت پر، یہودیوں کے پاس جاتا آتا تھا اور ان سے جادو، شعبدہ بازی اور خرق عادت باتیں سیکھتا تھا ـــ بے شک مغیرہ نے میرے باپ پر جھوٹ بولا، بس اللہ تعالیٰ نے اس کا ایمان سلب کر لیا۔ اور جن لوگوں نے جھوٹ وضع کرکے بولا، اللہ تعالیٰ ان کو عذاب شدید میں مبتلا کرے [۲]

یہودیت سے رشتہ ناطہ

سیدنا جعفر رحمہ اللہ کے اس ارشاد سے یہ حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ سبائیت کا خمیر یہودیت سے اٹھایا گیا ہے۔ مشاہیر و اکابر سبائیہ نے یہودیوں سے بہت کچھ پڑھا سیکھا اور حاصل کیا اور ان کا "جدِ امجد" عبداللہ بن سبا تو تھا ہی یہودی۔ ان سب یہودیوں نے مل کر سیدنا علی و آلِ علی رضی اللہ عنہم پر افترائے عظیم کیا، جھوٹی خرافات سبائی ٹکسال میں

---

[۱] "رجال کشی" ص ۱۹۷ [۲] ایضاً ص ۱۲۷

ڈھال کر ان اللہ کے نیک بندوں کے نام منسوب کر دیں۔ اور بعد میں ان کی ذریات نے انہی خرافات وہزلیات کو "احادیث صحیحہ" بنا کر ان کی اشاعت کی اور اس طرح اسلام سے یہودیت کا انتقام لیا۔ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ تعالیٰ۔

پیٹ پوجا بھنگ کے نشے میں بدمست موالی سبائی آلِ علیؓ پر جو کذب و افتراء کرتے تھے، اس سے ان کی ایک غرض "پیٹ پوجا" بھی ہوتی تھی۔ جیسا کہ حضرات ابنائے علیؓ کے درج ذیل بیانات سے ثابت ہے۔

(۱) حضرت ابوجعفر ثانی (محمد تقی رحمہ اللہ) نے فرمایا ابو الخطاب اور اس کے اصحاب پر اللہ کی لعنت ہے، پھر فرمایا یہ ابو الغمر اور جعفر بن واقد اور ہاشم ابن ابی ہاشم اِسْتَاْكَلُوْا بِنَا النَّاسَ یہ سب ہمارے نام سے لوگوں سے کھاتے ہیں۔[1]

(۲) حضرت علی بن محمد العسکری (علی نقی رحمہ اللہ) نے عبدی کو لکھا:

أَبْرَأُ إِلَى اللّٰهِ مِنَ الْفِهْرِيِّ وَالحسن بن محمد باہا القمی فَأَبْرَأُ مِنْهُمَا وَإِنِّي أَلْعَنُهُمَا عَلَيْهِمَا لَعْنَةُ اللّٰهِ مُسْتَاكِلِيْنَ يَأْكُلَانِ بِنَا النَّاسَ ....[2]

میں عبداللہ فہری اور باباقمی سے برأت کا اظہار کرتا ہوں اور ان دونوں سے بری ہوں اور ان پر لعنت کرتا ہوں۔ ان دونوں پر اللہ کی لعنت ہو یہ ہمارے نام پر لوگوں سے دمال بٹور کر کھاتے ہیں۔

سیدنا جعفرؒ کے ضعیف الحدیث ہونے کی حقیقت

یحییٰ بن عبد الحمید کا قول ہے، میں نے شریک سے کہا لوگ گمان کرتے ہیں کہ حضرت جعفر بن محمدؒ ضعیف الحدیث ہیں، اس نے کہا میں تمہیں قصہ بتاؤں، حضرت جعفر (صادق رحمہ اللہ) نہایت صالح متقی، مسلمان شخص تھے، ان کو جاہلوں نے گھیر رکھا تھا، وہ آپ سے مل کر نکلتے تھے تو کہتے تھے ہم سے حضرت جعفر بن محمدؒ نے حدیث بیان کی ہے، اور سب کی سب منکر اور جھوٹی حدیثیں بیان کرتے تھے مَوْضُوْعَةٌ عَلٰى جَعْفَرٍؒ حضرت جعفرؒ کی طرف منسوبہ موضوعہ،

---

[1] "رجال کشی" ص۳۲۵ تذکرہ ہاشم [2] ایضاً ص۳۲۳ تذکرہ ابن باباقمی

یَسْتَاکِلُوْنَ النَّاسَ بِذٰلِکَ وَیَاْخُذُوْنَ مِنْھُمُ الدَّرَاھِمَ، تاکہ اس طرح لوگوں سے دراہم (و دینار) بٹور کر کھائیں۔ اور سب منکر و موضوع روایات بیان کرتے تھے، لوگ ان سے یہی باتیں سنتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ حضرت جعفر رحمہ اللہ کی احادیث ہیں، اور یہ مثلاً مفضل بن عمرو اور بنان اور عمر النبطی وغیرہم ہیں۔ "رجال کشی" ص۲۰۶ تذکرہ مفضل بن عمرو)

گویا یہ ملعون اپنے پست، رذیل، خسیس اور دنی اغراض کی تکمیل کے لیے سیدنا جعفر صادق علیہ الرحمہ کی صداقت و عظمت کو مجروح کرنے سے بھی نہیں چوکتے تھے۔

ہر مفتری اور کاذب تلوار کے گھاٹ اترا

حضرت ابوالحسن موسیٰ (رحمہ اللہ) نے فرمایا محمد بن بشیر پر اللہ کی لعنت ہو، اور اللہ اسے تلوار کے گھاٹ اتارے یہ میرے اوپر جھوٹ بولتا ہے۔ پھر فرمایا جس نے بھی ہم پر عمداً جھوٹ وضع کیا اللہ تعالیٰ نے اسے تلوار سے قتل کا مزہ چکھایا۔ بنان نے علیؓ بن الحسین پر جھوٹ بولا، اللہ تعالیٰ نے اسے موت کے گھاٹ اتارا، مغیرہ بن سعید نے حضرت ابو جعفر رحمہ اللہ پر جھوٹ افتراء کیا، اللہ تعالیٰ نے اسے تلوار کا مزہ چکھایا۔ ابوالخطاب نے میرے باپ (حضرت جعفر رحمہ اللہ) پر جھوٹ بولا، اللہ نے اسے قتل کیا۔ محمد بن بشیر پر اللہ کی لعنت ہو اس نے میرے اوپر افتراء کیا ہے اللہ میں اس کے افتراء پر تیری بارگاہ میں برأت کا اظہار کرتا ہوں۔ ("رجال کشی" ص۳۰۲ تذکرہ محمد بن بشیر)

بنان البیان پر لعنت ہو

حضرت ابو جعفر (سیدنا محمد باقر رحمہ اللہ) نے فرمایا:-

لعنَ اللّٰہُ بنان البیان وَاِنَّ بَنَانًا لَعَنَہُ اللّٰہُ کَانَ یکذب علیٰ ابی۔ ("رجال کشی" ص۱۹۲ تذکرہ مقلاص)

اللہ کی لعنت ہو بنان پر اور بنان پر اللہ لعنت کرے وہ میرے باپ پر جھوٹ بولتا تھا۔

مغیرہ بن سعید پر اللہ کی لعنت ہو

سیدنا ابو عبد اللہ جعفر رحمہ اللہ سے روایت ہے فرمایا:-

لَعَنَ اللّٰہُ المُغیرۃ بن سعید اِنَّہٗ کَانَ یَکْذِبُ عَلٰی اَبِیْ۔ ("رجال کشی" ص۱۹۲ تذکرہ مقلاص بن ابی خطاب)

مغیرہ بن سعید پر اللہ کی لعنت ہو یہ میرے باپ پر جھوٹ بولتا تھا۔

رجال کشی | الشیخ ابو عمرو محمد بن عمر بن عبدالعزیز الکشی کی فنِ رجال میں تالیف رجال کشی نہ صرف شہرہ آفاق تالیف ہے بلکہ اس فن کی جمع کتابوں میں سب سے اول واقدم ہے۔

پھر سبائی مذہب کے ستون شیخ ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی[۱] (متوفی ۴۶۰ھ) نے اس کی تلخیص وتصحیح کی اور اس کا نام رجال کشی کی بجائے اختیار الکشی رکھا، موجودہ کتاب اختیار الکشی ہے نہ کہ رجال کشی[۲] گویا موجودہ رجال کشی صرف علامہ کشی کی تالیف نہیں، بلکہ علامہ کشی اور علامہ طوسی دونوں کی مشترک تصنیف وتالیف ہے، ہمارے سامنے رجال کشی کا جو نسخہ رہا ہے وہ بمبئی کا مطبوعہ ہے۔

دوسری کتب میں بھی | ان سبائی لعینوں پر صرف رجال کشی ہی میں حضرات آل علیؓ کی لعنت موجود نہیں بلکہ دوسری کتابوں میں مثلاً جامع الرواۃ محمد بن علی الاردبیلی، مجمع الرجال القہپائی اور منتہی المقال رجال ابی علی وغیرہ[۳] بھی ان لعینوں پر ابنائے علی رضی اللہ عنہم کی طرف سے لعنت کی گئی ہے[۳]

اہل سنت کی کتب میں بھی! | صرف سبائیوں ہی کی کتب میں نہیں، مسلمانوں کی اہم کتابوں میں بھی حضرات ابنائے علیؓ نے ان لعینوں سے برأت وبیزاری کا اعلان فرمایا ہے۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ | (۱) امام محمد بن سعد نے (م ۲۳۰ھ) اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت ابو جعفر (محمد باقر رحمہ اللہ) نے فرمایا:۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَبْرَأُ اِلَيْكَ مِنَ الْمُغِيْرَةِ بْنِ سَعِيْدٍ وَبَيَانٍ [۴]	الٰہی! میں تیری بارگاہ میں مغیرہ بن سعید اور بیان (ربنان) سے برأت وبیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔

---

[۱] یہی علامہ طوسی "شیخ الطائفہ" کے لقب سے ملقب ہیں اور اصول اربعہ کی دو کتابوں تہذیب الاحکام اور استبصار کے مصنف ہیں جن پر سبائی مذہب کا مدار ہے [۲] رجال کشی ص ۳۷۹ ترجمۃ المصنف [۳]

"رحماء بینہم" از حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ، جامعہ محمدی جلد اول حاشیہ ص ۱۰۳ [۴]

"طبقات ابن سعد" جلد ۵ ص ۳۲۱ ذکر حضرت ابو جعفر محمد باقر رحمہ اللہ

(۲) کثیر النواء کہتے ہیں کہ میں نے حضرت محمد باقر (رحمہ اللہ) سے سنا فرماتے تھے:۔

بَرِئَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ مِنَ المغیرۃ بن سَعِیدٍ وَبنَان فَاِنَّھُمَا کَذِبَا عَلَیْنَا اھل البیت لے	مغیرہ بن سعید اور بنان سے اللہ اور اس کا رسولؐ بری و بیزار ہو انہوں نے ہم اہل بیت پر جھوٹ بولا۔

ذرا ان بے ایمانوں کے تھوڑے سے کرتوت اور بھی سن لیجئے!

(۳) [حضرت ابراہیم بن الحسن (مثنّٰی)] فرماتے ہیں مغیرہ میرے پاس آیا میں نوجوان تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ تھا پہلے تو رسول کریمؐ سے میری قرابت اور مشابہت کا ذکر کرتا رہا پھر حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا فَلَعَنَھُمَا اور ان کے دشمنوں پر لعنت کرنے لگا۔ فَقُلْتُ یَا عَدُوَّ اللّٰہِ أَعِنْدِیْ؟ پس میں نے کہا اے دشمن خدا میرے سامنے یہ جرأت؟ پھر میں نے اس کا گلا گھونٹ دیا حتّٰی اَدْلَعَ لِسَانَہٗ، یہاں تک کہ اس کی زبان باہر نکل آئی۔

حضرت اعمش (مشہور تابعی) کہتے ہیں کہ میں نے سب سے پہلے حضرت ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کی تنقیص مغیرہ سے سنی۔

ابن عدی کا قول ہے کہ کوفہ میں حضرت علیؓ سے جھوٹی روایتیں کرنے اور ان میں سب سے زیادہ لعنت کرنے والا مغیرہ بن سعید تھا۔ ھُوَ دَائِمًا یَکْذِبُ عَلٰی اھل البیت لے [وہ اہل بیت پر ہمیشہ افتراء کرنے والا تھا۔

معلوم ہوتا ہے جھوٹی روایات وضع کر کے سیدنا علی و آل علی رضی اللہ عنہم کے نام منسوب کرنے اور ان حضرات پر بہتان باندھنے والے کوفی سبائیوں میں مغیرہ بن سعید اور بنان ملعون سرِ فہرست اور نمایاں تھے۔ اسی لیے سیدنا محمد باقر رحمہ اللہ عنہ ان کے کرتوتوں سے اپنی برأت و بیزاری کا اعلان فرما رہے ہیں اور ان لعینوں کا صحیح علاج وہی تھا جو حضرت ابراہیم بن حسن (مثنّٰی) رحمہ اللہ نے فرمایا تھا۔ (ابنائے علیؓ پر اللہ تعالےٰ کی کروڑوں رحمتیں ہوں)

لے میزان الاعتدال، جلد ۳ صفحہ ۱۶۱ ذکر مغیرہ بن سعید سے ایضاً از علامہ شمس الدین ذہبی (م ۷۴۸ھ) جلد ۳ صفحہ ۱۶۰/۱۶۲۔

احادیثِ صحیحہ یہ تو ہے تمہاری "احادیثِ صحیحہ" کی حقیقت! تمہاری ان احادیث کا کوئی راوی بھی سچا مسلمان ہے؟ لنکا سے جو بھی نکلا، باون گز کا، تمہارے جس "امام" کے دقت میں جو بھی راوی نظر آتا ہے۔ وقت کا "امام" اسے کاذب، کذاب و وضاع قرار دے کر اس پر لعنت کی بوچھاڑ کر رہا ہے۔ جب "احادیثِ صحیحہ" کے راویوں کا یہ حال ہے تو اپنی احادیث کی "صحت" کا خود اندازہ کر لو۔

قرآن کن کے گھر میں اترا؟ پھر "احادیثِ صحیحہ" کے ادعاء باطل کے ساتھ "خانوادۂ رسالت جن کے گھر میں قرآن اترا" بھی کہا ہے۔ تمہاری "احادیثِ صحیحہ" خانوادۂ رسالت سے منقول نہیں بلکہ عموماً ملعون سبائیہ کی موضوعہ، مکذوبہ اور مخترعہ ہیں۔ جن راویوں پر خانوادہ رسولؐ نے لعنت کی بوچھاڑ کی ہے......اب ذرا خانوادۂ رسالت جن کے گھر میں قرآن اترا، کی حقیقت بھی سن لو!

خانوادۂ رسول کے اولین افراد ہیں حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما، جن کی عمر شریف وصالِ رسولِ کریمؐ کے وقت اوائل ۱۱ھ میں چھ، سات سال کی تھی، ذرا ہوش کے ناخن لو اور بندے بن کر ہم سے بات کرو، اس عمر میں انہوں نے اپنے اپنے گھر بسا لیے تھے؟ کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں تشریف لایا کرتے تھے اور جبریلِ امین وہاں نازل ہوا کرتا تھا۔

اللہ کے بندو! تم ہمہ وقت بھنگ کی ترنگ میں مست و مدہوش رہتے ہو یا کبھی ہوش میں بھی آتے ہو؟ جو بات بھی کرتے ہو بے اصل، بے حقیقت، ہزل ہی ہزل، خرافات ہی خرافات! تم سمجھتے ہو تمہاری طرح ساری دُنیا بے ہوش ہے وہ تمہاری یاوہ گوئی، خرافات کا کیا جائزہ لے گی۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے اس دنیا میں ماشاء اللہ اہلِ ہوش و خرد بھی بستے ہیں، ساری دنیا تمہاری طرح بیہوش و بدحواس نہیں کہ جسے اپنے آگے پیچھے، اپنے بول، اپنی بات کی خبر ہی نہ ہو۔ یہ جو تم نے

لـــہ سیدنا حسنؓ کی پیدائش رمضان المبارک ۳ھ ہے اور سیدنا حسینؓ کی شعبان ۴ھ، رضی اللہ عنہما۔ استیعاب اور اصابہ دونوں میں یہی ہے۔

ہر جگہ پر ہمیشہ رٹ لگا رکھی ہے کہ قرآن خانوادۂ رسالت کے گھر میں اترا۔ کیا اس کی حقیقت پر کبھی غور کیا ہے؟ آخر وہ کون سے حضرات خانوادۂ رسالت کے افراد تھے جن کے اپنے اپنے گھر تھے اور اللہ کے محبوب رسولؐ اپنے نو دس گھر چھوڑ کر وہاں شب و روز جا ٹھہرتے تھے اور وہاں قرآن اترتا تھا؟

کتاب و سنّت کی روشنی میں!

بخلاف تمہارے زعم باطل کے قرآن بیوت النبیؐ میں اترا۔ سفر میں بھی جبرئیلؑ امین وحی لے کر آتے تھے۔ لیکن بحث گھروں کی ہے تو گھروں میں قرآن و حدیث سے یہی ثابت ہے کہ قرآن بیوت النبیؐ ہی میں اُترا، اور بیوت النبیؐ امہاتؓ المومنین کے بیت ہیں، ان میں حضراتِ ازواجِ مطہراتؓ سکونت پذیر تھیں، قرآنِ کریم میں اللہ رب العزت نے انہیں اہل البیت کے لفظ سے خطاب فرمایا۔ (سورہ احزاب رکوع ۴)

قرآن گھروں میں اترا تو حضرات اہل بیت امہات المومنینؓ کے گھروں میں اترا اور حضور نبی کریمؐ کی سب سے محبوب زوجہ محترمہ ام المومنین طاہرہ سیدہ عائشہ صدیقہ مبرأۃ من السماء رضی اللہ عنہا کے تو لحاف میں بھی اترا۔ اور قرآن کی تنزیل و تلاوت کا مہبط و مرکز تھے تو بیوتِ اہل بیتِ نبیؐ! وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ ۔ (احزاب) یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے:۔ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۔

تو حقائق کا منہ نہ چڑایا کرو۔ قرآن جو گھروں میں اترا، تو وہ فِي بُيُوتِكُنَّ ، حضرات اہل بیتؓ ازواجِ مطہرات کے گھروں میں اترا۔ اگر خانوادۂ رسولؐ کے گھروں میں اترتا تو ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں مگر اس وقت خانوادۂ رسولؐ کے گھر تھے کہاں؟ کہ ان میں قرآن نازل ہوتا۔ حقیقت کا انکار نہ کرو، اس سے ذلت و رسوائی کے سوا کچھ بھی حاصل نہ ہوگا، دل چاہے انگاروں پر لوٹے پھر بھی شرافت سے مان لو کہ قرآن حضرات اہلبیتِ[1] رسول ازواجِ مطہرات کے گھروں میں نازل ہوا۔ رضی اللہ عنہم۔

---

[1] منطوقِ قرآنی اور لغتِ عرب کے مطابق اہلِ بیتِ رسول حضرات ازواجِ مطہراتِ رسول، امہات المومنین ہیں رضی اللہ عنہن۔ یہ مسلمانوں سے جہلا تو جہلا علماء تک کا کمال ملاحظہ ہو کہ قرآن کی متعدد بار صراحت اور لغتِ عرب کے خلاف حضرت ازواجِ مطہرات کو اہلِ بیتِ رسول عموماً نہیں کہتے، اور نہ لکھتے ہیں، وقت آگیا ہے کہ اب اس مبارک و مقدس اصطلاح کا صحیح استعمال ہونا چاہیئے اور تقریر و تحریر میں اہلِ بیتِ رسولؐ، اہلِ بیتِ رسولؐ یعنی ازواجِ مطہرات کو کہنا چاہیئے، رضی اللہ عنہم

ایمانِ حضرت عثمان ذی النّورین رضی اللہ عنہ

طعن اور سب ۲ امام عالی مقام، سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ پر دوسرا سب بہت ہی بڑا سب یہ کیا ہے کہ (معاذ اللہ) آپ مومن نہ تھے۔ حضرت عثمانؓ کے مومن نہ ہونے پر دلیلیں تو بہت ہیں، ان میں سے ایک تو یہ ہے اور یہی ایک کافی ہے کہ تمام مسلمین جن میں صحابہ شامل ہیں نے اجماع کر کے اس کو قتل کرا دیا، تم لوگ حضرت رسالتمآب سے روایت نقل کرتے ہو کہ میری امت غلطی پر اجماع نہیں کر سکتی، تو کیا تمام مسلمان جن میں صحابہ بھی شامل ہوں ایک مومن کے قتل پر اجماع کر سکتے ہیں؟" ("مناظرہ بغداد" ص۶۳)

جواب ۱ امام مظلوم بارشادِ رسولِ کریم شہید ہیں، صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ رقم فرماتے ہیں:۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خبر دینا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوں گے اور حق پر ہوں گے، بہت سی روایات سے ثابت ہے حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ یہ شخص (عثمانؓ) اس میں ظلماً شہید کیا جائے گا، اس روایت کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور مرہ بن کعب اور عبد اللہ بن حوالہ اور کعب بن عجرہ (رضی اللہ عنہم) سے روایت ہے ان سب کے الفاظ قریب قریب ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کا ذکر فرمایا اور (حضرت عثمانؓ کے متعلق) فرمایا کہ یہ شخص اس وقت (علی الہدیٰ) یعنی حق و ہدایت پر ہو گا۔ یہ روایت ابن ماجہ اور ترمذی اور حاکم (رحمہم اللہ) کی ہے [۱]

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس روایت کے متعلق لکھا ہے کہ اسے امام احمد، ابو یعلیٰ اور ابو عوانہ نے بھی روایت کیا ہے [۲]

---

[۱] "ازالۃ الخفاء" مقصد اول، فصل پنجم، بیان فتن ص۶ [۲] "البدایۃ والنہایۃ" جلد ۷ ص۲۰۹

ان کافروں کی شرارت ملاحظہ ہو کہ اللہ کے معصوم رسول الصادق والمصدوق صلی اللہ علیہ وسلم تو یُقتَلُ ھٰذَا فِیْھَا مَظْلُوماً اور علی الھُدیٰ فرما کر حضرت عثمانؓ کو شہید قرار دیں اور یہ کافر معاذاللہ ثم معاذاللہ کافر کہیں۔ ع

کہاں تک بڑھ گئی اس دشمنِ ایماں کی بے باکی!

جواب ۲ "تمام مسلمان جن میں صحابہ بھی شامل ہوں" یہ تو نری بکواس ہے حضرت، امام مظلوم کے قتل میں نہ تو تمام مسلمان شامل تھے اور نہ ہی صحابہ کرامؓ! یہ قتل صرف سبائی غنڈوں کی بدمعاشی، خون آشامی اور سفاکی کا نتیجہ تھا جس میں اسلامیانِ مدینہ خصوصاً حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو قطعاً ملوث نہ تھے، بلکہ حضراتِ صحابہ تو بشمول سیدنا علیؓ حضرت امام مظلوم کے ساتھ تھے، امام ابنِ کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں :۔

وَاَمَّا مَا یَذکرہ بعض النَّاس مِنْ اَنَّ بَعْضَ الصَّحَابَۃِ اَسْلَمَہٗ وَرَضِیَ بِقَتْلِہٖ فَھٰذَا لَا یَصِحُّ عَنْ اَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَۃِ اَنَّہٗ رَضِیَ بِقَتْلِ عثمان رَضِیَ اللہُ عَنْہُ بل کُلُّھُمْ کَرِھَہٗ وَمَقتہ وَسَبَّ مَنْ فَعَلَہٗ۔

("البدایۃ والنہایۃ" جلد ۷ صـ ۱۹۸)

یہ جو بعض (سبائی) لوگ ذکر کرتے ہیں کہ بعض صحابہؓ نے آپ کو (باغیوں کے) حوالہ کر دیا تھا اور وہ آپ کے قتل سے خوش تھے تو یہ کسی ایک صحابی سے بھی صحیح ثابت نہیں کہ وہ حضرت عثمانؓ کے قتل پر رضامند ہو رضی اللہ عنہ بخلاف اس کے جمیع صحابہ کرامؓ نے آپ کے قتل کو بُرا سمجھا اس پر ناخوش و ناراض ہوئے اور قاتلین کو بُرا بھلا کہا۔

یہ ہے حقیقت کہ جمیع یارانِ رسولؐ آپ کے قتل سے قطعاً خوش نہیں تھے۔ یہ روافض کا بہتان ہے، بلکہ صحابہ کرامؓ کلہم اس فعلِ شنیع اور ارتکابِ قبیح سے ناراض و غضبناک تھے، اور ملعون و مردود سبائی مرتکبینِ قتل کو نشانۂ سب وشتم بنا رہے تھے۔

کسی ایک صحابیؓ نے بھی قتلِ امام میں حصہ نہیں لیا

حضرت امام قاضی ابن العربیؒ (متوفی ۵۴۳ھ) ارشاد فرماتے ہیں:

اَنَّ اَحَداً مِنَ الصَّحَابَۃِ لَمْ یَسْعَ عَلَیْہِ وَلَا قَعَدَ عَنْہُ......

یہ حقیقت ہے کہ کسی ایک صحابیؓ نے بھی آپ کی مخالفت میں حصہ نہیں لیا اور نہ ہی آپ کی حمایت و حفاظت کے فریضہ سے کنارہ کش ہوا۔ اور اگر حضرت عثمانؓ صحابہ کرامؓ سے مدد

طلب کرتے تو ایک ہزار یا چار ہزار مسافر (مفسدین) ہیں[۲] ہزار بلکہ اس سے بھی زائد شہریوں پر غالب نہ آسکتے تھے وَلٰکِنَّہٗ اَلْقٰی بِیَدِہٖ اِلَی الْمُصِیْبَۃِ[۱]، لیکن امام مظلوم نے اپنے کو خود مصیبت میں ڈالا۔

شوقِ شہادت اور امت پر احسانِ عظیم

چونکہ بکثرت احادیثِ صحیحہ میں آپ بارہا محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی شہادت کی خبریں سن چکے تھے، لہٰذا آپ کو اپنی شہادت کا یقین کامل تھا، اور اسی یقین و ایمان کی بنا پر آپ نے جذبۂ وصل و شوقِ شہادت میں بے خود و بے تاب ہوکر اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالا ——— ورنہ اگر آپ صحابۂ کرام رض سے مدد کیا طلب کرتے ؟ وہ تو حضرت علی سمیت جمیع مہاجرین و انصار نے (رضی اللہ عنہم) باصرار و تکرار ان سبائی غنڈوں سے جہاد کا اذن طلب کیا۔ مگر آپ نے پوری شدت سے انکار کر دیا اور یہاں تک کہہ دیا کہ مَالِی اَدْعُوْکُمْ اِلَی الْجَنَّۃِ وَتَدْعُوْنَنِیْ اِلَی النَّارِ یعنی مجھے کیا ہوگیا کہ میں تمہیں جنت کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلاتے ہو۔ گویا حضرت امام رض نے نہایت سختی کے ساتھ یارانِ رسول رض کے ہاتھ باندھ رکھے تھے۔ اگر آپ حضرات صحابۂ کرام رض کو اجازت دے دیتے تو مدینہ طیبہ کی گلیوں میں سبائی غنڈوں کی بوٹی بڈی تک نہ ملتی۔

اب امت پر احسانِ عظیم کی بات سنو امصر کے فاضل مصنف علامہ محب الدین الخطیب رقمطراز ہیں کہ: — اس طرح آپ نے اہون الشرین (دو شروں میں سے ہلکے شر) کو اختیار فرمایا آپ نے دائرۂ فتنہ کی توسیع اور مسلمانوں کی خونریزی پر اپنے نفس کی قربانی کو ترجیح دی وعثمان افتدی دِمَاءُ اُمَّۃٍ بِدَمِہٖ مختاراً[۲]، اور حضرت عثمان رض نے اپنے خون سے امت کے خون کا فدیہ ادا کیا اور اپنے اختیار سے ادا کیا۔

ایک تیر سے دو شکار

آج کے بے ایمان سبائی جو قتلِ عثمان رض میں حضرات صحابہ رض کو ماخوذ و ملوث کرنے کی مردود و نابکار کوشش کرتے

---

[۱] العواصم من القواصم" ص ۱۳۶/۱۳۷ مطبوعہ قاہرہ مصر [۲] ایضاً حاشیہ ص ۱۳۷

ہیں، دراصل وہ خود اسی سازشی گروہ کے فرد اور سبائی پارٹی کے رکن ہیں۔ اور اپنی اس حرکت سے وہ نہایت چالاکی وعیاری کے ساتھ صحابۂ کرام رض پر بہتان طرازی کر کے اس ملعون کردار کے واقعی مرتکبین کو بچالے جانا چاہتے ہیں، گویا یہ پُرکار و فتنہ گر لوگ ایک تیر سے دو شکار کرتے ہیں، مگر ان کی عیاری سے حقیقت پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا۔ یہ لاکھ کوشش کریں ؏

حقیقت پھر حقیقت ہے نمایاں ہو کے رہتی ہے

حقیقت یہ ہے کہ یہ ساری فتنہ سامانی سبائیوں کی تھی، اور سبائی پارٹی ہی کے ہاتھ امام مظلوم رض کے خون سے رنگین ہیں۔

جواب ۲ پھر پانچ سال کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بھی تو انہی سبائی خارجیوں نے شہید کیا، اس حقیقت کو اہل بصیرت اچھی طرح جانتے ہیں،

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی رح لکھتے ہیں :۔

الذین قاموا علی عثمان وانکروا علیہ اشیاءً اعتذر عن فعلھا ثم کانوا مع علی رض خرجوا بعد ذلک علی علی ۔۔۔۔۔۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری کتاب التوحید)

جو لوگ حضرت عثمان رض کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کے سر ناکردہ گناہ تھوپ کر جھوٹا پروپاگنڈہ کیا اور آخر آپ کو شہید کر کے رہے) پھر وہ حضرت علی رض کے ساتھ ہو گئے مگر اس کے بعد حضرت علی رض کے خلاف بھی خروج کیا۔ (اور مآل کار آپ کو بھی جام شہادت پلایا)

اور اس حقیقت کو خود سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی تسلیم فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ آپ نے خطبہ شروع کیا، خوارج نے آپ کو خطبہ میں روک دیا، آپ منبر سے اُتر آئے اور فرمایا :۔ میری اور عثمان رض کی مثال سُرخ، سفید اور سیاہ تین بیلوں کی سی ہے، جنہیں مختلف اوقات میں یکے بعد دیگرے ایک شیر نے پھاڑ کھایا۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ صفحہ ۱۶۱)

تو سیدنا عثمان رض اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما دونوں کے قاتل جب ایک ہیں یعنی عیار و بے ایمان سبائی! تو جو فتویٰ بے ایمان لوگ اس شہادت پر سیدنا عثمان پر لگا رہے ہیں کیا سیدنا حضرت علی پر بھی وہی فتویٰ لگائیں گے؟ رضی اللہ عنہما وعنہم اجمعین۔

جواب ۴ پھر بیس سال بعد سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو بھی تو تمام شیعانِ کوفہ اور ابن زیاد کی فوج نے شہید کر دیا تھا، فرمائیے ان پر بھی کافر لوگ (معاذ اللہ) کفر کا فتویٰ لگائیں گے؟ کیا کوفہ کے تمام شیعہ مسلمان بھی نہیں بلکہ "تمام مومن" ایک مومن کے قتل پر اجماع کر سکتے ہیں!؟

ع کیا مری ضد سے باغباں سارا چمن جلائے گا؟

سبب ۳ علاوہ ازیں (حضرت) عثمان رضی کے کفر پر اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ حضرت عائشہ اس کو یہود سے مشابہت دیتی تھی۔ اور اس کے قتل کا حکم دیتی تھی، چنانچہ اس کا غیر مبہم الفاظ میں یہ فرمان منقول ہے، اس نعثل کو قتل کر دو یہ کافر ہو چکا ہے (نعثل ایک یہودی کا نام تھا اور حضرت عائشہ (حضرت) عثمان کو نعثل کہہ کر پکارتی تھی)۔ (مناظرہ بغداد ص ۶۳)

جواب ۱ نبی کریم کی سب سے محبوب اہلِ بیت حضرت طاہرہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر یہ بہتانِ عظیم ہے کہ وہ سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کو یہود سے مشابہت دیتی تھیں، درحقیقت یہ افتراء کوئی یہودی ہی کر سکتا ہے۔ اور مناظر ملعون نے یہ خرافات بک کر اپنے یہودی ہونے کا ثبوت دیا ہے، ہم یہودی مناظر یا یہودی مترجم کو چیلنج کرتے ہیں کہ دنیا کی کسی صحیح معیاری کتاب سے یہ الزام وافتراء ثابت کریں۔
فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ.......

جواب ۲ یہ بھی صریح خرافات ہے کہ حضرت ام المؤمنین اہلبیت رسول رضی اللہ عنہا امام مظلوم کے قتل کا حکم دیتی تھیں، بخلاف اس کے:۔

(۱) شیخ الاسلام امام ابنِ حجر عسقلانی رح حضرت ام المؤمنین رض سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ نے حضرت عثمان رض کی شہادت کے سلسلہ میں فرمایا:۔

خدا کی قسم! میں نے حضرت عثمان رض کی جنگ سے متعلق قطعاً کوئی بات پسند نہیں کی خدا کی قسم! لَوْ اَحْبَبْتُ قَتْلَہٗ لَقُتِلْتُ (ترجمہ) اگر میں نے ان کے قتل کو پسند کیا ہو تو میں بھی قتل کی جاؤں۔[۱]

---

[۱] فتح الباری جز ۱۳ ص ۳۳۲، کتاب التوحید، باب قول اللہ یا ایہا الرسول بلغ ....

دیکھئے حضرت طاہرہ اہل بیتِ رسولؐ کس شدت سے اپنے خلاف سبائیہ کی خرافات کا رد فرما رہی ہیں، اور کس یقین آفریں انداز سے!

(۲) جدالمؤرخین ابن جریر طبری کی روایت میں ہے کہ حضرت طاہرہ صدیقہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کو جب حضرت عثمانؓ کی شہادت کا علم ہوا تو فرمایا:-

قُتِلَ وَاللّٰہِ عثمان مظلومًا واللّٰہِ لَاَطلبنّ بدمہٖ۔ ("طبری" جلد ۳ ص ۴۷۷)	خدا کی قسم حضرت عثمانؓ مظلوم شہید کیے گئے، خدا کی قسم! میں ان کے خون کا قصاص طلب کروں گی۔

چنانچہ اہلِ بیتِ رسول رضی اللہ عنہا نے قصاص کا مطالبہ کیا۔ قاتلینِ عثمانؓ سبائیہ بے ایمان نوجوانوں کی وعیاری سے صاف بچ کر نکل گئے اور جنگِ جمل برپا کرادی حالانکہ فریقین میں سے کوئی بھی باہمی قتال نہیں چاہتا تھا۔ اور باہم اس بات پر صلح ہوگئی تھی کہ کل ـــــ قاتلینِ عثمانؓ سے قصاص لیا جائے گا۔[۱]

یہ ساری سبائیوں کی خباثت وشرارت ہے کہ انہوں نے باہمی صلح میں اپنی موت دیکھی اور رات کی تاریکی میں جنگ شروع کردی۔ ہر فریق نے یہ سمجھا کہ دوسرے فریق نے زیادتی کی ہے اور عہد کی خلاف ورزی کی ہے۔ حالانکہ زیادتی اور بدعہدی کسی کی بھی نہ تھی صرف سبائیوں کی خباثت تھی اور ملتِ اسلامیہ کی بدقسمتی!

بہرحال یہ ساری دنیا جانتی ہے کہ جنگِ جمل قصاصِ عثمانؓ کے سوال پر لڑی گئی اور ام المومنین طاہرہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خونِ عثمانؓ کے قصاص کا جو عہد و اعلان کیا تھا اسے پورا کیا۔

تعجب اور تحیر کی انتہا ہے کہ ادھر تو سبائی بے ایمان اہلِ بیتِ رسولؐ کو ہدفِ سب وشتم بناتے ہیں کہ قصاصِ عثمانؓ کے مسئلہ پر انہوں نے سیدنا حضرت علیؓ سے جنگ (جمل) کی۔ اور پھر وہ دین وایمان اور صحابہ کرامؓ کے ساتھ عقل کے دشمن یہ بھی بکے چلے جاتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ لوگوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم بھی دیتی تھیں۔

اہل بیتؓ رسولؐ کل تک لوگوں کو قتلِ عثمانؓ کا حکم دیتی تھیں اور جب حضرت امام مظلوم

---

[۱] "طبری" جلد ۳ ص ۵۰۲-۵۰۳ و "البدایۃ والنہایۃ" جلد ۷ ص ۲۳۷

امام مظلوم انتہائی مظلومیت کے ساتھ قتل کر دیئے گئے تو آبروئے رسول رضی اللہ عنہا ان کے خون کا بدلہ لینے کے لیے مکۂ معظمہ سے بصرہ تشریف لے گئیں اور میدانِ جنگ جمل میں خود تشریف فرما ہوئیں۔ مگر اور تو کسی کو کیا جرأت ہو سکتی تھی سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ان سے یہ نہ پوچھا کہ آپ ہی کے حکم کی تعمیل میں تو لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو بے دردی سے شہید کر دیا۔ اب آپ ان کے خون کا قصاص کس طرح طلب فرما رہی ہیں؟

کیا محسنۂ امت، معلمۂ امت کے قول و فعل میں اس درجہ تضاد و خلاف کا تصور عقل کے اندھے سبائیوں کے سوا کوئی اور بھی کر سکتا ہے؟

(۳) علامہ ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) موسیٰ بن طلحہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ شہادتِ عثمانؓ کے سلسلہ میں محسنۂ امت حبیبۂ حبیبِ خدا حضرت صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:-
لوگوں نے ان پر حملہ کر دیا اور انہیں قتل کر دیا۔ وانّہ لمن اوصلھم للرحم واتقاھم لربہ (ترجمہ) اور بلاشبہ وہ ان سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے اور ان سب سے زیادہ اپنے پروردگار سے ڈرنے والے تھے (الاستیعاب" ذکر امام مظلومؓ)

یہی الفاظ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے بھی حبیبۂ حبیبِ خدا حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سے نقل کئے ہیں۔ ("اصابہ" ذکر سیدنا عثمانؓ امام مظلوم)

(۴) نہ صرف یہ بلکہ اہلِ بیت رسول حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے قاتلین عثمانؓ پر برملا لعنت بھی کی ہے۔
بروایت طلق بن حسانؒ ارشاد فرمایا: حضرت عثمانؓ مظلوم قتل ہوئے اللہ تعالےٰ آپ کے قاتلوں پر لعنت فرمائے۔ ("البدایہ والنہایہ" جلد ۷ ص ۱۹۵)

اس سلسلہ میں ناموسِ رسولؐ رضی اللہ عنہا کے ارشادات تو اور بھی ہیں مگر ہم انہی پر اکتفا کرتے ہیں۔ اثباتِ حق اور ابطالِ باطل کے لیے یہی کافی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اہلِ بیتِ رسولؐ نے امام مظلومؓ کی شہادت پر جن عمیق جذباتِ غم اور احساساتِ الم کا اظہار فرمایا ہے، ان کے پیشِ نظر آپ کی ذاتِ پاک پر قتلِ امامؓ کا کینہ بہتان و افتراء انہی لوگوں کا کام ہے جن کی آنکھیں تعصب اور بغضِ اہلبیتؓ سے اندھی ہو کر رہ گئی ہیں۔

جواب - سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں اور کس قدر بجا ارشاد فرماتے ہیں:-

مَنْ تَبَرَّاَ مِنْ دِیْنِ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ فَقَدْ تَبَرَّاَ مِنَ الْاِیْمَانِ [۱]

جو سیدنا عثمانؓ کے دین وایمان سے بری و بیزار ہے حقیقت یہ ہے کہ وہ خود دین وایمان سے بَری ہے۔

ان بے ایمانوں نے امام عالی مقام ذی النورین رضی اللہ عنہ پر کفر کا فتویٰ لگا کر درحقیقت اپنے کفر کا اعتراف و اعلان کیا ہے۔ ورنہ بفضلہ تعالیٰ شہادت کی سعادت سے بہرہ اندوز ہونے پر حضرتِ امامِ مظلوم کی عظمتِ مقام و رفعتِ شان کو چار چاند لگ گئے ہیں۔ رضی اللہ عنہ!

سبّ نمبر ۴

(حضرت) عثمانؓ نے اپنے دورِ اقتدار میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسے جلیل القدر صحابی پر اس قدر تشدد کیا کہ وہ فتق کی بیماری میں مبتلا ہو گیا اور وہی بیماری اس کے لیے جان لیوا ثابت ہوئی۔ (مناظرہ بغداد، ص ۶۴)

جواب نمبر ۱

تمہاری آج تک رٹ لگی رہی ہے کہ نبی کریمؐ کے وصال کے بعد صرف تین یا چار مسلمان رہ گئے باقی (العیاذ باللہ) سب مرتد ہو گئے۔ تو پہلے تو ہمیں یہ بتلاؤ کہ یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کیسے جلیل القدر صحابی ہو گئے؟ صاف فرمائیے کہ تمہاری وہ رٹ گوزِ شتر تھی یا یہ تحریر؟ یا بغضِ عثمانؓ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) مرتد سے جلیل القدر صحابی بن گئے؟ اے بغض کے مارے مردودو! تمہیں اپنے آگے پیچھے کی کوئی خبر بھی رہتی ہے؟ کہ تمہارے اسلاف کیا خرافات الاپتے رہے ہیں اور تم کیا ہفوات بک رہے ہو۔

جواب نمبر ۲

باقی رہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایسے عظیم الاخلاق اور وسیع الحلم انسان کا حضرتِ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایسے صحابی پر اس قدر مہلک تشدد! جو جلیل القدر اور عمیم المناقب ہونے کے ساتھ اپنی سلامت روی، اطاعتِ امیر اور اعتدالِ فکر و عمل میں بے مثال ہوں، خارج عن البحث ہے + یہ ساری افترا پردازی و بہتان طرازی ابن سبا ملعون کی ذریات کی ہے جس میں حقیقت کا ادنیٰ شائبہ بھی نہیں۔

چنانچہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ھٰذا کِذْبٌ .... باتفاق اہلِ علم یہ جھوٹ ہے۔ (منہاج السنۃ جزء ۳ ص ۱۹۲)

---

[۱] "ستیعاب" للامام ابن عبدالبرؒ تذکرہ امام مظلوم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ۔

اور امام ابن العربی رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں :۔ فَرُوُرٌ[ل] یعنی بالکل جھوٹ ہے۔

سب ۵

اسی طرح حضرت ابوذرؓ جیسے جلیل القدر صحابی کو ربذہ کی طرف جلاوطن کردیا۔ ربذہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک ایسا غیر آباد اور چٹیل میدان ہے جس میں کوئی سبزہ نہیں اُگتا، پس حضرت ابوذرؓ کا اس جلاوطنی میں بھوک و پیاس سے انتقال ہو گیا۔ جبکہ ادھر عثمان مسلمانوں کے بیت المال میں عیش و عشرت کی زندگی اور دولت کی ریل پیل میں پرسرور وقت گذار رہا تھا اور اپنے رشتہ دار بنی امیہ و بنی مروان پر نوازشات کے طور پر دریادلی سے عطیات تقسیم کر رہا تھا۔ ("مناظرہ بغداد" ص ۶۴-۶۵)

ع بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن ـــ کس قدر بجا ارشاد ہے۔ انسان بے حیا ہو جائے تو پھر چاہے ننگا ہو کر گلی میں ناچتا کیوں نہ پھرے۔ غور کیجئے شرم و حیا سے رشتہ توڑ کر جناب مناظر نے ایک ہی سانس میں کتنی کذب بیانیاں اور دروغ بافیاں کی ہیں۔

جواب ۵

"حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو ربذہ جلاوطن کردیا" سفید جھوٹ اور کذبِ صریح ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابوذرؓ نے حضرت امامؓ سے ربذہ قیام کرنے کی اجازت طلب کی جسے قبول کرنے میں حضرت امام رضی اللہ عنہ کو تامل تھا۔ اس پر حضرت ابوذرؓ نے اپنے حق میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث پاک بیان کی تو اب مجبوراً سیدنا عثمانؓ کو اجازت دینا پڑی۔ مگر ساتھ ہی تاکید کر دی کہ مدینہ آنے جانے کا سلسلہ جاری رکھیں، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

اب ان حقائق کو تاریخ کے آئینہ میں دیکھئے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ بسند روایت کرتے ہیں کہ:۔

حضرت ابوذر نے حضرت عثمان سے کہا رضی اللہ عنہما

فتأذن لی فی الخروج فانّ المدینۃ لیست لی بدار فقال او تستبدل بھا الاشر امنھا قال امرنی رسول	مجھے مدینہ چھوڑنے کی اجازت دیجئے کہ میں مدینہ میں نہیں رہ سکتا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا آپ مدینہ کے بدلہ میں جہاں بھی رہیں گے اچھی جگہ نہ ہوگی۔ حضرت ابوذرؓ نے کہا

ل "العواصم من القواصم" ص ۶۳

مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ جب سلع تک عمارتیں بن جائیں تو مدینہ سے نکل جانا
حضرت عثمان رض نے فرمایا پھر جس چیز کا آپ کو رسولِ کریم نے حکم دیا ہے آپ اس پر عمل کریں۔
پس حضرت ابوذر رض نے مدینہ چھوڑ کر ربذہ میں قیام فرمایا، وہاں ایک مسجد بنالی۔

وَاقطَعَهٗ عثمانُ صِرمَةً مِنَ الإِبِلِ وَاَعطَاهُ مملوكين۔	حضرت عثمان رض نے ان کیلئے اونٹوں کا ایک گلہ بھی مخصوص کر دیا اور انہیں دو غلام بھی عطا کئے

اور ان سے فرمایا مدینہ آتے جاتے رہیں تاکہ اعرابی بن کر نہ رہ جائیں، چنانچہ حضرت ابوذر رض نے ایسا ہی کیا۔ (طبری جلد ۳ ص ۳۳۵/۳۳۶)

حیران ہوتا ہوں کہ دشمنانِ دین وایمان جس تاریخ کے کندھے پر بندوق رکھ کر یارانِ رسول کو مجروح ومطعون کرتے پھرتے ہیں۔ جب تاریخ ان کے گن گاتی ہے، یہ اندھے ہو جاتے ہیں۔ پھر یہ طبری کو کیوں نہیں پڑھتے۔ مندرجہ بالا تاریخی حقائق دیکھئے اور پھر انصاف کیجئے، دشمنانِ صحابہ رض کی ہفوات وخرافات کو حقائق سے کوئی نسبت بھی ہے؟

جواب نمبر ۲ "ربذہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک ایسا غیر آباد اور چٹیل میدان ہے جس میں کوئی سبزہ نہیں اُگتا" ("مناظرہ بغداد" ص ۶۴)

غدار اور مکار مناظر نے ان الفاظ سے یہ تصور دینے کی کوشش کی ہے کہ ربذہ مکہ اور مدینہ سے ڈیڑھ ڈیڑھ دو دو سو میل دور ہے تاکہ اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ظلم کا راگ الاپا جا سکے، حالانکہ ربذہ مدینہ طیبہ سے صرف تین میل کے فاصلے پر ہے۔ مضافاتِ مدینہ سمجھو۔

جواب نمبر ۳ "حضرت ابوذر رض کا اس جلاوطنی میں بھوک اور پیاس سے انتقال ہو گیا" ("مناظرہ بغداد" ص ۶۴)

کفر وبے ایمانی۔ وبغض وعداوت کا تو کوئی علاج نہیں، اس آگ میں تو بے ایمان دشمنانِ صحابہ رض ہمیشہ جلتے رہیں گے۔ ورنہ حقائق درج ذیل ہیں:۔

(۱) ابھی روایت گذر چکی ہے کہ حضرت امام عادل وبرحق رضی اللہ عنہ نے اونٹوں کا ایک گلہ اور دو غلام حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دیئے تھے۔

(۲) امام ابن جریر رحمہ اللہ ہی روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رض نے حضرت ابوذر رض کیلئے روزانہ اونٹ کے گوشت کی ایک بوٹی دستی مقرر کر دی تھی۔ (طبری جلد ۳ ص ۳۳۷)

(۳) سلمہ بن بنانہؓ سے روایت ہے کہ ہم عمرہ کے لیے جاتے ہوئے حضرت ابوذرؓ کی قیام گاہ کے قریب بیٹھے تھے۔ کہ حضرت ابوذرؓ تشریف لے آئے آپ کے ساتھ غلام نے اونٹ کی ایک چوٹری اٹھائی ہوئی تھی۔ فرمایا روزانہ میرے لیے ایک چوٹری مقرر ہے جسے میں اور میرے اہل و عیال کھاتے ہیں۔ میں نے پوچھا آپ کے لیے کچھ مال بھی ہے، فرمایا۔ صِرْمَۃٌ مِنَ الْغَنَمِ وَقَطِیْعٌ مِنَ الْاِبِلِ ۔ بکریوں کا ریوڑ اور اونٹوں کا گلہ ہے ایک میں میرا غلام رہتا ہے اور دوسرے پر میری لونڈی اور دوسرا غلام [1]

"اُم التواریخ" سے "حضرت ابوذرؓ کے بھوک اور پیاس سے انتقال کر جانے" کے بعد اب "اُم السیر" سے اس فاقوں مرجانے کی کیفیت ملاحظہ ہو :۔

جواب ۴

پہلے تو یہ حقیقت ملاحظہ ہو کر :۔

جب حضرت ابوذرؓ شام سے مدینہ آئے تو حضرت عثمانؓ نے آپ سے فرمایا۔

کُنْ عِنْدِیْ تَغْدُوْ عَلَیْكَ وَتَرُوْحُ اللِّقَاحُ، قَالَ لَا حَاجَۃَ لِیْ فِیْ دُنْیَاکُمْ، ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِیْ حَتّٰی اَخْرُجَ اِلَی الرَّبَذَۃِ۔

آپ میرے پاس قیام کریں آپ کے صبح و شام نلشتے کھانے کا انتظام کروں گا، مگر حضرت ابوذرؓ نے فرمایا مجھے تمہاری دُنیا کی کوئی ضرورت نہیں۔ پھر کہا کہ مجھے ربذہ جانے کی اجازت دی جائے۔

فَاَذِنَ لَہٗ فَخَرَجَ اِلَی الرَّبَذَۃِ [2] حضرت عثمانؓ نے اجازت دے دی۔ پس وہ ربذہ روانہ ہو گئے۔

جواب ۵

اب ذرا فاقوں مرنے کی بات سن لیجئے!

امام ابن سعدؒ (متوفی ۲۳۰ھ) اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوذرؓ نے ربذہ میں فرمایا، "میرے پاس بکریاں ہیں جن کا ہم دودھ پیتے ہیں" اور میری گدھیاں ہیں جن پر سامانِ خورد و نوش ڈھوتے ہیں وَعِنْدَنَا مَنْ یَخْدِمُنَا اور ہمارے پاس خادم ہیں جو ہماری خدمت کرتے ہیں اور ہمیں طعام کافی مل جاتا ہے فَاَیُّ نِعْمَۃٍ اَفْضَلُ مِمَّا نَحْنُ فِیْہِ؟ پس جو نعمتیں ہمیں میسر ہیں۔ ان سے بہتر اور کون سی نعمت ہے [3]؟

---

[1] طبری، جلد ۳ ص ۲۳۳ [2] طبقات ابن سعد جلد ۴ ص ۲۲۷ [3] ایضاً ص ۲۳۵

اس "فاقہ کشی" کے سلسلہ میں دوسری روایت ملاحظہ ہو:۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ ابو شعبہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہماری قوم میں سے ایک شخص حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بعض چیزیں پیش کیں، فَابَی ابوذرٍ اَنْ یَّاخُذَ حضرت ابوذر نے ان چیزوں کے لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا ہمارے پاس گدھیاں ہیں جن پر ہم سامان اٹھاتے ہیں۔ اور بکریاں ہیں جن کا دودھ دوہتے ہیں۔ اور آزاد شدہ غلام ہیں جو ہماری خدمت کرتے ہیں اور میں ڈرتا ہوں کہ (ضرورت سے) زائد چیزوں کا مجھ سے حساب نہ لیا جائے۔ ("طبقات ابن سعد" جلد ۴ ص ۲۳۵)

"فاقوں مرجانے" کے ثبوت میں ایک اور روایت سن لیجئے!

امام ابن سعد اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اپنی بکریوں کا دودھ دوہتے تھے فَیَبْدَاُ بِجِیْرَانِہٖ وَاَضْیَافِہٖ قَبْلَ نَفْسِہٖ اور پہلے اپنے ہمسایوں اور مہمانوں کو پلاتے تھے پھر آپ پیتے تھے اور مہمانوں وغیرہ کو کھجوریں بھی پیش کرتے تھے۔ ("طبقات ابن سعد" جلد ۴ ص ۲۳۵)

خلاصہ

ان روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ:۔

(۱) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس بکریاں تھیں، جن کا دودھ پہلے وہ ہمسایوں اور مہمانوں کو پلاتے تھے، بعد میں خود نوش فرماتے تھے۔

(۲) مہمانوں کی تواضع وہ کھجوروں سے فرماتے تھے۔

(۳) ان کے پاس سامانِ خورد و نوش کا ذخیرہ تھا جو گدھوں پر لاد کر لایا جاتا تھا۔

(۴) ان کی خوراک کے لیے مدینہ سے روزانہ اونٹ کی جوڑی پہنچ جاتی تھی۔

(۵) ان کے پاس سامانِ خوراک کافی مقدار میں ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ کسی مسلمان کی اس سلسلہ میں ہدیۃً پیشکش کو قبول نہ فرماتے تھے اور فرماتے تھے فَاَیُّ نِعْمَۃٍ اَفْضَلُ مِمَّا نَحْنُ فِیْہِ یعنی جو نعمتیں ہمیں حاصل ہیں ان سے بہتر اور کون سی نعمت ہوگی؟

تاریخ و طبقات کی امہات کتب سے حاصل ان حقائق پر ایک نظر دوبارہ ڈالیے اور پھر ان کذّاب کی ہفوات و خرافات کو بھی دوبارہ پڑھ لیجئے کہ "حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا اس جلاوطنی میں بھوک اور پیاس سے انتقال ہوگیا" اِنَّا لِلّٰہِ ...... کے سوا اس یاوہ گوئی پر ہم

اگر کچھ اور کہہ سکتے ہیں تو یہی کہ ع .... باش وہر چہ خواہی کن۔

جواب ۶ | دشمن دین وایمان نے حضرت ابوذرؓ کے فاقوں مر جانے پر حضرت امام مظلوم رضی اللہ عنہ کو مجروح و مطعون کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ:۔

(۱) حضرت امام رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے ہاں قیام کرنے پیش کش کی جسے حضرت ابوذرؓ نے قبول نہ فرمایا۔

(۲) حضرت ابوذرؓ نے بارشادِ رسولؐ مدینہ چھوڑ کر ربذہ جانے کی اجازت طلب کی جسے حضرت امامؓ نے مجبوراً قبول کر لیا۔

(۳) مگر ساتھ ہی کہہ دیا کہ مدینہ آتے جاتے رہنا تا کہ اعرابی بن کر نہ رہ جاؤ جسے حضرت ابوذرؓ نے قبول فرمالیا۔

(۴) حضرت امامؓ نے دو غلام اور ایک لونڈی مال کی دیکھ بھال اور حضرت ابوذرؓ کی خدمت کے لیے مقرر کر دی۔

(۵) بکریوں کا ریوڑ اور اونٹوں کا گلہ بھی دے دیا۔

(۶) مدینہ سے سامانِ خوراک لے جانے کے لیے ایک دو گدھوں کا بھی انتظام کر دیا۔

(۷) مدینہ طیبہ سے روزانہ اونٹ کی ایک چوڑی (دیتی) حضرت ابوذرؓ اور ان کے اہل وعیال اور متعلقین کے لیے بھیج دی جاتی تھی۔

اب فرمائیے! اس سے زیادہ حضرت ابوذرؓ پر حضرت عثمانؓ کا اور کیا "ظلم" ہوگا؟ اور اگر ظلم و تعدی میں کوئی کسر رہ گئی تھی تو وہ یوں پوری کر دی گئی کہ؟

(۸) حضرت ابوذرؓ کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ نے ان کے اہل وعیال کو بلوا کر اپنے اہل وعیال میں شامل کر لیا وَقَدْ اَرْسَلَ عُثْمَانُؓ اِلٰی اَهْلِهٖ فَضَمَّهُمْ مَعَ اَهْلِهٖ

(البدایۃ والنہایۃ "للامام ابن کثیرؒ جلد ۷ صفحہ ۱۶۵)۔

زندگی میں حضرت ابوذرؓ کے ساتھ یہ احسان اور حسنِ سلوک! اور انتقال کے بعد ان کے اہل وعیال کو بلوا کر اپنے اہل وعیال کے ساتھ ملا دیا، اس طرح ایک فقیر گوشہ نشین

۱؎ "طبقات ابن سعد" میں ابن سیرینؒ سے یہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذرؓ سے فرمایا تھا کہ جب مسلع تک عمارتیں بن جائیں تو مدینہ سے چلے جانا۔ (جلد ۴ صفحہ ۲۲۶)

کی اہلیہ قصرِ خلافت میں امیرانہ زندگی بسر کرنے لگیں۔

مجھے بنایا جائے کہ انسانیت کی پوری تاریخ میں اس حسنِ سلوک کی مثال کہیں نظر آتی ہے؟ مگر اعدائے دین اور دشمنانِ صحابہؓ کا "کمال" ملاحظہ ہو کہ حضرت امامؓ کے حسنِ سلوک، حسنِ عمل اور حسنِ اخلاق کی داد دینے کی بجائے یہی رٹ لگائے جا رہے ہیں کہ "امامؓ نے انہیں جلاوطن کر کے بھوکا مار دیا" حقیقت یہ ہے کہ اس باب میں حضرت امام مظلومؓ کا کردار صرف بے داغ ہی نہیں، انتہائی روشن، درخشاں اور تابناک ہے۔ اس کے پیشِ نظر ایک منصف مزاج انسان حضرت امامؓ کی عظمتِ کردار اور علوِ منزلت کا معترف ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ حضرتِ امامؓ کے اس حسنِ عمل اور حسنِ اخلاق کی نظیر سیاست کی بلکہ انسانیت کی پوری تاریخ پیش کرنے سے عاجز ہے۔ لیکن ~~

آنکھوں والا تیرے جوبن کا تماشہ دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر؟ کیا دیکھے؟

اس سلسلہ میں بحث شروع بھی امام ابن جریرؒ کی روایات سے کی تھی اور ختم بھی انہی کی روایات پر کی جاتی ہے۔

(۱) حضرت ابن سیرینؒ سے روایت ہے کہ خَرَجَ ابو ذرٍ الی الرَّبَذَۃِ مِنْ قِبَلِ نفسہٖ[۱] حضرت ابو ذرؓ اپنی خوشی سے ربذہ تشریف لے گئے۔

(۲) حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوذرؓ ربذہ سے مدینہ طیبہ آیا جایا کرتے تھے تاکہ اعرابی بن کر نہ رہ جائیں اور وہ تنہائی و خلوت کو پسند کرتے تھے[۲]

طعن ۶ "جبکہ ادھر عثمانؓ مسلمانوں کے بیت المال میں عیش و عشرت کی زندگی اور دولت کی ریل پیل میں پر سرور وقت گذار رہا تھا" (مناظرہ بغداد ص۹۶)

جواب ۶ تم اسی خیال میں جل بھن کر مر جاؤ مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ کہ تمہارے بغضِ صحابہؓ کا یہی نتیجہ ہے۔ ورنہ امام مظلوم نے مسلمانوں کے بیت المال سے تو کبھی کھانا تک نہیں کھایا، رضی اللہ عنہ وعنہم۔

---

[۱] "طبری" جلد ۳ ص۳۳۶ [۲] ایضاً ص۳۳۶

حضرت امامؓ نے ایک موقع پر صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں اپنے خلاف بلوائیوں کے الزامات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:۔

قَالَ الْمُلْحِدُوْنَ مَقَالُوْا...... وَلَا يَتَلَفَّتُ مِنْ مَالِ اللّٰهِ بِفَلْسٍ فَمَا فَوْقَهُ وَمَا يَتَبَلَّغُ مِنْهُ مَا آكُلُ إِلَّا مَالِي۔	ملحدین اس قسم کی باتیں کر رہے ہیں۔ اور میں اللہ کے مال میں سے ایک پیسہ بھی نہیں اٹھاتا اور نہ میں اس سے گذارے کی مقدار لیتا ہوں میں کھانا بھی اپنے ہی مال سے

کھاتا ہوں۔ (طبری " جلد ۳ صفحہ ۳۹۵)

اللہ اکبر! امام مظلوم پر ظلم و تعدی کی حد ہو گئی وہ تو بیت المال سے ایک پیسہ بھی نہیں لیتے۔ فی سبیل اللہ بالکل مفت مسلمانوں کی خدمت کرتے ہیں، تمام مسلمانوں کا کام کرتے ہیں مگر کھانا اپنے گھر سے کھاتے ہیں، بایں ہمہ ملحد و بے دین مخالفینِ امام یہ کہتے ہیں "مسلمانوں کے بیت المال سے عیش و عشرت کر رہا ہے اور پرسرور وقت گذار رہا ہے"۔

جواب ۲ **دولت کی ریل پیل** اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اپنے بندے کو جو دولت بخشی ہے تو تم حسد اور بغض کے مارے جل بھُن مرو۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرتِ امام خلیفہ بننے سے پہلے پورے ملک عرب میں سب سے زیادہ مالدار شخص تھے۔ وہ آپ ہی تو تھے کہ اپنے محبوبِ اعظم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب ارشاد ہر موقع پر سب سے بڑھ کر اسلام کی مالی خدمت کی، خصوصاً غزوۂ تبوک کے موقع پر تو ایک ہزار اونٹ اور ستر گھوڑے بمع ساز و سامان پیش کر دیئے تھے[۱] اور ایک ہزار دینار بھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (فرطِ مسرت سے) ان کو اپنی جھولی میں الٹ پلٹ کرتے تھے اور فرماتے تھے مَا ضَرَّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْيَوْمِ آج کے بعد عثمان جو چاہے کرے کوئی کام اسے نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ آپؐ نے یہ دو دفعہ فرمایا[۲]

تو تمہیں غیظ و غضب کی آگ میں جل مرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک پیارے

---

[۱] "استیعاب" للامام ابن عبد البرؒ ذکر حضرتِ عثمانؓ [۲] "رواہ احمدؒ" (مشکوٰۃ المصابیح باب مناقبِ عثمانؓ)

بندے کو اتنی کثیر دولت کیوں بخش دی تھی۔

طعن ۷ اور اپنے رشتہ دار بنی امیہ و بنی مروان پر نوازشات کے طور پر دریا دلی سے عطیات تقسیم کر رہا تھا۔"
("مناظرۂ بغداد" ص۶۵)

جواب ۱ ان ملعونوں کو بغض صحابہؓ کی مار سے کچھ سوجھتا نہیں کہ منہ سے کیا بول رہے ہیں، انہیں اتنا بھی ہوش نہیں کہ اس وقت بنی مروان تھے کہاں؟ جن پر حضرت امامؓ عطیات تقسیم کر رہے تھے۔

جواب ۲ ہاں بنو امیہ پر بے شک حضرت امامؓ نے عطیات تقسیم کئے اور اسلام کے حکم پر صلہ رحمی کی مگر اپنے مال سے!

جو شخص کھانا تک بیت المال سے نہ کھائے وہ کسی اور کو مسلمانوں کے مال سے عطیات کیا دے گا؟ چنانچہ وہ مسلمانوں کے مجمع میں فرماتے ہیں اور حضرات صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں بلوائیوں کے الزامات کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "(طبری جلد ۲ ص۳۸۵)
معترض کہتے ہیں کہ میں اپنے اہل خاندان کو عطیات دیتا ہوں، سو جو کچھ میں نے انہیں دیا ہے من مالی وَلَا استحِلُّ اموالَ المسلمینَ لِنَفسِی وَلَا لِاَحدٍ مِنَ النَّاسِ۔ | اپنے ہی مال سے دیا ہے، مسلمانوں کا مال نہ میں اپنے لیے حلال سمجھتا ہوں اور نہ لوگوں میں سے کسی کے لیے۔

اور پھر خویش و اقرباء کو عطیات دینے کا یہ حال تھا کہ سب کچھ ان کے حوالہ کر دیا تھا حتیٰ کہ اپنی جائیداد بھی ان کو عطا کر دی۔ طبری (جلد ۲ ص۳۸۵) میں ہے :-

وکان عثمانُ قد قسمَ مالَهُ وَ اَرضَهُ فِی بنی امیۃ۔ | حضرت عثمانؓ نے اپنا مال اور اپنی جائیداد سب بنو امیہ کو تقسیم کر دی۔

(۷)

مسئلۂ خلافت

سیدنا ابوبکر صدیقؓ، سیدنا عمرؓ اور سیدنا عثمانؓ کی خلافت

طعن ۱ ملعون مناظر نے کہا "حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کا انتخاب پوری امت کا انتخاب نہیں تھا بلکہ چند آدمیوں نے طاقت اور تلوار کے زور سے اس کو حکومت سپرد کر دی۔ پس حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی خلافت کے جواز کی سند دھونس اور دھاندلی ہے۔" (مناظرۂ بغداد ص ۳۸، ۳۹)

جواب ۱ یہ ملعون دم دراز ذرہ بھی سوچ کر بات نہیں کرتے۔ اُدھر تو کہتے ہیں کہ "اسلام محمدی الوجود ہے اور علوی البقاء، رسول اللہ کے اکثر و بیشتر جہادوں میں کامیابیاں حضرت علیؓ کی کدوکاوش اور انہی کے زورِ بازو کا نتیجہ ہیں، مثلاً بدر، اُحد، خندق، خیبر، حنین وغیرہ میں فتوحات حضرت علیؓ کی شجاعت کی مرہونِ منت ہیں۔" (مناظرۂ بغداد ص ۹۶) اور اِدھر کہتے ہیں "چند آدمیوں نے طاقت اور تلوار کے زور سے حضرت ابوبکرؓ کو حکومت سپرد کر دی۔" (مناظرۂ بغداد ص ۳۸)

ایک سوال تو یہ ہے کہ عہدِ رسالت کی ساری فتوحات جس علیؓ کے زورِ بازو کا نتیجہ ہیں، نبی کریمؐ کی وفات کے بعد اُس علیؓ کے زورِ بازو کو کیا ہو گیا تھا کہ وہ چند آدمیوں کے مقابلہ میں میدان میں نکلنا تو بجائے خود، اپنے گھر سے بھی باہر نہ آسکے؟

شعر
یہ کیا کہ اک جہاں کو کرو وقفِ اضطراب
یہ کیا کہ ایک دل بھی شکیبا نہ کر سکو؟

اور دوسرا سوال یہ ہے کہ عہدِ رسالت میں "مدینے کی گلیوں میں گلی ڈنڈا کھیلنے والے" حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں وصالِ رسولؐ کے بعد یہ قوت و توانائی کہاں سے آگئی تھی؟ کہ "چند آدمیوں نے طاقت و تلوار کے زور سے حضرت ابوبکرؓ کو حکومت سپرد کر دی" اور حضرت علیؓ

ان کے مقابلے میں نکلنے کی جرأت نہ کر سکے۔

جواب ۲ "مجتہدؒ سے ملنگ تک ہر وقت یا علی مدد! یا علی مدد! کے نعرے لگانے والوں کو یہ لکھتے شرم اور غیرت بھی نہ آئی؟ کہ "پس حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے جواز کی سند دھونس اور دھاندلی ہے۔" (مناظرہ بغداد ص۳۹)

دھونس اور دھاندلی کے آگے کمزور اور بے طاقت آدمی تو دب سکتا ہے حضرت علیؓ جیسا بہادر انسان کیسے دب گیا؟ کہ "عہدِ نبوت کی تمام فتوحات تنہا جس کی شجاعت کی مرہونِ منت ہیں۔" (مناظرہ بغداد ص۹۶ بادنیٰ تصرف)

جواب ۳ مدعیانِ "حب علیؓ" کے نزدیک تو "خلافتِ صدیقؓ کے جواز کی سند دھونس اور دھاندلی ہے" لیکن ہمارے نزدیک خلافتِ صدیقؓ کے جواز اور حق ہونے کی سب سے بڑی سند سیدنا علیؓ کی بیعت ہے۔

بیعتِ علیؓ امام ابن کثیر رحمہ اللہ (م ۷۷۴ھ) بیہقی سے ایک حدیث نقل کر کے رقمطراز ہیں۔ اسے علی بن عاصمؒ نے بھی حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کیا ہے اور اس کی سند پہلی سند سے صحیح اور محفوظ ہے اور اس حدیث میں ایک فائدہ جلیلہ ہے اور وہ یہ کہ اس سے حضورؐ کی وفات کے پہلے یا دوسرے دن حضرت علیؓ کا بیعت کر لینا ثابت ہوتا ہے۔

وَهٰذَا حَقٌّ فَاِنَّ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ لَمْ یُفَارِقِ الصِّدِّیْقَ فِیْ وَقْتٍ مِنَ الْاَوْقَاتِ وَلَمْ یَنْقَطِعْ فِیْ صَلٰوۃٍ مِنَ الصَّلَوٰتِ خَلْفَہٗ ......

("البدایۃ والنہایۃ" جلد ۵ ص۲۴۹)

اور یہی حق ہے، بلاشبہ حضرت علیؓ نے کسی وقت بھی حضرت صدیقؓ کو اکیلا نہیں چھوڑا اور ایک بھی نماز ایسی نہیں جو ان کے پیچھے نہ پڑھی ہو اور ان کے ساتھ ذی القصہ کی طرف کوچ کیا۔ جبکہ حضرت صدیقؓ مرتدین سے جنگ کرنے کے لیے تلوار بے نیام کو لہراتے ہوئے نکلے۔

(۲) ابن حبانؒ وغیرہ محدثین نے بھی حضرت ابوسعید خدریؓ کی اس روایت کو صحیح کہا ہے: اَنَّ عَلِیًّا بَایَعَ اَبَا بَکْرٍ فِیْ اَوَّلِ الْاَمْرِ کہ حضرت علیؓ نے شروع ہی میں حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کر لی تھی۔ (فتح الباری جلد ۷ ص۳۷۹ غزوہ خیبر)

(۳) شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ نے حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت

حاکم سے نقل کی ہے اور آخر میں کہا ہے ھٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ مُسْلِم یہ حدیث امام مسلم رح کی شرط کے مطابق صحیح ہے، گو امام بخاری اور مسلم رحمہا اللہ نے اسے روایت نہیں کیا ہے[1]

(۴) اس حدیث کو حضرت ابوسعید خدری رض کے علاوہ دوسرے صحابہ کرام رض نے بھی روایت کیا ہے اور اس کو حاکم کے علاوہ ابو داؤد طیالسی، ابن سعد، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، بیہقی اور ابن عساکر (رحمہم اللہ) نے بھی روایت کیا ہے۔ (کنز العمال مطبوعہ دکن جلد ۳ صہ ۱۳۱)

(۵) حاکم رح کے علاوہ ابن حبان رح نے بھی اس کی تصحیح کی ہے اور محدث بیہقی رح نے اس کے متعلق کہا ہے کہ "اَلرِّوَایَۃُ الْمَوْصُوْلَۃُ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ اَصَحُّ"[2]

اہلِ اسلام کی روایاتِ صحیحہ بکثرت ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا علی رض نے نہ صرف برضا و رغبت، بطیبِ خاطر خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر رض کی بیعت کی، بلکہ آغازِ خلافت میں بیعت کی، تمام روایات کا احاطہ نہ تو ممکن ہے اور نہ مطلوب! اس لیے ہم ان ہی روایات پر قناعت کرتے ہوئے اب اس بارے میں سبائی روایات پیش کرتے ہیں:۔

سبائی روایات میں سیدنا علی رض کے خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر رض سے بیعت ہونے کا واضح ثبوت

مشہور و معروف اور معتبر و مستند سبائی اکابر و محدثین نے ہر دور میں اس بیعت کا واضح طور پر ذکر کیا ہے تاہم ہم صرف ان کے اعاظم رجال کی بنیادی تصنیفات سے ان مقامات کی صرف نشاندہی کریں گے، جہاں اس بیعت کو تسلیم کیا گیا ہے، کیونکہ پوری روایات نقل کرنے کی ہماری اس مختصر سی دفاعی تالیف میں قطعاً گنجائش نہیں۔

(۱) علامہ محمد بن یعقوب کلینی کی فروع کافی کتاب الروضہ مطبوعہ تہران جلد ۲ صہ ۸۵

(۲) ایضاً ——————————— جلد ۲ صہ ۱۷۹

(۳) علامہ ابو عمرو کشی کی رجال کشی مطبوعہ تہران صہ ۱۲

---

[1] ترجمہ ازالۃ الخفاء مقصد اول صہ ۲۰۱ [2] فتح الباری جلد ۷ صہ ۳۸۸ مطبوعہ مصر

(۴) شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی کی تلخیص الشافی ص ۲۹۸-۲۹۹

(۵) مشہور مجتہد علامہ طبرسی کی احتجاج طبرسی مطبوعہ مشہد ص ۵۰

(۶) ان کے مشہور و مسلم مجتہد سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کی شافی ص ۲۰۹

(۷) مشہور مجتہد نور اللہ شوستری کی مجالس المومنین مجلس سوم تذکرہ خالد

(۸) مشہور مورخ لسان الملک مرزا محمد تقی کی ناسخ التواریخ جلد سوم ص ۵۳۲

(۹) شیخ الطائفہ طوسی کی امالی جلد ۲ ص ۱۲۱ مطبوعہ نجف (عراق)

یاد رہے کہ اس عنوان پر سبائیہ کی معتبر کتب میں بہت زیادہ مواد ملتا ہے مگر سب کا احاطہ منظور نہیں، نہ ممکن ہے۔ لہٰذا ان نو حوالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

طعن ۲ سبائی مناظر نے کہا۔ شیعوں کے نزدیک حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان (رضی اللہ عنہم) تینوں کی خلافت باطل ہے۔ (مناظرہ ص ۱۸)

جواب ۱ سبائیہ کے نزدیک حضرات خلفائے راشدین ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی خلافت باطل ہے، حالانکہ ان حضرات کی خلافت حقہ ہونے پر ساری دنیا گواہ ہے، خود ان کا ایران گواہ ہے، عراق گواہ ہے، مصر گواہ ہے، سوڈان گواہ ہے، پورا شمالی افریقہ گواہ ہے، شام گواہ ہے، افغانستان گواہ ہے، بلوچستان گواہ ہے، وسط ایشیا گواہ ہے، اسلام کا بحری بیڑا گواہ ہے، بحیرہ روم گواہ ہے، بحیرہ روم کے جزائر قبرص، روڈس، کریٹ اور مالٹا گواہ ہیں، یزدجرد کسرائے ایران کی شرمناک ذلت، عبرتناک شکست، اور آخر دردناک موت گواہ ہے۔ اُدھر قیصر روم قسطنطین کے کبھی مندمل نہ ہونے والے زخم اور زخموں سے بہنے والا خون گواہ ہے، اس کا دار الحکومت قسطنطنیہ گواہ ہے۔

غرض بر و بحر، شرق و غرب ساری دنیا ان حضرات کی خلافت کے حق ہونے کی گواہ ہے حتیٰ کہ یورپ کے یہودی و عیسائی مستشرقین ان کی عظمت کے ترانے گاتے ہیں، ہندوستان کا ہندو گاندھی، حضرات صدیق و فاروق رضی اللہ عنہم کے سیاسی نظام حق کی صداقت و برتری کا برملا اعتراف کرتے ہوئے کانگریس حکومت کے برسر اقتدار آنے پر ارکان حکومت، پنڈت جواہر لال نہرو وغیرہ کو اس کی اتباع اور پیروی کی غیر مبہم الفاظ میں ہدایت کرتا ہے، لیکن ایک یہ سبائی "شرفاء" ہیں، جن کے

نزدیک خلفائے راشدین (حضرات ثلاثہ) رضی اللہ عنہم کی خلافت باطل ہے گویا سے

بوٹا بوٹا، پتہ پتہ حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے "گل" ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

جواب ۲ | حضرات خلفائے ثلاثہ کے جھنڈے تلے اسلامی جہاد میں سیدنا حضرت علیؓ اور ابنائے علیؓ کی شرکت!

اب ہم ایک عجیب شہادت پیش کرتے ہیں:۔

ہمارا خیال ہے اور اس سے غالباً کسی کو اختلاف نہیں ہوگا کہ دنیا بھر کی گواہی ایک طرف! اور سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گواہی ایک طرف! حضرات خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم کی خلافت کی حقانیت وصداقت پر دنیا بھر کی اجمالی شہادت کے بعد اب ہم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت پیش کرتے ہیں، وہ اس طرح کہ:۔

(۱) بیعت! سیدنا علیؓ نے برضا و رغبت ان تینوں حضرات کے خلیفہ ہونے پر بیعت کی، جیسا کہ تفصیل سے ابھی عرض کیا جا چکا ہے۔ یہ ان حضرات کی خلافت کی حقانیت کی بہت بڑی شہادت ہے، کیونکہ اس سے زیادہ سیدنا علیؓ کی شان میں گستاخی و بے ادبی اور ان کی توہین و تذلیل ممکن ہی نہیں کہ کوئی دشمنِ علیؓ یہ کہے کہ انہوں نے کسی خوف سے باطل کی بیعت کر لی تھی۔ (معاذ اللہ!)

(۲) خلافتِ صدیقی میں مرتدین کی سرکوبی اور جہاد میں عملی شرکت

خلیفۂ رسول کے مسندِ خلافت پر متمکن ہوتے ہی ملک میں ہر چار طرف مانعین زکوٰۃ اور مدعیانِ نبوت کا جو فتنہ برپا ہوا۔ وہ وقت اسلام پر بڑا سخت وقت تھا، اس مشکل وقت میں سیدنا علیؓ نے خلیفۂ رسول کے جھنڈے تلے کفار و مرتدین کی سرکوبی میں عملاً جہاد میں جو حصہ لیا، اس سے بڑا ثبوت حضرت صدیقِ اکبرؓ کی خلافت کے خلافت کے حق ہونے کا اور کیا ہو سکتا ہے؟

امام ابنِ کثیر رحمہ اللہ (م ۷۷۴ھ) تحریر فرماتے ہیں:۔

(۱) [جیشِ اسامہؓ کی روانگی کے بعد حضرت صدیقؓ خود بھی جیوشِ اسلامیہ میں ننگی تلوار لہراتے ہوئے مدینہ طیبہ سے ذی القصہ کی طرف سوار نکلے، ذی القصہ مدینہ طیبہ سے ایک منزل ہے۔ حضرت علیؓ وغیرہ صحابہؓ نے نہایت اصرار سے درخواست کی کہ آپ مدینہ طیبہ واپس تشریف لے جائیں۔ اور اعراب (مرتدین) سے جہاد کے لیے دوسرے دلیر اور بہادر حضرات کی قیادت میں لشکر روانہ فرمائیں فَسَأَلَهُ الصَّحَابَةُ مِنْهُمْ عَلِیٌّ وغیرہ وَأَلَحُّوا عَلَيْهِ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ......

(۲) اور دار قطنیؒ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ ذی القصہ کی طرف نکلے اور وہ اپنی سواری پر تھے

اخذ علی بن ابی طالب بِزِمَامِهَا وَقَالَ إِلَى أَيْنَ يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللهِ؟	حضرت علیؓ نے سواری کی باگ پکڑ لی اور کہا اے خلیفۂ رسولؐ! کہاں تشریف لے جاتے ہیں؟

میں آج آپ سے وہی کہتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے اُحد کے دن فرمایا تھا کہ "تم اپنی تلوار میان میں ڈال لو اور اپنی ذات (کو خطرے میں ڈال کر) ہمیں مصیبت میں مبتلا نہ کرو" آپ مدینہ واپس لوٹ جائیں، خدا کی قسم! اگر ہم آپ کی شہادت سے دردمند اور غمزدہ ہوئے لَا يَكُوْنُ لِلْإِسْلَامِ نِظَامٌ أَبَدًا تو اسلام کا نظام کبھی برقرار نہیں رہ سکے گا، فَرَجَعَ پس حضرت ابوبکرؓ واپس مدینہ لوٹ گئے۔
اس حدیث کو زکریا ساجیؒ نے بھی حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے روایت کیا ہے۔ اور زہریؒ نے بھی ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے] سلہ
اس روایت کو الخلعی، ابن السمان، الفضائلی اور صاحب الفضائل (رحمہم اللہ) نے بھی حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے سلہ

سبائیہ کی معروف و معتبر کتب میں مرتدین کی سرکوبی اور جہاد میں عملی شرکت کا ثبوت	بے ایمان، جھوٹے محبانِ علیؓ تو حضرت خلیفۃ الرسولؐ کی خلافت کو معاذاللہ باطل

کہہ رہے ہیں اور سیدنا علیؓ ہیں کہ خلافتِ صدیقی میں، صدیقی نظم و عَلَم کے تحت عملاً

سلہ البدایۃ والنہایۃ جلد ۶ صفحہ $\frac{۳۱۴}{۳۱۵}$ سلہ الریاض النضرۃ جلد اول صفحہ ۱۳۰

مُرتدین کی سرکوبی اور جہاد میں شرکت فرما رہے ہیں۔ اب یہ حقیقت سبائیہ کے معروف مجتہدین کی معتبر کتابوں میں ملاحظہ ہو:۔

(۱) ابن ابی الحدید (م ۶۵۶ھ) کی شرح نہج البلاغہ جلد ۴ ص ۲۲۸

(۲) کمال الدین میثم بحرانی (م ۶۷۹ھ) کی شرح نہج البلاغہ

(۳) مشہور مصنف و مفسر ملا فتح اللہ کاشانی (م ۹۸۸ھ) کی شرح نہج البلاغہ مطبوعہ ایران۔

ان میں سے صرف آخری حوالہ کی عبارت ملاحظہ ہو:۔

بدانکہ در زمان خلافتِ ابی بکرؓ بسیاری از عرب برگشتہ از دین و مُرتد شدند و اصحابؓ درآں امر عاجزہ و حیران شدند، پچوں آنحضرتؓ آں امر راچناں دید اصحابؓ را دلداری کردہ بزورِ بازوئے حیدری اہلِ ارتداد را بسقر فرستاد۔ و باز امرِ دین را انتظام داد[1]

تو جان لے کہ عہدِ خلافتِ صدیقی رکے آغاز) میں بہت سے عرب (بدو) مرتد ہوگئے، اصحاب رسول اس صورتحال سے پریشان تھے، جب حضرت علیؓ نے یہ حالت دیکھی تو صحابہ کرامؓ کی دلداری کی اور اپنی خداداد قوتِ بازو سے مرتدین کو جہنم رسید کیا اور دین کا انتظام پھر درست کردیا۔ رضی اللہ عنہ و عنہم!

غور فرمائیے! مشکل وقت میں حفاظتی تدابیر اور فوجی کارروائیوں میں سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ خود شرکت و شمولیت فرما رہے ہیں اور استحکامِ دین کے لیے میدانِ جہاد میں شمشیر زن نظر آتے ہیں۔ اور پریشان کن حالات میں صحابہ کرامؓ کی دلداری و حوصلہ افزائی کرتے ہوئے مرتدین کو واصلِ جہنم کرتے ہیں۔ رضی اللہ عنہ!

سوال یہاں دو سوال پیدا ہوتے ہیں۔ جب سبائی بے ایمانوں کی مخترعہ متواتر روایات کے مطابق (معاذ اللہ) وفاتِ رسولؐ کے بعد بجز تین چار حضرات سب حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم مُرتد ہوگئے تھے تو دیہاتی بدوؤں کے عام ارتداد سے تو انہیں خوش ہونا چاہیئے تھا۔ یہ ان کے حیران و پریشان ہونے کا کون سا مقام تھا۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ جب بے ایمان ملعون مناظر کے بقول (نقلِ کفر کفر نباشد) سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسلمان ہی نہیں رہے تھے۔ اور (معاذ اللہ) بقولِ ملعون،

---

[1] "شرح نہج البلاغہ" از ملا فتح اللہ کاشانی تحت مکتوب جناب امیرؓ بسوئے اہلِ مصر۔

بہ لسانِ رسالت ملعون ہو چکے تھے؛ تو حضرت علیؓ کے ان کے عہدِ اقتدار میں ان کے جھنڈے تلے عملاً جہاد کر کے ان کی خلافت کو مستحکم کرنے کا کیا جواز تھا؟ کیا ظالم کی حمایت خود ظلم نہیں ؟

ملعون مناظر کی منطق کے مطابق تو حضرت علیؓ پر مرتدین کی بجائے خلیفۃ الرسولؐ اور صحابہ کرامؓ کی سرکوبی واجب تھی اور ان کی حکومت کو مضبوط و مستحکم کرنے کی بجائے (معاذ اللہ) کفر و ضلال کے اقتدار کو ختم کر دینا لازم تھا۔

خلافتِ صدیقی میں ان کے جھنڈے تلے حضرت علیؓ کا مسلح تعاون اور ان کا میدانِ جہاد میں فوجی معرکوں میں سرگرمِ عمل ہونا اس بات کا قطعی اور ناقابلِ انکار ثبوت ہے کہ صحابہ کرامؓ حق پر تھے، خلافتِ صدیقی برحق تھی، اور ان کے مخالف مردود و ملعون تھے، جن کے خلاف حیدرِ کرار کی تلوار عرصۂ کارزار میں چمکی اور مرتدین کو واصلِ جہنم کیا۔ رضی اللہ عنہ وعنہم

آہ! آج نہ سیدنا علیؓ ہیں، نہ ان کا بازوئے شمشیر زن ہے، تو پھر کون ان مرتدین کو حضراتِ صحابہؓ خصوصاً خلیفۃ الرسولؐ کی بارگاہ میں گستاخی و بیباکی کا مزہ چکھائے ؟

صدیقؓ سے رفیقِ نبوت کو بحث ہے!
کہتے بُرا بھلا ہیں سرِ راہ نابکار
صدیقؓ سے تبرا! یہ ممکن بھی تھا کہیں؟
حضرتِ علیؓ کے ہاتھ میں جب تک تھی ذوالفقار (بخاری)

(۳) مالی عطیات بلکہ باندیاں تک قبول کرنا

سیدنا حضرت علیؓ، خلیفۃ الرسولؐ کی خلافت کو خلافتِ حقہ، راشدہ یقین کر کے ان سے مالی عطیات تو بجائے خود، خلیفۃ الرسولؐ کے حکم سے مالِ غنیمت میں آئی ہوئی جواری (لونڈیاں) تک قبول کرتے تھے، اور شیعہ کی معتبر و مستند کتب کی روایات سے یہ ثابت ہے۔

(۱) ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغہ جلد ثانی ص ۱۸۷

(۲) ابنِ عنبہ (م ۸۲۸ھ) کی عمدۃ الطالب، مطبوعہ نجف اشرف ص ۳۶۱

ان دو مقامات پر مذکور ہے کہ حضرت علیؓ کے صاحبزادے عمر بن علیؓ اور ان کی

بین رقیہ بنت علیؓ کی ماں کا نام الصہباء ہے جو صدیق اکبرؓ کے عہدِ خلافت میں قید ہو کر آئیں۔ حضرت خالدؓ کی امارت میں عین التمر کے علاقہ میں پر فتح ہوئی تھی۔ حضرت صدیق اکبرؓ کے حکم سے یہ باندی حضرت علیؓ کو عطا ہوئی۔ حضرت علیؓ نے قبول فرمائی۔ اس سے عمر اور رقیہ توام پیدا ہوئے۔

(۳) جمال الدین ابن عنبہ کی عمدۃ الطالب صفحہ ۳۵۰-۳۵۲ اور

(۴) گیارہویں صدی کے مجتہد ملا باقر مجلسی کی حق الیقین باب ۳ عن ابی بکرؓ

ان دو مقامات پر مذکور و مسطور ہے کہ خولہ بنت جعفر بن قیس مرتدین کے اسیروں میں آئی تھی۔ حضرت خلیفۃ الرسولؓ نے حضرت علیؓ کو ہدیۃً دے دی۔ ان سے برگزیدہ تابعی حضرت محمد بن الحنفیہ بن علیؓ پیدا ہوئے۔ رحمہ اللہ

سیدنا علی رضی اللہ عنہ تو خلیفۃ الرسولؐ کو امام برحق مانتے ہوئے ان سے ہدایہ حتیٰ کہ اسیر خواتین قبول فرماتے ہیں، ان سے ان کی اولاد ہوتی ہے، لیکن ایک یہ نیرہ باطن بے ایمان، مدعیانِ حُبِّ علیؓ ہیں جو خلیفۃ الرسولؐ کے بغض و عناد کی آگ میں جل بھن کر کوئلہ ہوئے جا رہے ہیں اور ان کی شان میں وہ گستاخیاں کر رہے ہیں جن کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور یہ لعین اتنا بھی نہیں سوچتے کہ اگر یارِ غارِ رسولؐ مومن نہیں تو پھر ان کی خلافت کب حقہ و راشدہ ہے؟ اور جب ان کی خلافت راشدہ نہیں تو ان کے حکم سے جہاد میں ہاتھ آنے والی اسیر خواتین کب صحیح اسلامی لونڈیاں ہیں؟ اور اگر وہ صحیح اسلامی لونڈیاں نہیں تو ان سے تمتع کب جائز ہے؟ پھر ان سے جو اولاد پیدا ہو گی وہ کب جائز اولاد ہو گی؟

اگر (معاذ اللہ) حضرت صدیق اکبرؓ ظالم و غاصب ہیں تو پھر حضرت علیؓ کے گھر بھی کچھ نہیں بچتا۔ ؎

اے چشمِ اشکبار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو!

(۴) مشاورت سیدنا علیؓ کا خلیفۃ الرسولؐ کی مجلسِ مشاورت کا ممتاز و خاص رکن ہونا تواتر سے ثابت ہے اور خلیفۃ الرسولؐ آپ کے مشورہ کو خصوصی اہمیت دیتے تھے۔ چنانچہ مانعینِ زکوٰۃ سے جہاد اور شام پر لشکر کشی کے معاملات

معاملات میں آپ کی رائے پر عمل کیا۔ سبائیہ کے اعاظم رجال کی معروف کتابوں سے اس حقیقت کو ملاحظہ کیجئے!

(۱) علامہ احمد بن ابی یعقوب بن جعفر م ۲۷۵ھ کی تاریخ یعقوبی ص ۱۳۲ مطبوعہ بیروت۔
(۲) لسان الملک مرزا محمد تقی کی ناسخ التواریخ جلد ۲ ص ۱۵۹۔

(۴) علی ہذا غزوہ نہاوند، غزوہ روم وغیرہ مسائل کے متعلق حضرت علیؓ کا خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کو مشورہ دینا سبائیہ کی معتبر کتب سے ثابت ہے، ملاحظہ ہو:۔

(۱) نہج البلاغہ مطبوعہ مصر جلد اول ص ۲۶۴
(۲) اخبار الطوال مطبوعہ مصر ص ۱۳۴
(۳) شرح نہج البلاغہ از ابن ابی الحدید مطبوعہ بیروت ص ۵۸۴-۵۸۵
(۴) شرح نہج البلاغہ لابن میثم بحرانی جلد ۳ ص ۱۶۱-۱۶۳ وغیرہا

(۵) **قائم مقامی** غزوہ عراق کے موقع پر ۱۴ھ میں اور ۱۵ھ میں بیت المقدس کی فتح کے موقع پر، اور ۱۷ھ میں مقام ایلہ کی طرف خروج کرنے کے موقع پر حضرت عمرؓ کا حضرت علیؓ کو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام اور نائب مقرر و متعین کرنا تاریخ طبری اور ابن کثیر کی البدایۃ والنہایۃ وغیرہ میں مذکور ہے۔ (رحماء بینہم حصہ دوم ص ۱۶۲-۱۶۳)

(۶) سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ان سے تعاون اور اہم امور میں مشورہ دینا بلکہ فیصلہ کرنا سبائیہ کی معتبر و مستند کتب سے ثابت ہے، ملاحظہ ہو:۔

(۱) فروع کافی جلد ۲ ص ۱۱۷ (۲) تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۶۵
(۳) مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ ص ۱۲۰
(۴) فروع کافی جلد ۲ ص ۱۷۵ وغیرہا (رحماء بینہم حصہ دوم ص ۱۲۲-۱۲۷)

خلافت حضرات ثلاثہؓ میں اجراء حدود کا کام سیدنا حضرت علیؓ سرانجام دیتے تھے

سبائیہ کی معروف و مستند کتاب قرب الاسناد میں حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ سے یہ روایت سند کے ساتھ مروی ہے کہ ان ابا بکر و عمر و عثمان

كَانُوْا يَرْفَعُوْنَ الْحُدُوْدَ اِلٰى عَلِىِّ ابْنِ اَبِىْ طَالِبٍ وہ پنے آباؤ اجداد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان (رضی اللہ عنہم) حدود اللہ جاری کرنے کا کام حضرت علیؓ کے سپرد کر دیتے تھے۔ (قرب الاسناد مطبوعہ ایران ص۱۳۳)[1]

گویا حضرت علیؓ خلافت حضرات ثلاثہؓ میں اسلامی عدالتِ عالیہ کے چیف جسٹس تھے..... صحیح بخاری سے بھی اسی حقیقت کا علم ہوتا ہے۔ (صحیح بخاری، باب مناقب عثمانؓ)

اندازہ فرمائیے! کتنے اہم منصب پر سیدنا علیؓ فائز ہیں، تینوں حضرات کی خلافت بھی معاذاللہ باطل تھی، اور ان تینوں کے عہدِ خلافت میں اتنے اہم منصب پر سیدنا علیؓ فائز تھے۔

(۶) خلافتِ فاروقی میں حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی شرکتِ جہاد

خلافتِ فاروقی میں سیدنا حضرت علیؓ کی عمر زیادہ ہو گئی تھی، لہٰذا حضرتِ عمرؓ نے آپ کو قضا کے منصب پر تعین کر کے حربی مصروفیات سے روک دیا تھا (سیرت عمرؓ بن الخطاب لابن الجوزی ص۹۳ مطبوعہ مصر) اب آپ کے صاحبزادے جوان تھے، لہٰذا وہ عہدِ فاروقی میں حربی معرکوں میں حصہ لیتے تھے۔

(۱) شیخ عباس قمی رقمطراز ہے کہ خلافتِ فاروقی میں حضرت حسنؓ اسلامی لشکر کے ساتھ بغرض فتوحات اصفہان تشریف لے گئے..... ص۲

(۲) سیدنا محمد باقر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب یزدجرد کی بیٹی (شہربانو) قید ہو کر مدینہ آئی تو حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کے مشورہ سے حضرت حسینؓ کو دے دی، حضرتِ علیؓ نے حضرت حسینؓ سے فرمایا کہ تیرے لیے اس سے فرزند پیدا ہو گا جو اپنے وقت میں تمام اہل زمین سے بہتر ہو گا۔ پس اس سے حضرت زین العابدینؒ پیدا ہوئے۔

یہ روایت (۱) اصول کافی باب الحجۃ مولد علی بن الحسین ص۲۹۶ مطبوعہ نولکشور (۲) کتاب الصافی شرح اصولِ کافی ص۲۰۴ (۳) عمدۃ الطالب ص۱۹۲

---

[1] رحماء بینہم حصہ سوم ص۱۲۰ ۔ قرب الاسناد، عبداللہ بن جعفر الحمیری (تیسری صدی) کے نسل کی تالیف ہے ۲ص منتہی المنتہی فی وقائع ایام الخلفاء ص ۲۷۲/۲۹۰

(۴) ناسخ التواریخ جلد ۱۰ حصہ اول صفحہ ۳ پر مفصل موجود ہے۔ (رحماء بینہم جلد ۲ صفحہ ۲۳ تا ۲۸)

(۷) خلافتِ عثمانی میں جہادِ اسلامی میں حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی شرکت

عہدِ عثمانی میں ۲۷ھ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن ابی سرح کی قیادت میں

(۱) ایک لشکر مغرب، افریقہ، طرابلس وغیرہ کو فتح کرنے کے لیے مدینہ منورہ سے روانہ کیا گیا، اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت شریک ہوئی مثلاً عبداللہ ابن عباس، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن جعفر، حسن بن علی، حسین بن علی، عبداللہ بن زبیر، وغیرہم رضی اللہ عنہم (تاریخ ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۱۰۲۳) [رحماء بینہم جلد ۲ صفحہ ۱۴۵ / ۱۴۹]

(۲) ۳۰ھ میں حضرت سعید بن العاص کی قیادت میں خراسان، طبرستان اور جرجان وغیرہ کو فتح کرنے کے لیے جو لشکر کوفہ سے روانہ ہوا، اس میں بھی بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شریک تھے، جن میں حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر وغیرہ رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ (تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۵۷ مطبوعہ مصر، الکامل لابن اثیر جزری جلد ۳ صفحہ ۵۳، البدایہ والنہایہ، و ابن خلدون) رحماء بینہم جلد ۳ صفحہ ۱۴۷ / ۱۴۸

(۳) حضرت علی رضا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عامر بن کریز نے خراسان فتح کیا تو یزدجرد بادشاہِ عجم کی دو لڑکیاں اس کے ہاتھ لگیں، اس نے دونوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ فَوَهَبَ اِحْدٰهُمَا لِلْحَسَنِ وَالْاُخْرٰى لِلْحُسَيْنِ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک لڑکی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اور دوسری حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بخش دی، یہ دونوں صاحبِ اولاد ہو کر فوت ہوئیں، جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں اُن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ بن حسین رضی اللہ عنہ (زین العابدین رحمہ اللہ) پیدا ہوئے۔ (تنقیح المقال فی علم الرجال للشیخ عبداللہ مامقانی جلد ۳ صفحہ ۸۰) رحماء بینہم جلد ۳ صفحہ ۱۵۷

دو سوال اِدھر علی و آلِ علی رضی اللہ عنہم کی محبت کے یہ جھوٹے دعویدار تو یہ کہتے ہیں کہ تینوں حضرات خلفائے راشدین کی خلافت باطل ہے لیکن اُدھر سیدنا علی اور ابنائے علی ہیں رضی اللہ عنہم، کہ ان تینوں خلفاء رضی اللہ عنہم کی روزِ روشن میں علی الاعلان بیعت کرتے ہیں نہ صرف بیعت کرتے ہیں بلکہ ان کے [illegible] مغرب میں طرابلس اور مشرق میں خراسان [illegible]

(۱) اب ایک سوال تو یہ ہے کہ کیا باطل خلیفے کے جھنڈے تلے باطل نظام کی حمایت میں لڑنا جائز ہے؟ کیا کتاب و سنت کی روشنی میں ظالم کی حمایت کرنا خود ظلم نہیں؟ کیا ہم ان پاکباز فرشتہ سیرت انسانوں سے معاذ اللہ شیطانی نظام کا کل پرزہ بننے کی توقع کریں؟ اور اگر کوئی اہلِ حق، باطل کی حمایت میں تلوار سے جہاد کرتا ہے تو کیا ابھی وہ اہلِ حق رہتا ہے؟ یا باطل کی مسلح اعانت و حمایت کر کے خود اہلِ باطل بن جاتا ہے؟ ع

ہر چیز کہ در کانِ نمک رفت، نمک شد

قرآن تو ظالم کی طرف ادنیٰ میلانِ قلب بھی برداشت نہیں کرتا، فرمانِ باری تعالےٰ ہے:-

وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ۔ (ھود رکوع ۱۰)	اور ظالموں کی طرف مت جھکو، پس تم کو (جہنم کی) آگ لگے گی۔

(۲) دوسرا سوال یہ ہے کہ باطل خلافتوں سے عملی بلکہ مسلح تعاون اور کفار سے جہاد و قتال میں جو جواری (قیدی خواتین) گرفتار ہو کر آئیں اور وہ "باطل" خلافتوں پر متمکن حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے حکم سے سیدنا علیؓ یا ابنائے علیؓ کو ملیں، کیا ان کے لیے وہ جائز ہوگئیں؟ اور پھر اس سے زیادہ اہم سوال یہ ہے کہ حضرت علیؓ یا حضرت حسین رضی اللہ عنہم کی ان قیدی خواتین سے جو اولاد ہوئی ان کا کیا حکم ہوگا؟ کیا باطل بنیاد پر آئی ہوئی قیدی خاتون سے اولاد باطل رہے گی یا حق ہو جائے گی؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قسم کے فرزند حضرت محمد بن الحنفیہ ہیں اور حضرت حسینؓ کے فرزند تو سبائیہ کے چوتھے "معصوم امام" سیدنا زین العابدینؒ ہیں۔

آخر یہ "امامِ معصوم" تو باطل اولاد نہیں ہو سکتے، یہ تو لازماً جائز اولاد ہوگی۔ مگر یہ عجیب بات ہوگی کہ اولاد جائز، مگر ماں جن کے حکم سے ملی وہ حضرات خلفاء رضی اللہ عنہم باطل! اسے کہتے ہیں گڑ کھائیں اور گلگلوں سے پرہیز! **ظالم** سبائیہ نے حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے بغض و عناد کے جوش و خروش میں اتنا نہ سوچا کہ معاذ اللہ انہیں کافر و باطل کہنے کی زد کس کس پر پڑتی ہے؟ آلِ علی، حضراتِ حسنین حتیٰ کہ خود سیدنا علی رضی اللہ عنہم ائمہ معصومین میں سے کوئی بچتا بھی ہے یا سارے ختم ہو جاتے ہیں؟ ع

کیا میری ضد سے باغباں، سارا چمن جلائے گا؟

(۸)

سیّدنا حضرت طلحہؓ اور سیّدنا حضرت زبیرؓ

کے خلاف ہزلیات و خرافات!

سب نمبر ۱ ملعون مناظر کہتا ہے:۔ کیا رسول اللہ ایسے شخص کو جنت کی بشارت سنا سکتے ہیں جس نے آپ کو اذیت پہنچائی ہو؟ اور وہ طلحہ ہے۔ چنانچہ بعض مفسرین و مورخین نے ذکر کیا ہے کہ (حضرت) طلحہ (رضی اللہ عنہ) نے یہ بات کہی تھی کہ اگر حضرت محمدؐ کا انتقال ہو گیا تو ہم ان کے بعد ان کی بیویوں سے شادی رچالیں گے۔ دوسری روایت میں ہے حضورؐ کے مرنے کے بعد میں (حضرت ام المومنین) عائشہؓ سے شادی کروں گا۔ ("مناظرہ بغداد" ص ۶۸)

جواب نمبر ۱ مناظر ملعون کا یہ کھلا افتراء و بہتان عظیم ہے، کوئی مسلمان قرآن کریم کی صریح نصوص کے خلاف یہ بات نہیں کہہ سکتا۔ قرآن کریم میں ارشادِ ربانی ہے: وَاَزْوَاجُہٗۤ اُمَّھٰتُھُمْ (سورہ احزاب) یعنی نبی کریمؐ کی ازواجِ مطہرات مومنوں کی مائیں ہیں، تو کیا کوئی مسلمان یہ کہہ سکتا ہے کہ میں حضورؐ کے بعد آپ کی بیویوں یعنی اپنی ماؤں سے شادی کروں گا؟ یہ نری بکواس ہے جبھی تو اس کے ثبوت میں برائے نام بھی کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا گیا۔ لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ، ثُمَّ لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ۔

جواب نمبر ۲ بنصِ قرآنی اہلِ بیتِ رسولؐ امہات المومنینؓ ہیں، مومنوں کی مائیں ہیں لہٰذا اگر تم اپنے باپ کے مرنے کے بعد اپنی ماؤں سے نکاح کر سکتے ہو تو کوئی اور بھی......... مگر اور کوئی نہیں کر سکتا یہ ہمت تم کر سکتے ہو۔

طعن نمبر ۲ ملعون مناظر نے کہا طلحہ اور زبیر دونوں حضرت علیؓ کے خلاف لڑے۔ ("مناظرہ بغداد" ص ۶۹)

جواب نمبر ۱ حضرت طلحہ اور زبیر تو اہلِ بیتِ رسول (رضی اللہ عنہم) کو ساتھ لے کر

مکہ معظمہ سے بصرہ گئے، کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ مدینہ میں بیٹھے تھے جو ان سے لڑنے گئے تھے؟

جواب ۲ ان حضرات کا بصرہ جانے کا مقصد تو یہ ہی سبائی غنڈوں سے خونِ عثمان مظلوم کا قصاص لینا تھا اور دوسرے قاتلین عثمانؓ سے بدلہ لینے کے لیے طاقت فراہم کرنا تھا۔ وہ تو سیدنا علیؓ مدینہ سے پہلے اور کوفہ سے فوج جمع کر کے بصرہ تشریف لے آئے۔ تو لڑنے کی ذمہ داری اگر عائد ہوتی ہے تو سیدنا علیؓ پر نہ کہ حضرات طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما پر، حالانکہ لڑائی حضرت علیؓ بھی نہیں چاہتے تھے۔

جواب ۳ حضرات طلحہ و زبیر اور حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہم کے بیانات سن لیجئے جو انہوں نے بصرہ پہنچ کر لڑائی سے پہلے فرمائے۔ گورنر بصرہ کے سفراء حضرت عمران بن حصین اور حضرت دوءلی رضی اللہ عنہما نے حضرت ام المومنینؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر سبب تشریف آوری کا مقصد دریافت کیا تو اہلِ بیتِ رسولؐ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا:۔ خدا کی قسم! میری جیسی شخصیت کسی مخفی امر کے لیے یوں نہیں نکل سکتی اور نہ میں اپنے بیٹوں سے حقیقت چھپا سکتی ہوں۔ مختلف شہروں کے فسادیوں اور قبائل کے اجنبی لوگوں نے حرمِ رسول (یعنی مدینہ طیبہ) میں دراندازی کی۔ حرم کی عزت و حرمت کو پامال کیا۔

وَاسْتَوْجَبُوْا فِیْهِ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَلَعْنَةَ رَسُوْلِهٖ ......

خدا اور اس کے رسولؐ کی لعنت کے مستحق ہوئے، بایں ہمہ بلاوجہ امام المسلمینؓ کو شہید کیا۔ حرام خون کو حلال کر کے بہایا اور ناحق مال لوٹا۔ ...... اور اب جبر و اکراہ سے مدینہ میں مقیم ہیں، اہلِ مدینہ انہیں نکالنے پر قادر نہیں اور نہ ہی ان سے مامون و محفوظ ہیں۔ اہلِ مدینہ پر جو کچھ گذری اور گذر رہی ہے میں مسلمانوں کو اس سے باخبر کرنے کے لیے نکلی ہوں، اصلاح احوال اہلِ مدینہ کے بس کا روگ نہیں (قرآن کی آیت پڑھ کر فرمایا) جس اصلاح کا اللہ رب العزت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر چھوٹے بڑے مرد عورت کو

نوٹ: اہلِ بیتِ رسول رضی اللہ عنہا کے یہ خط کشیدہ سوز اور دردِ دل سے نکلے ہوئے الفاظ پڑھیے اور پھر داد دیجیے ان بے ایمانوں کی، جو کہتے ہیں کہ حضرت ام المومنینؓ لوگوں کو قتلِ عثمانؓ کا حکم دیتی تھیں۔ بخاری

حکم دیا ہے، ہم اس اصلاح کے لیے کھڑے ہوئے ہیں، یہ ہے ہمارا موقف! ہم تمہیں بھی اس امر بالمعروف کا حکم کرتے ہیں اور منکرات سے تمہیں روکتے ہیں۔ اور برے حالات کی اصلاح و تبدیلی پر برانگیختہ کرتے ہیں۔ (طبری جلد ۳ ص۴۷۹)

حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کی تقریر!

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اہلِ بصرہ کے سامنے تقریر کرتے ہوئے :۔

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد حضرت عثمانؓ کا ذکر فرمایا، ان کے فضائل بیان کئے، حرمِ مدینہ اور اس کی حرمت کو حلال کر لینے کا تذکرہ کیا اور حضرت عثمانؓ کے خلاف اقدام کو بہت بڑا اقدام قرار دیا اور ان کے خون کا بدلہ لینے کی طرف لوگوں کو بلایا اور فرمایا :۔

إِنَّ فِي ذٰلِكَ إِعْزَازُ دِيْنِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ وَسُلْطَانِهٖ وَأَمَّا لَطَلَبُ بِدَمِ الْخَلِيْفَةِ الْمَظْلُوْمِ فَإِنَّهٗ حَدٌّ مِنْ حُدُوْدِ اللهِ.....

اس میں کوئی شک نہیں کہ قصاص میں اللہ کے دین کی عزت اور غلبہ ہے اور خلیفہ مظلوم کے قصاص کا مطالبہ حدود اللہ میں سے ایک حد ہے۔

اگر تم نے یہ کیا تو اچھا کیا اور اس سے تمہارا اقتدار پھر تمہاری طرف لوٹ آئے گا۔ اور اگر تم نے اسے چھوڑ دیا تو نہ تو (پھر کبھی) تمہارا غلبہ و تسلط ہوگا اور نہ کبھی نظم و انتظام تمہارے ہاتھ میں آسکے گا۔ فتکلم الزبیر مثل ذٰلک[1] حضرت زبیرؓ نے بھی اسی طرح فرمایا۔

انصاف۔ انصاف!! ع

انصاف کو آواز دو انصاف کہاں ہے۔

ان حضرات کے ارشادات کو اور پھر ساتھ ہی اہلِ بیتِ رسولؐ کے ارشادِ گرامی کو ایک نظر پھر پڑھ لیجئے، کتنا بلند و بالا، ارفع و اعلیٰ نصب العین ہے ان حضرات کا۔ کتنی دور رس نگاہ اور کتنا مآل اندیش فکر ہے ان محسنینِ امت کا، محض دین کی عزت اور ناموسِ خلافت کے تحفظ کے لیے یہ حضرات سر بکف شہر بہ شہر پھر رہے ہیں، اور یہ ممکن نہیں جب تک خلیفہ مظلوم کا خون بہانے والے اور عملی طور پر اقتدار پر چھا جانے والے سبائی غنڈوں کو کیفرِ کردار تک نہ پہنچایا جائے۔

کتنا معصوم و مقدس ہے یہ نصب العین! کہاں یہ بے داغ و بے لوث مقصد! اور کہاں سفلہ و ابلہ دشمنانِ صحابہؓ کا یہ طعن اور سب! کہ یہ حضرات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف لڑے۔

---

[1] طبری جلد ۳ ص۴۸۱

میں پوچھتا ہوں، اہلِ بیتِ رسول اور اجلہ اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم کے بیانات میں تمہیں حضرت علیؓ کا اسمِ گرامی بھی کہیں نظر آیا ہے یا ان کے خلاف محاذ آرائی کی کوئی جھلک تمہیں نظر آتی ہے؟

حضرت امّ المومنین اور حضرات طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہم کی کامیابی

ابھی گذر چکا ہے کہ ان حضرات کا مقصد بصرہ کے سبائی قاتلینِ عثمانؓ سے قصاص لینا تھا چنانچہ گورنرِ بصرہ کے ساتھ جھڑپ میں جب ان حضرات کو فتح نصیب ہوئی [تو اہلِ بیتِ رسول رضی اللہ عنہا نے اعلان کرادیا کہ :- جو تم سے لڑے تم صرف اسی سے لڑو، اور منادی کرادی گئی کہ :-

مَنْ لَمْ يَكُنْ مِنْ قَتَلَةِ عثمان رضی اللہ عنہ فیکفف عنا فانا لَا نُرِيْدُ اِلَّا قَتَلَةَ عثمان وَلَا نَبْدَأُ اَحَدًا۔	جو قاتلینِ عثمانؓ میں سے نہیں ہے، وہ ہمارے مقابلے میں نہ آئے کیونکہ ہم صرف قاتلینِ عثمانؓ سے لڑنا چاہتے ہیں نیز ہم لڑنے میں ابتدا بھی نہیں کریں گے۔

سبائی کتوں کی موت مرے

بصرہ میں حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کے مناد نے اعلان کر دیا کہ جس کے پاس وہ شخص ہو جس نے مدینہ جاکر حضرت امامؓ کے خلاف جنگ کی تھی وہ اسے ہمارے پاس لے آئے۔ فجئی بہم کما یجاء بالکلاب فَقُتِلُوا[۱] تو لوگ ان کو اس طرح پکڑ کر لائے جس طرح کتوں کو گھسیٹ کر لایا جاتا ہے، اور ان کو قتل کر دیا گیا۔

سب واصلِ جہنم ہوئے

طبری کی روایت ہے کہ حضرت امامؓ کے خلاف مدینہ جا کر لڑنے والے بصری سب کے سب قتل کر دیئے گئے، ان میں سے سوائے حرقوص بن زہیر کے کوئی بھی نہ بچا۔[۲]

اور یہی مقصد تھا حضرت ام المومنین اور حضرات طلحہ وزبیر کا رضی اللہ عنہم۔ ان کا ایک ہی مقصد تھا یعنی قاتلینِ عثمانؓ سے قصاص، اور بفضلہ تعالیٰ اس مقصد میں کامیابی نصیب ہوئی جب ایک ایک قاتلِ عثمانؓ کو چن چن کر کتوں کی موت مار ڈالا گیا۔ تو اصحابِ جملؓ کی فتح مبین میں کسے کلام ہو سکتا ہے۔

---

[۱] طبری، جلد ۳ ص ۴۸۷/۴۸۸ [۲] ایضاً ص ۴۸۸

سیدنا حضرت علیؓ کا مقصد

ابن جریر طبری روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت علیؓ کو مدینہ میں اصحابِ جمل کے خروج الی البصرہ کی خبر ملی تو حضرت علیؓ ان کے مقابلے کے لیے نکلے، کوفی اور بصری سبائی ان کے ساتھ تھے۔ آپ نے ربذہ کے مقام پر قیام فرمایا اور وہاں اپنے سفراء کو مقرر فرمائے اور اہلِ کوفہ سے امداد طلب کی، اس میں فرمایا کہ:-

قَالَ اِصْلَاحٌ مَا نُرِیْدُ لَعَلَّہٗ وَالْاُمَّۃُ اِخْوَانًا لہٗ ہمارا مقصد صرف اصلاح ہے تاکہ امت پھر بھائی بھائی بن جائے۔

حضرت علی اور حضرت قعقاع رضی اللہ عنہم کی مصالحانہ مساعی

حضرت علیؓ ابھی بصرہ نہیں پہنچے تھے، ذی قار کے مقام سے نبی کریمؐ کے نامور صحابی حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کو بصرہ بھیجا تاکہ حضرات طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم کو اتحاد و جماعت کی دعوت دیں۔ انہوں نے بصرہ پہنچ کر پہلے حضرت اہلِ بیت رسولؐ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کی حضرت ام المومنینؓ نے فرمایا ای بنی اصلاح بین الناس اے میرے بیٹے میرا مقصد تو صرف اصلاح بین الناس ہے۔ پھر انہوں نے حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما سے ملاقات کی انہوں نے فرمایا ہمارا مقصد بھی یہی ہے یعنی اصلاح بین الناس، حضرت قعقاعؓ نے پوچھا اس کی عملی صورت؟ قالا قتلۃ عثمان رضی اللہ عنہ دونوں حضرات نے فرمایا قاتلینِ عثمانؓ اگر انہیں چھوڑ دیا گیا تو یہ قرآن کو چھوڑ دینا ہوگا اور اگر ان سے قصاص لیا گیا تو یہ قرآن پر عمل کرنا ہوگا۔ حضرت قعقاعؓ نے فرمایا تم جو قاتلینِ عثمانؓ کو قتل کرنا چاہتے ہو صحیح ہے۔ لیکن اس وقت حضرت علیؓ اس سے معذور ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ انہوں نے ان کے قتل کو ان پر قادر ہونے تک مؤخر کر رکھا ہے۔ میں تو کہتا ہوں اس صورتِ حالات کا علاج تسکین ہے جب فضا پر سکون ہو جائے گی قاتلینِ عثمانؓ کو پکڑ کر قتل کر دیا جائے گا۔

فَقَالُوْا نَعَمْ اِذًا اَحْسَنْتَ وَاَصَبْتَ الْمَقَالَۃَ۔ اصحابِ جملؓ نے کہا، ہاں، آپ کی یہ بات صحیح اور بہت اچھی ہے، اگر حضرت علیؓ کی بھی یہی رائے ہے تو صلح ہو سکتی ہے

لہ طبری جلد ۳ صفحہ ۴۹۵ و البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ صفحہ ۲۳۲

حضرت قعقاعؓ نے حضرت علیؓ کو خبر دی آپ نے اسے بہت پسند فرمایا[1]

سیدنا حضرت علیؓ کا خطبہ

حضرت علیؓ نے لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر خطبہ میں حمد و ثنا اور صلوٰۃ و سلام کے بعد،

وَاِنعامَ اللهِ عَلَى الاُمَّةِ بِالجَمَاعَةِ بِالخَلِيفَةِ بعدَ رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ الَّذِي يَلِيهِ ثُمَّ الَّذِي يَلِيهِ ثُمَّ حَدَثَ هٰذَا الحَدَثُ.

اس امت پر اللہ تعالیٰ کے انعام (خاص) کا ذکر فرمایا کہ اس نے امت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفۂ رسول (حضرت ابوبکرؓ) ان کے بعد حضرت عمرؓ اور ان کے بعد حضرت عثمانؓ پر جمع کر دیا۔ پھر یہ حادثہ رونما ہوا جس نے ان لوگوں کو امت پر جبری کر دیا جو دنیا کے طالب ہیں اور اس امت پر انعام الٰہی یعنی جماعت و خلافت اور فضیلت پر حسد کرنے والے ہیں۔ اور ان کے عزائم یہ ہیں کہ اسلام کو جاہلیت سے بدل دیں۔ سن لو! میں صبح کوچ کرنے والا ہوں، خبردار! کل میرے ساتھ کوئی ایسا آدمی نہ چلے جس نے کسی طرح بھی حضرت عثمانؓ کے خلاف حصہ لیا ہو۔ اور احمق ہمیں معاف کریں۔ (طبری، جلد ۳ ص ۵۰۶، البدایہ والنہایہ جلد ۷ ص ۲۳۷)

حضرت علیؓ نے قاتلینِ عثمانؓ ملعون سبائیوں کے کردار اور عزائم کا پردہ چاک کر دیا اور صاف اعلان کر دیا کہ کوئی دشمنِ عثمانؓ ہمارے ساتھ نہ چلے۔

سیدنا علیؓ اور حضرات طلحہؓ و زبیرؓ کی ملاقات

حضرت قعقاعؓ کی مساعی جمیلہ کے نتیجے میں بعد کم ہو گیا تو ان حضرات کی باہمی ملاقات بھی ہوئی جس میں سب صلح ہی کے فیصلہ پر متفق ہو گئے۔ (طبری جلد ۳ ص ۵۱۷)

سبائیوں کی خفیہ مشاورت اور فتنہ انگیز فیصلہ

امام ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں سبائیوں کی تعداد (حضرت علیؓ کے لشکر میں) اڑھائی ہزار تھی، وَلَيْسَ فِيهِمْ صَحَابِيٌّ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔ اور بحمد اللہ ان میں ایک بھی صحابی نہ تھا سبائیوں کے سرغنوں عبد اللہ بن سبا ملعون، اشتر نخعی وغیرہ نے خفیہ مشاورت کی جس میں ابن سبا ملعون کی تجویز پر طے پایا کہ تم راتوں رات چپکے سے جنگ کی آگ بھڑکا دو اور کسی کو

---

[1] طبری، جلد ۳ ص ۵۰۶، البدایہ والنہایہ جلد ۷ ص ۲۳۷

خبر تک نہ ہو۔ (طبری" جلد ۳ ص۵۰۸،۵۰۵، "البدایۃ والنہایۃ" جلد ۷ ص۲۳۸)

سبائی لعینوں نے جنگ چھیڑ دی!

شام کو حضرت علیؓ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو اصحابِ جمل کے پاس بھیج دیا۔ اور حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت محمدؒ بن طلحہ کو حضرت علیؓ کے پاس بھیج دیا، سب نے صلح کے فیصلہ پر رات گذاری وَبَاتُوا بِلَیْلَۃٍ لَمْ یَبِیْتُوا بِمِثْلِہَا اور سب رات کو ایسی چین کی نیند سوئے کہ ایسی چین کی نیند کبھی نہ سوئے تھے۔ اور مفسدین و قاتلینِ عثمانؓ نے رات نہایت شر اور تکلیف سے گذاری چنانچہ منہ اندھیرے اُٹھے اور حملہ کر دیا۔[۱]

امام ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ یہ قریبًا دو اڑھائی ہزار آدمی تھے، لوگوں پر تلواروں سے ٹوٹ پڑے، لوگ نیند سے جاگے ...... اہلِ جمل کہنے لگے اہلِ کوفہ نے ہم پر دھوکے فریب سے شبخون مارا ہے، ان کا گمان یہ تھا کہ یہ اصحابِ علیؓ کی سازش ہے۔ حضرت علیؓ نے حقیقت دریافت فرمائی۔ تو لوگوں نے کہا۔ اہلِ بصرہ نے شبخون مارا ہے۔ بڑی گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی وَلَا یَشْعُرُ اَحَدٌ مِّنْہُمْ بِمَا وَقَعَ الْاَمْرُ عَلَیْہِ فِیْ نَفْسِ الْاَمْرِ۔ اور حقیقتِ حال کا کسی کو بھی علم نہ ہو سکا۔

حضرت علیؓ کے منادی نے اعلان کیا "رک جاؤ، رک جاؤ" مگر کون سنتا تھا حضرت علیؓ نے جنگ روکنے کے لیے یہاں تک کوشش فرمائی کہ ایک نوجوان سے فرمایا تم ان کے آگے قرآن پیش کرو اور کہو تمہارے ہمارے درمیان یہ قرآن ہے۔ اس نوجوان نے حکم کی تعمیل کی مگر اسے قتل کر دیا گیا۔[۲]

حضرت ام المؤمنینؓ کی مساعی جمیلہ

حضرت اہلِ بیتِ رسول صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے جنگ روکنے کی انتہائی کوشش فرمائی۔ آپ نے حضرت کعبؒ کو قرآن دے کر فرمایا ان کے سامنے کتاب اللہ لے کر آؤ اور انہیں قرآن کی طرف دعوت دو، چنانچہ حضرت کعبؒ نے قرآن پیش کیا۔ وَاَمَامُہُمُ السَّبَائِیَّۃُ۔ آگے آگے سبائی تھے۔ انہیں خوف تھا کہ اگر صلح ہو گئی تو ان کی خیر نہیں اس لیے وہ لڑائی پر مصر تھے۔ چنانچہ جب حضرت کعبؒ نے قرآن کی طرف

---

[۱] "طبری" جلد ۳ ص۵۱۷،۵۱۶، "البدایہ والنہایہ" جلد ۷ ص۲۳۹ [۲] "طبری" جلد ۳ ص۵۲۱،۵۲۲

دعوت دی تو سبائیوں نے تیروں سے انہیں شہید کر دیا اور حضرت ام المومنین رضؓ کے ہودج پر بھی تیر برسائے۔

قاتلینِ عثمانؓ پر لعنت

اہلِ بیتِ رسولؐ نے لوگوں سے فرمایا قاتلینِ عثمانؓ پر لعنت کرو۔ حضرت ام المومنینؓ نے خود بھی ان کے لیے بد دعا فرمائی اور اہلِ بصرہ نے تو بآوازِ بلند بد دعا کی۔ حضرت علیؓ نے سنا تو آپ نے بھی بد دعا کی اور کہا اَللّٰھُمَّ الْعَنْ قَتَلَۃَ عُثْمَانَ وَاَشْیَاعَھُمْ[1] الٰہی قاتلینِ عثمانؓ پر اور ان کے مددگاروں پر لعنت فرما۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں :- کوفیوں کا مقدمۃ الجیش عبداللہ بن سبا ملعون مردود تھا اور اس کے ساتھی لشکر کے آگے آگے تھے۔ اہلِ بصرہ میں سے جس پر بھی قدرت پاتے تھے اسے قتل کر دیتے تھے۔ جب انہوں نے حضرت کعبؓ بن سور کو قرآن اٹھائے دیکھا تو سب نے یک بار ان پر تیر چلائے اور انہیں[2] شہید کر دیا۔ ("البدایہ والنہایۃ" جلد، ص۲۴۲)

ابنِ اثیر رحمہ اللہ نے بھی یہی لکھا ہے کہ سبائی لشکر کے آگے آگے تھے۔ انہوں نے حضرت کعبؓ کو شہید کر دیا اور حضرت ام المومنینؓ پر تیر چلائے[3]۔

امام ابنِ کثیرؒ لکھتے ہیں :- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا لوگوں کو عَلٰی نُوَیۡلِ النَّفَرِ مِنْ قَتَلَۃِ عُثْمَانَؓ قاتلینِ عثمانؓ کے خلاف برانگیختہ فرماتی تھیں۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۷)

خلاصہ

ہم نے جنگِ جمل سے متعلق بحث کو تفصیل سے پیش کر دیا ہے۔ خصوصاً متعلقہ اکابر رضی اللہ عنہم کے بیانات کو ان کے اصل الفاظ میں نقل کیا ہے تاکہ اس جنگ کا پورا پس منظر سامنے آجائے۔ تاریخی روایات سے یہ حقیقت واضح ہوگئی :-

(۱) فریقین کا مقصد اصلاحِ احوال اور اتحاد بین المسلمین کے سوا اگر تھا تو فتنہ انگیز سبائی قاتلینِ عثمانؓ ملعونوں کی سرکوبی۔

---

[1] طبری، جلد ۳ ص۵۲۰۔ البدایہ والنہایہ، جلد ۷ ص۲۴۲ [2] ان کے بعد مسلم بن عبداللہ العبسی بڑھے تو انہیں بھی شہید کر دیا۔ (ذہبی، جلد ۲ ص۲۴۳) [3] "الکامل" جلد ۳ ص۱۲۳

(۲) اصحابِ جمل اور حضرت علیؓ دونوں جنگ کی آگ مشتعل کرنا نہیں چاہتے تھے، فریقین صلح چاہتے تھے اور صلح گویا ہوگئی تھی۔

(۳) مگر صلح میں سبائی خون آشام غنڈوں کی موت تھی اس لیے انہوں نے سازش کرکے جنگ راتوں رات شروع کردی۔

(۴) فریقین نے پھر بھی جنگ کو بند کرنے کی انتہائی مخلصانہ کوشش کی، قرآن پیش کیے مگر سبائیوں نے قرآن پیش کرنے والوں کو بھی شہید کر دیا۔

ان تمام حقائق کی موجودگی میں سبائیانِ عہدِ حاضر کا یہ کہنا کہ حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما حضرت علیؓ کے خلاف لڑے نہ صرف حقائق کا منہ چڑانا بلکہ شرارت وخباثت اور رزالت وکمینگی کی انتہا ہے۔ اس پر ہم سوائے اس کے کیا عرض کرسکتے ہیں کہ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔

ایک سوال اب صرف ایک سوال باقی رہ جاتا ہے کہ حضرات طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما نے پہلے تو مدینہ طیبہ میں حضرت علیؓ کی بیعت کرلی، سبائی قاتلینِ عثمانؓ ہزاروں کی تعداد میں مدینہ منورہ میں تھے، تو ان حضرات نے اپنی سرگرمیوں کا سلسلہ مدینہ طیبہ سے باہر جاکر کس مصلحت سے شروع کیا اور بصرہ میں حضرت علیؓ کے مقابلے میں ان حضرات کا نکلنا نقضِ بیعت نہیں تھا؟

جواب دوسرے اجلہ اصحابِ رسولؐ کی طرح حضرات طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما بھی امامِ مظلومؓ کے قصاص کو مقدم سمجھتے تھے، چنانچہ ان حضرات کی بیعت اس بات سے مشروط تھی، مدینہ طیبہ روانہ ہونے سے قبل ان حضرات نے حضرت علیؓ سے ملاقات کرکے صاف صاف کہہ دیا کہ:۔

یا علی! انّا قد اشترطنا اقامة الحدود وان هٰؤلاء القوم قد اشترکوا فی دم هٰذا الرجل۔	اے علی! ہم نے اقامتِ حدود کی شرط پر آپ سے بیعت کی تھی اور یہ آپ کے گرد و پیش والے لوگ حضرت عثمانؓ کے قتل میں شریک تھے، (لہٰذا آپ ان سے قصاص لیجئے)

مگر سیدنا حضرت علیؓ نے جواب دیا:۔

یا اخوتاه انّی لست اجهل	بھائیو! جو کچھ آپ جانتے ہیں اس سے میں

مَا تَعْلَمُوْنَ وَلٰكِنِّيْ كَيْفَ أَصْنَعُ بِقَوْمٍ يَمْلِكُوْنَنَا وَلَا نَمْلِكُهُمْ۔ (طبری" جلد ۳ صفحہ ۴۵۸)

بھی ناواقف نہیں ہوں، لیکن میں ان لوگوں سے کس طرح قصاص لوں، جو اس وقت ہم پر بااختیار اور قابو یافتہ ہیں، نہ کہ ہم ان پر۔!

کوفہ اور بصرہ سے لشکر لے آنے کی تجویز

اس پر حضرت زبیرؓ نے حضرت علیؓ کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ انہیں کوفہ کی امارت دے دی جائے لِيَأْتِيَهُ بِالْجُنُوْدِ تاکہ وہاں سے لشکر لے آئیں اور حضرت طلحہؓ نے مطالبہ کیا کہ انہیں بصرہ کی امارت دے دی جائے تاکہ وہاں سے فوجیں لے آئیں جو ان خوارج قاتلینِ عثمانؓ کے خلاف ان کی مدد کریں، حضرت علیؓ نے انہیں جواب دیا مجھے اس بارے میں غور کرنے کی مہلت دو۔ (البدایہ والنہایہ" جلد، صفحہ ۲۲۸)

سیدنا حضرت علیؓ کے جواب اور حالات کے مطالعہ و مشاہدہ سے یہ حضرات اس نتیجہ پر پہنچے کہ سبائی قاتلینِ عثمانؓ چھائے ہوئے ہیں، عملاً اقتدار انہی بلوائیوں کا ہے اور حضرت علیؓ اپنے الفاظ کے مطابق ان کے سامنے بے بس ہیں۔

دو صورتیں

اب دو صورتیں تھیں یا تو یہ حضرات، خون آشام و فساد انگیز بلوائیوں کے غلبہ واستیلاء کے آگے ہتھیار ڈال دیں اور اس وقت کا انتظار کریں جب خلافت ان کے غلبہ واقتدار سے آزاد ہو کر ان سے امام مظلومؓ کا قصاص لے۔

دوسری صورت یہ تھی کہ جان کی بازی لگا کر ان فسادی اور اقتدار پر عملاً قابض سبائیوں سے براہِ راست ٹکر لی جائے۔

اگر حالات کو ان کے رُخ پر چلنے دیا جاتا تو خلافت کی آزادی اور امام مظلومؓ کے قصاص کی کوئی امید نظر نہیں آتی تھی۔ لہٰذا مجبور ہو کر ان اکابرِ امت نے دوسری پُرخطر راہ اختیار کی، ہر قسم کی مشکلات کو دعوت دی، ہر نوع کی قربانیوں کے لیے آمادہ ہوئے، سفر و جہاد کی تیاری کی اور براہِ راست فسادی عناصر سے ٹکر لینے کا فیصلہ کیا تاکہ اس طرح ایک تو ان سے امام مظلومؓ کا قصاص لیا جائے۔ دوسرے خلافت کی عزت و ناموس اور آزادی کا تحفظ کر کے ملت کو ان سبائی ملعونوں کے تخریبی پروگرام سے نجات دلائی جائے۔

ان [illegible] کے واضح بیانات پھر بصرہ کو روانگی اور بصرہ پہنچ کر ان حضرات کے طرزِ عمل سے اس حقیقت میں قطعاً کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ یہ حضرات

کے اس اقدام کا مقصد تعمیری تھا مطلق تخریبی نہیں تھا، ان کا نصب العین صرف اصلاح بین الناس اور قاتلینِ عثمانؓ کا قلع قمع تھا۔ خلافت سے تصادم اور نظم و انتظامِ مملکت میں خلل اندازی تو ان کے تصور میں بھی نہ تھی۔

ایک چیلنج اگر کسی کو ہمارے اس دعویٰ میں تامل ہو تو پھر ہم یہ چیلنج کریں گے کہ مکہ معظمہ سے نکلنے کے بعد سے جنگِ جمل کے ہر مرحلہ تک حتیٰ کہ اپنی شہادت تک ان حضرات نے خلوت و جلوت کی کسی تقریر میں سیدنا حضرت علیؓ کے خلاف ایک لفظ بھی کہا ہو حتیٰ کہ کہیں ان کا نام تک لیا ہو تو پیش کرو، اور تم قیامت تک یہ نہیں کر سکتے۔

امت پر احسانِ عظیم درحقیقت وحشی بلوائیوں اور خون آشام سبائیوں کے اس اقدام و ارتکاب سے امت میں فتنہ کا ایک دروازہ کھل گیا تھا اور خطرہ یہ تھا کہ اگر اس کی سرکوبی نہ کی گئی تو آئندہ بھی غنڈے اور اوباش لوگ اور فسادی عناصر جب چاہیں گے امیر المومنین پر چڑھ دوڑیں گے اور امام وقت کے خون سے ہاتھ رنگ کر شیرازۂ ملت کو پریشان اور نظمِ امت کو درہم برہم کر کے رکھ دیں گے۔

حضرت ام المومنین اور حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم کا امت پر احسانِ عظیم ہے کہ ان قدوسیوں نے اس خطرہ کو بھانپ کر اس کے سدِ باب کے لیے اپنی جان کی بازی لگا دی، یہ حضرات منصبِ خلافت کی بقا و حفاظت کے لیے جرأت سے آگے آئے اور امت کو سبائیوں کے اس تخریبی پروگرام سے ہمیشہ کے لیے نجات دلا دی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نتائج و عواقب کے اعتبار سے حضرت امام مظلومؓ کا قتل پوری امت کا قتل تھا اور سبائیہ کی اس فتنہ سامانی و فساد انگیزی سے امت کا مستقبل خطرے میں پڑ گیا تھا یارانِ نبیؐ نے اپنی جان پر کھیل کر ملتِ اسلامیہ کو ہمیشہ کے لیے اس خطرہ سے بچا لیا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

جواب ۵ جاہل مناظر کہتا ہے "طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما، دونوں حضرت علیؓ کے خلاف لڑے"؛ حالانکہ:۔

(۱) ہم نے بڑی تفصیل سے بحث کی ہے کہ ان حضرات کا مقصد قطعاً حضرت علیؓ کے خلاف لڑنے کا نہ تھا، نہ یہ لڑائی ان حضرات نے شروع کی اس جنگ کی آگ بھڑکائی تو سبائی لعینوں نے!

(۲) پھر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ تو سرے سے میدانِ جنگ میں لڑے ہی نہیں، لڑائی کے آغاز

میں حضرت علیؓ سوار ہو کر میدان میں آئے اور حضرت زبیرؓ کو طلب فرمایا۔ حضرت زبیرؓ بھی سوار تھے، حضرت علیؓ سے ملے تو انہوں نے فرمایا یاد کرو، ہم دونوں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھ سے فرمایا تھا اما انک ستقاتل علیا وانت لہ ظالم۔ کہ تو علیؓ سے جنگ کرے گا حالانکہ تو ناحق پر ہوگا۔ حضرت زبیرؓ کو حدیث پاک یاد آگئی[1] سارے ولولے فرمانِ رسولؐ کے سامنے ٹھنڈے پڑگئے۔ میدان سے نکل آئے، مدینہ طیبہ کے ارادہ سے روانہ ہوئے کہ راستے میں ابن جرموز سبائی ملعون نے دھوکے سے نماز میں تلوار سے سر قلم کر دیا۔ رضی اللہ عنہ وعنہم اجمعین۔

طعن نمبر۳۔ ملعون مناظر کو اس پر بڑا اصرار ہے کہ "(حضرت) طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما، حضرت علیؓ کے خلاف لڑے۔۔۔۔ لہٰذا یہ جنت میں نہیں جا سکتے۔"

جواب نمبر۱۔ شکر ہے کہ اللہ رب العزت نے جنت اور دوزخ کی تقسیم اپنے ہاتھ میں رکھی ہے ورنہ یہ خبیث سبائی کسی بڑے سے بڑے اہلِ حق کو بھی جنت میں نہ جانے دیتے اور اسے تمام ننگ دھڑنگ بھنگی چرسی ملنگوں سے بھر دیتے۔ (العیاذ باللہ)

جواب نمبر۲۔ جس سیدنا حضرت علیؓ سے لڑائی کی وجہ سے یہ ملعون لوگ نبی کریمؐ کے برگزیدہ اصحاب سیدنا حضرت طلحہ اور سیدنا حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کو جنت کا حقدار نہیں سمجھتے، خود اس اللہ کے ولیٔ کامل کا سلوک ان حضرات کے ساتھ ان کی شہادت کے بعد ملاحظہ ہو، مگر پہلے اس بارے میں خدا اور رسولؐ کے ارشادات سن لیجئے:۔

(۱) اللہ رب العزت قرآن عزیز میں فرماتے ہیں:۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ ۔۔۔۔۔۔ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۞ (سورہ توبہ) جس خدا کی جنت ہے وہ تو نہ صرف مہاجرین وانصار بلکہ ان کے متبعین مخلصین کو بھی جنت کی بشارت دیتے ہیں۔ اور باتفاق مسلمین وغیر مسلمین حضرات طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہم مہاجرین اولین میں سے ہیں۔ لیکن ایک یہ ملعون و مردود لوگ ہیں کہ ان حضرات کو جنت کا مستحق نہیں سمجھتے۔

---

[1] "استیعاب" تحت تذکرہ حضرت زبیرؓ ... تذکرہ حضرت زبیرؓ جلد ۲ ص ۳۶۵/۳۶۶ ... بغداد

(۲) اس کے علاوہ بھی قرآن کریم میں کئی آیات ہیں جن میں حضرات صحابہؓ کو حسنِ آخرت وجنت کی بشارت دی گئی ہے۔

احادیثِ رسولؐ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پاک تو بکثرت ہیں جن میں ان دونوں حضرات کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔

(۱) سب سے مشہور وہ حدیث ہے جس میں حضورؐ نے دس حضرات صحابہؓ کا نام لے کر فرمایا

ابو بکر فی الجنة وعمر فی الجنة وعثمان فی الجنة وعلیؓ فی الجنة وطلحة فی الجنة والزبیر فی الجنة .... (رواہ ترمذی وابن ماجہ)[۱]

اس حدیث کو امام احمدؒ، بغویؒ، ابو حاتمؒ وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے[۲]

(۲) ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوہ حرا پر تشریف فرما تھے آپ کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہ اور زبیر تھے (رضی اللہ عنہم) کہ چٹان میں حرکت آگئی، رسول اللہ نے فرمایا حرا ٹھہر جا تیرے اوپر نبی اور صدیق اور شہیدوں کے سوا کوئی نہیں۔ (صحیح مسلم، ترمذی وغیرہ)[۳]

(۳) حضرت طلحہؓ کے متعلق احد کے دن فرمایا: وجب طلحة یعنی طلحہؓ کے لیے جنت واجب ہوگئی[۴]

(۴) ارشاد فرمایا جو چاہے کہ شہید کو زمین پر چلتا دیکھے فلینظر الی طلحة[۵] یعنی طلحہؓ کو دیکھ لے۔

(۵) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میرے کانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپؐ نے فرمایا طلحة والزبیر جاری فی الجنة[۶] یعنی طلحہؓ اور زبیرؓ جنت میں میرے بہت قریب ہوں گے۔

سیدنا حضرت علیؓ کا سلوک اب دیکھئے کہ سیدنا علیؓ شہادت کے بعد ان حضرات اور ان کے قاتلوں سے کیا سلوک فرماتے ہیں۔

(۱) سبائی ملعونوں نے جس سازش وشرارت سے جنگِ جمل کی آگ بھڑکا دی

---

[۱] مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب العشرہ [۲] ریاض النضرۃ جلد اول صفحہ ۳۰ [۳] ایضاً صفحہ ۳۲ [۴] مشکوٰۃ المصابیح مناقب العشرہ [۵] ایضاً مناقب العشرہ [۶] رواہ الترمذی مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب العشرہ

ان میں سب سے پہلے حضرت طلحہؓ شہید ہوئے۔

طلحہ بن معروف سے روایت ہے کہ وفات کے بعد حضرت طلحہؓ کے پاس حضرت علیؓ آئے سواری سے اترے وَجَعَلَ يَمْسَحُ الْغُبَارَ عَنْ وَجْهِهٖ وَلِحْيَتِهٖ وَهُوَ يَتَرَحَّمُ عَلَيْهِ۔ حضرت طلحہؓ کے چہرہ اور داڑھی سے غبار صاف کرتے تھے اور ان کے لیے رحمت کی دعا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے اے کاش میں آج سے بیس سال پہلے وفات پا جاتا۔ (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۳۵ ذکر حضرت طلحہؓ)

(۲) حضرت امام ابن سعد رحمہ اللہ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا قاتل طلحہؓ کے لیے حاضر ہونے کی اجازت دیجیے، حضرت علیؓ نے فرمایا بَشِّرْهُ بِالنَّارِ اسے جہنم کی بشارت دے دو۔ (طبقات ابن سعدؒ صفحہ ۲۲۵ حصہ ۳، حالات حضرت طلحہؓ)

(۳) ابن سعد ہی میں ہے کہ حضرت علیؓ نے مقتولین میں حضرت محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہما کو دیکھا تو اپنے صاحبزادے سے اس کے متعلق اظہار افسوس فرمایا۔ حضرت حسنؓ نے عرض کیا میں آپ کو اس (جنگ) سے روکتا نہ تھا، تو حضرت علیؓ نے فرمایا: اے حسن! تیرا باپ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ آج سے بیس سال پہلے وفات پا گیا ہوتا۔ (طبقات ابن سعدؒ جلد ۵ صفحہ ۵۵ تذکرہ حضرت محمد بن طلحہؓ)

(۴) علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ محمد بن حاطب رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ہم جنگ جمل کے دن لڑائی سے فارغ ہوئے تو حضرت علی، حضرت حسن وغیرہ رضی اللہ عنہم مقتولین کو دیکھنے گئے، حضرت حسنؓ بن علیؓ نے ایک مقتول کو منہ کے بل گرا دیکھا، اس کو سیدھا کیا تو اِنَّا لِلّٰہِ..... پڑھا اور کہا واللہ یہ قریش کا شریف سردار ہے۔ حضرت علیؓ نے پوچھا بیٹا یہ کون ہے؟ حضرت حسنؓ نے جواب دیا محمدؓ بن طلحہؓ ہے۔ حضرت علیؓ نے اِنَّا لِلّٰہِ...... پڑھا۔ پھر فرمایا یہ صالح نوجوان تھا ثُمَّ قَعَدَ كَئِيبًا حَزِيْنًا پھر نہایت غمگین وحزین ہو کر بیٹھ گئے، حضرت حسنؓ نے آپ سے کہا ابا جان! میں نے آپ کو اس سفر سے منع کیا تھا مگر آپ پر فلاں فلاں کی رائے غالب آگئی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: میرے بیٹے یہ حقیقت ہے، فَلَوَدِدْتُ اَنِّیْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا بِعِشْرِيْنَ سَنَةً۔ مجھے یہ پسند ہے کہ میں اب سے بیس سال پہلے وفات پا گیا ہوتا۔ (استیعاب تذکرہ حضرت محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہم)

(۵) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی ایسے ہی خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ امام ابن سعدؒ روایت کرتے ہیں کہ (سبائی) ابن جرموز لعین نے حضرت زبیرؓ کو دھوکے

سے شہید کیا پھر آپ کا سر کاٹ کر اور آپ کی تلوار لے کر حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت علیؓ نے تلوار ہاتھ میں لے کر فرمایا۔ واللہ اس تلوار نے بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے مصائب ہٹائے ہیں۔ وَجَلَسَ عَلِیٌّ یَبْکِی عَلَیْہِ ھُوَ وَاَصْحَابُہٗ حضرت علیؓ اور آپ کے اصحاب بیٹھ کر حضرت زبیرؓ پر روتے رہے[۱] اور آپ نے ابن جرموز قاتل ملعون کے لیے فرمایا۔ بَشِّرْ قَاتِلَ ابْنِ صَفِیَّۃَ بِالنَّارِ۔[۱] یعنی حضرت زبیرؓ کے قاتل کو جہنم کی بشارت دو۔

(۶) علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے کہ جب قاتل زبیرؓ، حضرت زبیرؓ کا سر لے کر حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حاضری کے لیے اجازت طلب کی تو حضرت علیؓ نے اجازت نہ دی اور اذن طلب کرنے والے سے فرمایا:۔ بَشِّرْہُ بِالنَّارِ۔[۲] یعنی اسے جہنم کی بشارت دے دو۔

شہادت کی واقعاتی شہادت

اللہ کے محبوب و معصوم رسول نے (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرات طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما دونوں کے شہید ہونے کی شہادت بارہا دی۔ اور یہ مسلّم ہے کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرح حضرات شہداء فی سبیل اللہ کو بھی مٹی نہیں کھاتی۔ قیامت تک ان کے جسد مبارک صحیح سلامت، ترو تازہ رہتے ہیں۔

نبی صادق و مصدوق کے فرمان کے مطابق اہل ایمان کو ان حضرات کے شہید اور پھر جنتی ہونے کا کامل یقین و ایمان ہے۔ لیکن بے ایمان لوگ انہیں شہید مانتے ہیں نہ جنتی۔

حضرت نبی کریمؐ کے فرمان سے زیادہ مضبوط شہادت اور کیا ہو سکتی ہے؟ مگر بے ایمان لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک واقعاتی شہادت بھی پیش کر دی ہے جس سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے شہید اور جنتی ہونے میں شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

(۱) امام ابن سعد رحمہ اللہ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں،[۳] اور

(۲) علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ ایک روایت ابن ابی شیبہؒ سے اور دو روایتیں اپنی

---

[۱] طبقات ابن سعدؒ جلد ۳ تذکرہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ [۲] استیعاب تذکرہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ۔

[۳] طبقات ابن سعدؒ جلد ۳ ص۲۲۳ تذکرہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ۔

سند سے روایت کرتے ہیں[1]

(۳) اور امام محب الطبری رحمہ اللہ، ابن قتیبہ، صاحب الصفوہ علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ اور فضائل رحمہ اللہ وغیرہ سے تین روایتیں نقل کرتے ہیں[2]

ان سب روایات کا مجموعی مضمون یہ ہے کہ چونکہ دریا کے کنارے نشیب زمین میں آپ کو دفن کیا گیا تھا۔ اس لیے ایک شخص نے متواتر تین راتیں خواب میں دیکھا کہ حضرت طلحہؓ پانی اور ٹھنڈک کی شکایت کر کے اپنی لاش کو کسی دوسری جگہ منتقل کرنے کی ہدایت فرما رہے ہیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کو اس کی خبر دی گئی۔ پھر حضرت طلحہؓ کی قبر کھولی گئی تو قبر میں پانی آچکا تھا۔ چنانچہ بصرہ میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حویلی دس ہزار درہم میں خرید کر اس میں آپ کی لاش کو منتقل کر دیا گیا۔ دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ وجود اقدس بالکل صحیح اور محفوظ تھا۔ فَكَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلَی الْكَافُوْرِ بَیْنَ عَیْنَیْهِ لَمْ یَتَغَیَّرْ[3] حتیٰ کہ آپ کی آنکھوں میں جو کافور لگایا گیا تھا اس میں بھی کوئی تغیر رونما نہیں ہوا تھا۔

یہ علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) کی روایت ہے اور حافظ ابن قتیبہ رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۶ھ) اور فضائل کی روایت یہ ہے کہ:-

فَلَمْ یَتَغَیَّرْ مِنْهُ اِلَّا شُعَرَاتٌ فِیْ اَحَدِ شِقِّ لِحْیَتِهٖ اَوْ قَالَ رَاْسِهٖ، وَكَانَ بَیْنَهُمَا بِضْعٌ وَّ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً[4]

سوائے داڑھی مبارک یا سر مبارک کی اس طرف کے بالوں کے (جو پانی میں رہے) وجودِ اقدس میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوا تھا، حالانکہ تیس اور چالیس سال کے درمیان مدت گذر چکی تھی۔

یہ روایت "اسد الغابہ" جلد ۳ صـ۶۱ پر بھی موجود ہے۔ ("مہاجرین" حصہ اول از دار المصنفین اعظم گڑھ صـ۱۰۸)

غور فرمائیے! ایک عام انسان کی نعش قبر میں دوسرے تیسرے روز پھٹ جاتی ہے، مگر یہاں یہ حال ہے کہ چالیس سال ہونے کو آئے لیکن وجودِ اقدس تو وجودِ اقدس، آنکھوں میں لگایا ہوا کافور بھی جوں کا توں باقی ہے، اس میں ذرہ بھر تغیر رونما نہیں ہوا۔ رضی اللہ عنہ

---

[1] "استیعاب" تذکرہ حضرت طلحہؓ [2] "ریاض النضرۃ" جلد ۲ صـ۳۴۸ [3] "استیعاب" تذکرہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما
[4] "ریاض النضرۃ" جلد ۲ صـ۳۴۹ تذکرہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ

خلاصہ

(۱) اللہ رب العزت نے قرآنِ کریم میں حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کو بلکہ ان کے مخلص متبعین کو جنت کی بشارت دی۔

(۲) اللہ کے محبوب و معصوم رسول نے اپنی بہت زیادہ احادیثِ صحیحہ میں ان دونوں حضرات کو شہید اور جنتی فرمایا۔

(۳) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کے قاتلین ملعونین کو جہنمی فرما کر ان حضرات کو جنتی قرار دیا۔ اور ان کی شہادت پر قلبی حزن و ملال کا اظہار کیا بلکہ گریہ فرمایا۔

(۴) قریباً چالیس سال کے بعد حضرت طلحہؓ کی قبر کھولی گئی تو جسدِ اطہر میں ذرہ بھر تغیر نہ آیا تھا، حتیٰ کہ آنکھوں میں لگایا گیا کافور بھی بعینہٖ موجود تھا جس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ نبی کریمؐ کا یہ عظیم صحابی، عشرہ مبشرہ کا فرد، شہید ہے، اور قیامت تک یہ محفوظ و سلامت رہے گا، زمین اس کو نہیں کھا سکتی۔

(۵) اور شہید فی سبیل اللہ کے جنتی ہونے میں کسی کو کوئی شک نہیں، خدا اور رسولِ خدا نے شہید کو جنت کی بشارت دی ہے۔

مگر بایں ہمہ! یہ دشمنِ خدا، دشمنِ رسولؐ اور دشمنانِ صحابہؓ برابر بکے جائیں گے کہ "یہ کیسے ممکن ہے کہ (حضرت) طلحہ، (حضرت) زبیر (رضی اللہ عنہما) جنت کے حقدار ہوں!" ("مناظرۂ بغداد" ص۱۷)

"جبکہ ساری جنت کے ٹھیکیدار ننگ دھڑنگ، بھنگ نوش ملنگ ہوں" اِنا للہ......

طعن نمبر ۴

جہنمی مناظر کہتا ہے :۔

"اس میں شک نہیں کہ طلحہ اور زبیر (رضی اللہ عنہما) دونوں حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کے قتل میں پیش پیش تھے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ طلحہ و زبیر و عثمان (رضی اللہ عنہم) سب کے سب جنت کے حقدار ہوں" ("مناظرۂ بغداد" ص۱۷)

جواب نمبر ۱

یہ عجیب خرافات ہے کہ حضرات طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما حضرت عثمانؓ کے قتل میں پیش پیش تھے۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ

یہ دونوں حضرات قتلِ عثمانؓ میں نہیں بلکہ قصاصِ عثمانؓ کے مطالبہ میں بھی پیش پیش تھے اور پھر قصاصِ عثمانؓ کے مطالبہ میں پیش پیش تھے حتیٰ کہ اسی مہم میں مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ پھر مکہ معظمہ سے بصرہ گئے اور بصرہ میں شہید ہو گئے۔

بصرہ میں حضرت علیؓ سے ملاقاتیں ہوئیں، اور تو کسی کو جراءت نہ ہوئی کہ ان سے کہتا مگر تاریخ خاموش ہے اور نہیں بتلاتی کہ حضرت علیؓ نے ان سے کہا ہو کہ تم ہی تو قتلِ عثمانؓ میں پیش پیش تھے اور آج تم ہی نے قصاصِ عثمانؓ کے نام پر یہ ہنگامہ برپا کر رکھا ہے، کیا حضرت علیؓ جیسا شیرِ خدا بھی ان حضرات کے آگے کلمۂ حق کہنے کی جرأت نہ کر سکا؟

جواب ۲ | یہ دونوں حضرات حضرت عثمانؓ کے قتل میں بھی پیش پیش تھے، اور حضرت علیؓ کی طرح انہوں نے اپنے اپنے صاحبزادوں کو حضرت امامؓ کی حفاظت و پاسبانی پر بھی مامور کر رکھا تھا؟ کیا حضرت علیؓ بھی انہی حضرات کی طرح حضرت عثمان کے قتل میں پیش پیش تھے؟ رضی اللہ عنہم!

آئیے! اب ذرا تفصیل سے دیکھ | **سبائی تحریک کے دوران ان اساطینِ اُمت کا کردار**

لیں کہ ان اساطینِ امت کا امامِ مظلومؓ کے خلاف سبائی ملعونوں کی تحریک کے دوران کیا کردار رہا ہے؟

ابن جریر طبری رحؒ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ:۔

کوفہ اور بصرہ کے سازشی عناصر (سبائی غنڈے) مدینہ پہنچ گئے حضرت عثمانؓ نے ان کو بلوا بھیجا اور الصلوٰۃ جامعۃ سے منادی کرائی گئی، کوفی اور بصری منبر کے گرد آپ کے قریب بیٹھے تھے، اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے یہاں تک کہ ان کوفیوں اور بصریوں کو گھیر لیا۔

حضرت عثمانؓ نے حمد و ثنا کے بعد انہیں ان لوگوں کے آنے کی خبر دی، دو آدمی کھڑے ہوگئے اور کہا آپ ان سب کو قتل کر دیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگوں کے امام کے خلاف بغاوت کرے اس پر اللہ کی لعنت ہے اسے قتل کر دو۔ اور حضرت عمرؓ کا بھی ایسا ہی قول ہے۔

حضرت عثمانؓ نے فرمایا بَلْ نَعْفُو نہیں ہم انہیں معاف کرتے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے ان کے ایک ایک بہتان کو صحابہ کرامؓ کے سامنے پیش کر کے اس کا جواب دیا اور ایک جواب پر اصحابِ رسولؐ سے دریافت فرمایا: اَکَذٰلِکَ؟ کیا ایسا ہی ہے؟ قالوا اللّٰھم نعم سب حضرات نے ہر ہر جواب پر امامؓ کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا

خدا کی قسم! ہاں ایسا ہی ہے وَسَأَلُوهُ أَنْ يَقْتُلَهُمْ اور سب حضرات حضرت امام سے درخواست کرتے رہے کہ ان کو قتل کر دیں۔

وَأَبَى الْمُسْلِمُونَ إِلَّا قَتْلَهُمْ وَأَبَى إِلَّا تَرْكَهُمْ فَذَهَبُوا۔ (طبری جلد ۳ ص ۳۸۴/۳۸۵)	جمیع مسلمان (بشمول صحابہ کرام) اصرار کرتے رہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے مگر حضرت امام کو اصرار تھا کہ انہیں چھوڑ دیا جائے، چنانچہ وہ چلے گئے۔

کاش کہ حضرت امام کا جذبۂ عفو و رحم غالب نہ آتا اور آپ چن چن کر ان ملعونوں کو قتل کر دیتے تو فتنہ ہی ختم ہو جاتا۔ مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

بہر حال یہ ثابت ہو گیا کہ سارے اصحاب رسول رضی اللہ عنہم اور پورا مدینہ حضرت امام کے ساتھ تھا۔ ایک بھی آواز حضرت امام کے خلاف نہ اٹھی۔

سبائیوں کی نمک حرامی

سراپا رحمت اور عفو مجسم امام عالی مقام رضی اللہ عنہ تو حضرات صحابہ کرام اور اہل مدینہ کے متفقہ مطالبے کے خلاف ان کی جان بخشی کرتے ہیں مگر یہ محسن کش، نمک حرام یہ طے کر کے گھروں کو جاتے ہیں کہ شوال میں حاجیوں کے بھیس میں مدینہ پر حملہ کریں گے۔

امام طبری رحمہ اللہ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ شوال ۳۵ ھجری میں مصری سبائی چار گروہوں میں نکلے۔ ابن السوداء (عبداللہ بن سبا ملعون) ان کے ساتھ تھا، اسی طرح کوفہ اور بصرہ کے مفسدین بھی چار چار گروہوں میں نکلے، جب یہ لوگ مدینہ طیبہ کے قریب پہنچ گئے تو ان کے دو شخص مدینہ آئے، ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم سے ملے اور کہا ہم امیر المومنین سے بعض عمال (حکام اعلیٰ) کو معزول کرانے آئے ہیں لہٰذا ہمیں مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے فَكُلُّهُمْ أَبَى وَنَهَى، ان سب نے اس کی اجازت دینے سے انکار کر دیا اور انہیں اس مطالبہ سے منع کیا ـــــ اس پر یہ دونوں اپنے اپنے لوگوں کی طرف واپس لوٹ گئے۔ ("طبری" جلد ۳ ص ۳۸۵/۳۸۶)

حضرات علی و طلحہ و زبیر کی سبائیوں پر لعنت

امام طبری ہی راوی ہیں کہ اہل مصر کی ایک جماعت

حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ بصری حضرت طلحہؓ کی خدمت میں آئے اور کوفی حضرت زبیرؓ کی خدمت میں، ان تینوں حضراتؓ نے اپنے اپنے صاحبزادے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں (بغرض حفاظت) بھیجے ہوئے تھے۔ سبائیوں نے سلام عرض کیا اور اپنا مقصد پیش کیا۔ ان تینوں حضرات نے باوازِ بلند انہیں اپنے سے دھتکار دیا اور فرمایا کہ نیک لوگوں کا یقین ہے کہ (تمہارا) لشکر بارشادِ نبوی ملعون ہے۔ تم فَارْجِعُوا لَا صَحِبَكُمُ اللّٰهُ واپس جاؤ خدا تمہارا ساتھی (اور حامی) نہ ہو۔ پس یہ لوگ بظاہر واپس ہوئے۔ (طبری جلد ۳ صفحہ ۳۸۶)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ بھی مندرجہ بالا روایت نقل کرتے ہیں۔ اس میں بھی ہے کہ :-

اہلِ مصر کے چند آدمی حضرت علیؓ کے پاس اور اہلِ بصرہ کے حضرت طلحہؓ کے پاس اور اہلِ کوفہ کے حضرت زبیرؓ کے پاس آئے، ان سب حضرات نے انہیں لسانِ رسالتؐ سے ملعون ہونے کی خبر دی اور انہیں جھڑک کر اپنے سے دور کر دیا۔ پس ہر فریق اپنی اپنی جماعت کے پاس واپس آیا۔ لوگوں پر یہ ظاہر کیا کہ اپنے اپنے شہروں کو جا رہے ہیں مگر چند دن کے بعد پھر مدینہ لوٹ آئے یہاں تک کہ اہلِ مدینہ نے نعرۂ تکبیر کی آواز سنی۔ باغی مدینہ پر حملہ آور ہوئے اسے گھیر لیا لوگ اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ گئے[1] (اور مفسدین نے قصرِ خلافت کا محاصرہ کر لیا)

حضرات ابنائے صحابہؓ حضرت امامؓ کی حفاظت کرتے ہیں

(۱) ابن جریر طبریؒ بسند روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے آخری دن لوگوں کے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے اہلِ مدینہ کو (اپنے اپنے گھروں کو) واپس ہو جانے کا حکم دیا۔ اور انہیں قسم دی۔

فَرَجَعُوْا اِلَّا الحسن ومحمد و ابن الزبیر وَاَشْبَاهٌ لَهُمْ فجلسوا بالباب عن امر آبائهم۔

مگر حضرت حسن بن علی، حضرت محمد بن طلحہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم اور ان جیسے حضرات واپس نہ گئے بلکہ اپنے اپنے آباء کے حکم سے دروازہ پر بیٹھ گئے[2]

(۲) امام ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ :-

باغیوں نے قصرِ خلافت کو احاطہ میں لے لیا اور بہت سے صحابہؓ اپنے اپنے گھروں میں

---

[1] "بدایہ و نہایہ" جلد ۷ صفحہ ۱۷۳/۱۷۴ [2] "طبری" جلد ۳ صفحہ ۴۱۷

بیٹھ گئے وَسَارَ اِلَیْہِ جَمَاعَۃٌ
مِنْ اَبْنَاءِ الصَّحَابَۃِ عَنْ اَمْرِ
اٰبَائِہِمْ مِنْھُمُ الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ
وَعَبْدُاللّٰہِ بْنُ زُبَیْرٍ وَکَانَ
اَمِیْرَ الدَّارِ وَعَبْدُاللّٰہِ بْنُ
عُمَرَ......
(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص۱۸۱)

اور اصحابِ رسول کے صاحبزادوں کی ایک جماعت اپنے آباء کے حکم سے آپ کے پاس پہنچی (مثلاً حضراتِ حسنین، حضرتِ عبداللہ بن زبیر اور آپ قصرِ خلافت میں موجود مجاہدین کے امیر تھے، وعبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم) بیرونی بلوائیوں کو آپ سے روکتے تھے اور ان پر تیر اندازی کرتے تھے تاکہ کوئی آپ تک نہ پہنچ سکے۔

(۳) امام ابن جریرؒ روایت کرتے ہیں کہ باغیوں نے (قصرِ خلافت کے) دروازہ پر تیر اندازی کی۔ انہیں حضرت حسن، ابن زبیر، محمد بن طلحہ وغیرہ ابناءِ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جو وہاں مقیم تھے روکا، اور لڑنا چاہا، مگر حضرت عثمانؓ نے انہیں اللہ کا واسطہ دے کر لڑنے سے روکا......
مصریوں نے قصرِ خلافت کے دروازہ کو آگ لگا دی، ڈیوڑھی گر پڑی، حضرت حسن، حضرت محمد بن طلحہ وغیرہ (رضی اللہ عنہم) رجز پڑھتے ہوئے باغیوں کے مقابلے میں نکلے، حضرت عثمانؓ نے ان کو حکم دیا کہ اپنے والد کے پاس چلے جائیں، مگر یہ حضرات نہ گئے۔ (طبری جلد ۳ ص۴۱۸ تا ۴۲۰ ملخصاً)

(۴) امام ابن سعد رحمہ اللہ بھی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ محاصرہ کے دوران حضرت عثمانؓ کے پاس حویلی کے اندر سات سو آدمی موجود تھے، اگر (امامؓ) انہیں اجازت دے دیتے تو وہ انہیں مار مار کر انشاء اللہ مدینہ سے نکال دیتے۔

مِنْھُمْ ابْنُ عُمَرَ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ
وَعَبْدُاللّٰہِ بْنُ زُبَیْرٍ[1]

ان میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت حسن بن علیؓ، اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی تھے۔

(۵) علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ:۔
حضرت علیؓ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے فرمایا تم دونوں اپنی اپنی تلوار لے کر جاؤ۔

حَتّٰی تَقُوْمَا عَلٰی بَابِ عُثْمَانَ فَلَا تَدَعَا
اَحَدًا یَصِلُ اِلَیْہِ......

اور حضرت عثمانؓ کے دروازہ پر کھڑے ہو جاؤ اور کسی کو ان تک نہ پہنچنے دو۔ اور حضرت زبیرؓ

---

[1] طبقات ابن سعدؒ جلد ۳ ص۷۰ تذکرہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

نے اپنے بیٹے کو اور حضرت طلحہؓ نے اپنے بیٹے کو بھیجا اور متعدد اصحابؓ رسولؐ نے اپنے اپنے بیٹوں کو بھیجا کہ وہ لوگوں کو حضرت عثمانؓ تک داخل ہونے سے روکیں ۔[۱]

علامہ بلاذری رحمہ اللہ نے بھی یہ روایت کی ہے (انساب الاشراف جلد ۵ ص ۶۹)

(۶) ابناءِ صحابہ خون میں نہا گئے

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ :۔ لوگوں (باغیوں) نے حضرت عثمانؓ پر تیر اندازی کی جس سے دروازہ پر موجود حضرت حسن اور حضرت محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہم خون میں رنگے گئے ،

حتی خضب الحسن بالدماء علی بابہ و خضب محمد بن طلحۃ وشج قنبر مولی علیؓ ، اور حضرت علیؓ کے غلام قنبرؒ کا سر پھٹ گیا ۔[۲]

امام محب الطبریؒ (م ۶۹۴ھ) نے بھی ابن السمانؒ کی الموافقۃ سے یہ روایت نقل کی ہے ۔ (ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ جلد ۲ ص ۱۲۵ ذکر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ)

(۷) علامہ بلاذری رحمہ اللہ (م ۲۷۹ھ) نے بھی یہ واقعہ ذکر کیا ہے ۔[۳]

(۸) امام المورخین امام ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں :۔

لوگوں نے حضرت عثمانؓ کی مدافعت میں مقابلہ کیا ، شدید مقابلہ ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کو بہت زیادہ زخم آئے وَکَذٰلِکَ جُرِحَ حسن بن علی و مروان بن الحکم[۴] اور اسی طرح حضرت حسن بن علی اور مروان بن حکم رضی اللہ عنہم بھی مجروح ہوئے ۔

(۹) ابن ابی الحدید تک ۔ مسلمان ائمہ و مورخین تو بجائے خود ، شیعی فاضل ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغۃ میں متعدد مقامات پر یہ مسئلہ ذکر کیا ہے ، مثلاً :۔

...... ومانعهم الحسن بن علي و عبد الله بن الزبير و محمد بن طلحة ......

اور ان (باغی غنڈوں) کو حضرت حسن بن علی اور عبداللہ بن زبیر اور طلحہ بن محمد رضی اللہ عنہم ... نے منع کیا ۔ حضرت عثمانؓ نے ان سب کو سختی سے روکا اور فرمایا تم میری امداد و نصرت سے آزاد ہو (چلے جاؤ) مگر ان سب نے حضرت عثمانؓ کی

---

[۱] "تاریخ الخلفاء" ذکر حضرت عثمانؓ فصل خلافت [۲] "رحماء بینہم" حصہ سوم ص ۱۶۲ [۳] "تاریخ الخلفاء" ذکر حضرت عثمانؓ [۴] "انساب الاشراف" بلاذری جلد ۵ ص ۶۹ "رحماء بینہم" حصہ سوم از حضرت مولانا محمد نافع مدظلہ ، استاذ جامعہ محمدی شریف ، ضلع جھنگ ص ۱۸۱ [۵] "البدایۃ والنہایۃ" جلد ۷ ص ۱۸۸

بات ماننے سے انکار کر دیا اور ان کے مکان سے واپس نہ ہوئے۔ (شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید جلد ۱ ص۱۹۷) ["رحماء بینہم" حصہ سوم ص۱۷۸]

(۱۰) حضرت علیؓ کا حضرات حسنینؓ کو مارنا اور......

جب سبائی غنڈوں نے حضرات حسن و محمد بن طلحہ (رضی اللہ عنہم) کو خون میں رنگین دیکھا تو ڈرے کہ یہ تو ہاشمی حضرات اور دوسرے قریش کے اشتعال کا موجب ہوگا، نیز ان شیروں سے دروازہ پر لڑ کر اندر جانا ممکن بھی نہ تھا، تو ان سفاک و خونخوار بھیڑیوں نے دروازہ چھوڑ دیا اور دیوار پھاند کر اندر گئے اور حضرت امام مظلوم رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا اور کسی کو خبر بھی نہ ہوئی۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ:۔

حضرت عثمانؓ کی زوجہ محترمہ نے مکان پر چڑھ کر لوگوں کو آواز دی کہ "امیر المومنین شہید کر دیئے گئے" اس پر لوگ آپ کے گھر میں داخل ہوئے تو آپ ذبح ہوئے پڑے تھے۔ یہ خبر حضرت علی، طلحہ، زبیر اور سعد (رضی اللہ عنہم) اور تمام اہل مدینہ کو پہنچی، سب بیتابانہ گھروں سے نکلے وَقَدْ ذَهَبَتْ عُقُوْلُهُمْ اور ان کے ہوش اڑ گئے، وہ سب (دوڑتے ہوئے) حضرت عثمانؓ (شہید) کے پاس آئے، آپ کو مقتول پایا اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن پڑھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں صاحبزادوں سے فرمایا:۔

كَيْفَ قُتِلَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْتُمَا عَلَى الْبَابِ؟ وَرَفَعَ يَدَهٗ فَلَطَمَ الْحَسَنَ وَضَرَبَ صَدْرَ الْحُسَيْنِ وَشَتَمَ مُحَمَّدَ بْنَ طَلْحَةَ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زُبَيْرٍ وَخَرَجَ وَهُوَ غَضْبَانُ حَتّٰى اَتٰى مَنْزِلَهٗ [۱]

جب تم دروازے پر متعین تھے تو امیر المومنین کس طرح قتل کر دیئے گئے؟ آپ نے حضرت حسن کو ایک طمانچہ اور حضرت حسین کے سینے پر مارا، حضرت محمد بن طلحہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر کو برا بھلا کہا (رضی اللہ عنہم) اور نہایت غضبناک ہو کر اپنے گھر واپس آئے۔

---

(۱) "تاریخ الخلفاء" مطبوعہ دہلی ص۱۱۳، تذکرہ حضرت عثمان فصل فی خلافتہ بحوالہ ابن عساکرؒ۔

(۲) علامہ بلاذری رحمہ اللہ نے بھی بلفظہٖ یہ واقعہ ذکر کیا ہے "انساب الاشراف" بلاذریؒ جلد ۵ ص۶۹ طبع یروشلم) "رحماء بینہم" حصہ سوم ص۱۸۱ (۳) امام محب الطبری رحمہ اللہ نے بھی یہ واقعہ ابن السمانؒ کی کتاب الموافقہ سے نقل کیا ہے (ریاض النضرۃ جلد ۲ ص۱۲۶)

جواب ۱ | **شہادتِ امامؓ پر تاثرات!** حضرت امام مظلومؓ کی اس دردناک و درد انگیز شہادت سے پوری ملتِ اسلامیہ متاثر ہوئی خصوصاً حضراتِ صحابہ کرام کے قلوب کے ساتھ اذہان بھی معلول و متاثر ہوئے۔ سیدنا حضرت علی، سیدنا حضرت طلحہ اور سیدنا حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کے تو ہوش اڑ گئے، ہم ذیل میں صرف حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کے تاثرات نقل کرتے ہیں:۔

حضرت طلحہؓ | امام المؤرخین ابن جریر طبری رح رقمطراز ہیں:۔

(۱) جب حضرت طلحہؓ کو (امام مظلومؓ کی شہادت کی) خبر ملی تو فرمایا:۔ رَحِمَ اللّٰهُ عُثْمَانَ وَانْتَصَرَ لَهٗ وَلِلْإِسْلَامِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ حضرت عثمانؓ پر رحمت فرمائے، اور (قاتلین سے) آپ کا انتقام لے اور اسلام کی طرف سے بدلا لے تَبًّا لَّهُمْ انکی بربادی ہو۔[۱]

(۲) حضرتِ طلحہؓ نے آپ کی شہادت پر فرمایا اللّٰهمّ لا اعلم عثمان الا مظلوماً اخرجه الدار قطنی۔ ("ریاض النضرۃ" جلد ۲ صفحہ ۱۵۸)

حضرت زبیرؓ | جب حضرت زبیرؓ کو شہادت کی خبر ملی تو فرمایا:۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ، رَحِمَ اللّٰهُ عُثْمَانَ وَانْتَصَرَ لَهٗ پھر قاتلین ملعونین کے متعلق فرمایا تَبًّا لَّهُمْ کہ وہ ہلاک و برباد ہوں۔

جواب ۲ | **امام مظلومؓ کے جنازہ میں شرکت**

(۱) مؤرخِ شہیر امام ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:۔ مغرب اور عشاء کے درمیان صحابہؓ کی قلیل جماعت آپ کا جنازہ لے کر چلی، جس میں حکیم بن حزام، ابوالجہم جبیر بن مطعم، زید بن ثابت، کعب بن مالک، طلحہ، زبیر اور علی ابن ابی طالب وغیرہ رضی اللہ عنہم، شامل تھے۔ ("البدایۃ والنہایۃ" جلد ۷ صفحہ ۱۹۱)

(۲) جب رات کا کافی حصہ گذر گیا تو حضرت زید بن ثابت، حضرت طلحہ، حضرت علی، حضرت حسن، حضرت کعب بن مالک وغیرہم (رضی اللہ عنہم) حضرت عثمانؓ کے گھر آئے، جنازہ اٹھایا۔ اور حش کوکب متصل بقیع میں دفن کر دیا۔
(طبری جلد ۳ صفحہ ۴۴۲)

---

[۱] "طبری" جلد ۳ صفحہ ۴۲۲ [۲] ایضاً صفحہ ۴۲۲ و "البدایۃ والنہایۃ" جلد ۷ صفحہ ۱۸۹

(۳) قِيْلَ شَهِدَ جِنَازَتَهٗ عَلِيٌّ وَطَلْحَةُ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَكَعْبُ بْنُ مَالِكٍ رض وَغَيْرُهُم[۱]
کہا گیا ہے کہ امامِ مظلوم رض کے جنازہ میں حضرت علی رض، طلحہ رض، زید رض بن ثابت وغیرہم شامل ہوئے۔
(۴) علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ بحوالہ ابنِ عساکر رح رقمطراز ہیں۔ حضرت قتادہ رح (برگزیدہ تابعی) کا قول ہے کہ:-

صَلّٰى عَلَيْهِ الزُّبَيْرُ وَدَفَنَهٗ وَكَانَ أَوْصٰى بِذٰلِكَ إِلَيْهِ۔ | حضرت عثمان رض کی وصیت کے مطابق ان کی نمازِ جنازہ حضرت زبیر رض نے پڑھائی اور انہیں دفن کر دیا۔[۲]

(۵) حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے بھی مسندِ احمد میں ایسا ہی ذکر کیا ہے کہ صَلّٰى عَلَيْهِ الزُّبَيْرُ رض
حضرت عثمان رض کی نمازِ جنازہ حضرت زبیر رض نے پڑھائی ہے۔
(۶) ابنِ ابی الحدید شیعی نے بھی لکھا ہے کہ:- حضرت عثمان رض کے چند گھر والے ان کو (دفن کرنے کے لیے) گھر سے باہر لائے وَمَعَهُمُ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ وَابْنُ الزُّبَيْرِ وَأَبُوْ جَهْمٍ
اور ان کے ساتھ حضرت حسن، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت ابوجہم وغیرہ (رضی اللہ عنہم) تھے، مغرب اور عشاء کے درمیان حش کوکب میں جو مدینہ کے باغوں میں سے ایک باغ تھا، حضرتِ عثمان رض پر نمازِ جنازہ پڑھی ہے۔[۳]

ایک بات اور! اب صرف ایک بات اور سن لیجیے کہ حضرت طلحہ اور امامِ مظلوم رضی اللہ عنہما کے تعلقات نہ صرف دوستانہ، مخلصانہ بلکہ برادرانہ تھے۔ ایک دفعہ آپ نے حضرت عثمان رض سے ۵۰ ہزار قرض لیے جب واپس دینے لگے تو حضرت عثمان رض یہ کہتے ہوئے لینے سے انکار کر دیا کہ یَا اَبَا مُحَمَّدْ! وہ آپ کے ہیں آپ کی مروّت پر بطور اعانت۔ (طبری رح جلد ۳ صـ ۴۳۳)

خلاصہ اب سارے حالات کا خلاصہ ملاحظہ ہو کہ:-
(۱) امامِ مظلوم اور حضرات طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم کے تعلقات برادرانہ تھے۔
(۲) امامِ مظلوم رض کا جب سبائی غنڈوں نے محاصرہ کر لیا، تو دونوں حضرات کے صاحبزادے

---

[۱] کتاب التمہید والبیان مطبوعہ بیروت صـ ۱۳۲۔ کامل ابنِ اثیر جلد ۳ صـ ۹۱۔ ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۱۰۵۳
(ترجمہ کنیمہ از مولانا محمد نافع مدظلہ، حصہ سوم صـ ۱۹۲ ۲ تاریخ الخلفاء صـ ۱۱۵۔ ذکر حضرت عثمان رض فصل فی خلافتہ ۳
[۳] کتاب التمہید والبیان صـ ۲۲۳ مطبوعہ بیروت (ترجمہ کنیمہ) حصہ سوم صـ ۱۹۲ ۴ شرح نہج البلاغہ جلد ۱ صـ ۹۷ طبع قدیم ایرانی (رحماء بینہم۔ حصہ سوم صـ ۱۹۲)

حضرت محمد بن طلحہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم اپنے اپنے باپ کے حکم سے حضرت امامؓ کی حفاظت پر مامور اور ان کی مدافعت میں بلوائیوں سے لڑتے رہے، حتیٰ کہ دونوں خون میں نہا گئے۔ اس سلسلہ میں مسلمانوں کے ساتھ شیعی روایت کل دس روایات بحوالہ اوپر عرض کی جا چکی ہیں۔

(۳) یہ بات صحیح روایات سے ثابت ہو چکی ہے کہ بوقتِ شہادت دونوں حضراتؓ کے صاحبزادےؓ، حضرات حسنینؓ کے ساتھ قصرِ خلافت کے دروازہ پر پہرہ دے رہے تھے۔

(۴) جب حضرت امامؓ کی شہادت کی اطلاع ان دونوں حضرات کو ہوئی تو ان کے ہوش اُڑ گئے، دونوں نے امام شہید کے لیے رحمت کی دعا کی اور اللہ سے دعا کی کہ قاتلین ملعونین سے انتقام اور بدلہ لے، نیز بد دعا کی اللہ ان کو برباد و ہلاک کرے (چنانچہ وہ کتوں کی موت مرے)

(۵) پوری نصف درجن روایات جن میں شیعی روایت بھی شامل ہے، اوپر گذر چکی ہیں کہ سنگین حالات میں امام مظلومؓ کا جنازہ شب کی خاموشی میں اٹھایا گیا تو یہ دونوں حضرات موجود تھے۔ حتیٰ کہ صحیح روایت کے مطابق نماز جنازہ حضرت زبیرؓ نے پڑھائی کیونکہ حضرت امام شہید اس کی وصیت فرما گئے تھے۔ رضی اللہ عنہ وعنہم

(۶) پھر قاتلینِ عثمانؓ سے قصاص کا مطالبہ کرنے والوں میں بھی دونوں حضرات سرفہرست تھے، اسی سوال پر ان کا حضرت علیؓ سے اختلاف ہوا اور اسی عنوان پر جنگِ جمل برپا ہوئی جس میں دونوں حضرات نے جام شہادت نوش فرمایا۔ رضی اللہ عنہم

حالات وواقعات کی تصویر

آئیے! حالات و واقعات کی روشنی میں جو تصویر بنتی ہے ذرا اسے دیکھ لیجیے!

(۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ کے انتخاب کے لیے جن چھ حضرات کا تقرر و تعین فرمایا تھا اس میں حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم دونوں شامل تھے، دونوں نے بطیبِ خاطر حضرت عثمانؓ کو خلیفہ بنایا اور سب سے پہلے ان کی بیعت کی۔

(۲) باہمی تعلقات پہلے بھی اچھے تھے پھر تو اور بھی اچھے ہو گئے۔ حضرتِ امامؓ نے دوسرے صحابۂ کرامؓ کی طرح انہیں بھی گرانقدر عطیات دیئے بلکہ ذاتی طور پر بھاری رقم قرض دی جو واپس لینے سے انکار کر دیا۔

(۳) باہم اعتماد و خلوص، محبت و اخوت، احسان و مروّت کی اس خوشگوار فضا اور

ھٹنڈے ماحول میں اچانک امام مظلومؓ کے خلاف فتنہ اٹھتا ہے تو تاریخی حقائق یہ ہیں کہ یہ دونوں حضرات حضرت امام مظلومؓ کے ساتھ اور بلوائیوں کے مخالف تھے۔ سبائی ملعونوں کو قتل کر دینے کا حضرت امامؓ کو باصرار مشورہ دیتے رہے، بلوائی ملعونوں کو برملا بالمشافہ بارشادِ رسالتؐ ملعون کہتے رہے۔

(۴) محاصرہ کے دوران دونوں حضرات نے اپنے اپنے نبیرِدل صاحبزادوں کو حضرت امامؓ کی حفاظت اور خون آشام غنڈوں کی مدافعت و مزاحمت پر مقرر کر دیا۔ چنانچہ دونوں حضرات کے بہادر صاحبزادے سبائی غنڈوں کے ساتھ لڑائی میں خون میں نہا گئے، اور شہادت کے وقت برابر قصرِ خلافت کے دروازہ پر موجود رہے، شہادت کے بعد سیدنا حضرت علیؓ آئے تو جہاں انہوں نے اپنے صاحبزادوں کو مارا وہاں ان حضرات کے صاحبزادوں حضرت محمد بن طلحہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو ڈانٹ ڈپٹ کی اور سخت سُست کہا۔

(۵) حضرت امامؓ کی دردناک شہادت پر دونوں حضرات نے انتہائی حزن و ملال کا اظہار فرمایا، حضرت امامؓ کے لیے رحمت کی دعا کی اور قاتل ملعونوں پر لعنت کی اور ان کے لیے بارگاہِ ربّ العزت میں انتقام و ہلاکت کی دعا کی۔

(۶) پھر انتہائی سنگین ماحول میں صرف گنتی کے چند حضرات کے ساتھ نمازِ جنازہ میں شرکت کی، بلکہ صحیح روایت کے مطابق جنازہ خود پڑھایا اور پھر امام مظلومؓ کو رات کی تاریکی میں جنت البقیع سے متصل حش کوکب میں دفن کیا۔

(۷) پھر قاتلینِ ملعونین سے قصاص کا مطالبہ کرنے والوں میں سب سے پیش پیش یہی اساطینِ امت ہیں، اسی مسئلہ پر گڑبڑ چھڑا، اور جنگِ جمل سبائیہ نے برپا کی تو دونوں حضرات نے اسی معرکہ میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ اور امام مظلومؓ کی دردناک شہادت کے درد و کرب اور اس کی خلش اور تڑپ سے نجات پائی۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

کیا ان حقائق و واقعات کے بعد بھی کوئی صحیح الخیال انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ "یہ دونوں حضرات حضرت عثمانؓ کے قتل میں پیش پیش تھے"۔

("مناظرہ بغداد" ص۱۷)

یا اگر کہہ سکتا تو وہی کور چشم! جس کی آنکھیں یارانِ رسول رضی اللہ عنہم کے بغض سے اندھی ہو چکی ہوں یا ان پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے تعصب کی پٹی بندھی ہوئی ہو، جب تک انسان عقل و خرد سے بالکل بے بہرہ اور ہوش و حواس کا یکسر دشمن نہ بن جائے تب تک وہ اس منطق کو "گوزِ شتر" یا بھنگ کی ترنگ میں ننگ دھڑنگ ملنگ کی ہفوات و خرافات سے زیادہ اہمیت نہیں دے سکتا۔

ایک حقیقت | درحقیقت سبائیانِ عصرِ حاضر اکابر اصحابِ رسول کو قتلِ امام رضی اللہ عنہ سے ملوث کر کے سبائی ملعونوں کو بچانے کی مردود و نابکار کوشش کرتے ہیں، مگر کہیں "گوزِ شتر" سے بھی حقائق پر پردہ ڈالا جا سکتا ہے؟

۹
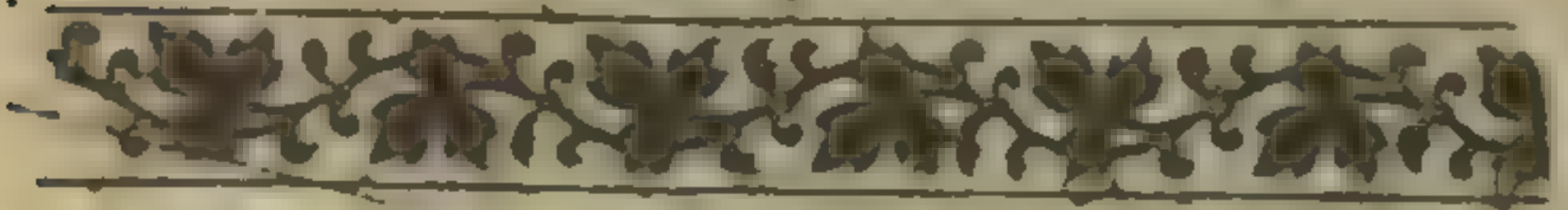
سیدنا حضرت معاویہؓ کی شان میں
یاوہ گوئی و ہرزہ سرائی

سب ۱ مترجم ملعون لکھتا ہے :۔ معاویہ (رض) نے حضرت عائشہ (رض) زوجہ رسول کو قتل کیا تاریخ حبیب السیر میں ہے کہ ۵۶ھ ہجری میں (حضرت) معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے اپنے بیٹے یزید کی اہلِ مدینہ سے بیعت لی۔ تو (حضرت) عائشہ (رض) نے اس پر شدید ردِ عمل کا اظہار کیا تو (حضرت) معاویہ (رض) نے اس کے سدِ باب کے لیے (حضرت) عائشہ (رض) کو دعوت پر بلایا۔ پس ایک کنواں کھود کر اس میں چونا ڈال دیا اور کنوئیں کے منہ پر خس و خاشاک ڈال کر اوپر چٹائی یا کپڑا بچھا کر اوپر کرسی رکھ دی۔ اور اسی جگہ جناب عائشہ (رض) کے لئے کھانا رکھا گیا۔ پس جونہی وہ دعوت پر تشریف لائیں اور کرسی پر بیٹھیں تو کنوئیں میں گر گئیں۔ پس (حضرت) معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے اسے بھروا دیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ آج تک (حضرت) عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی قبر کا کوئی سراغ نہیں مل سکا۔ ("مناظرہ بغداد" حاشیہ ص ۵۷)۔

جواب ۱ اصحابِ رسولؐ سے بغض و عناد ایک ایسا عذاب ہے جو دشمنِ صحابہ کو کسی کروٹ چین نہیں لینے دیتا۔ کبھی یہ امام مظلوم سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور حضرت حبیبۂ حبیبِ خدا، مبرّأۃ من السماء حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی آتشِ عناد میں جلتا رہتا ہے تو کبھی خال المسلمین امیر المؤمنین سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بغض کی آگ میں! ۔۔۔ پھر کبھی یہ کتاب اللہ اور احادیث صحیحہ کی نصوصِ صریحہ کے خلاف، تاریخی ہفوات و خرافات کا سہارا لیتا ہے اور کبھی اپنے من اور نفسِ خبیثہ سے تاریخی انداز کی ہزلیات خود گھڑتا ہے۔ جن میں سے ایک "گھڑتو" یہ ہے کہ حضرت اہلِ بیتِ رسول ام المؤمنین صدیقہ طاہرہؓ کا قاتل حضرت معاویہؓ ہے (رضی اللہ عنہ وعنہم)۔ حالانکہ تاریخی روایات سے متواتر ثابت ہے کہ حبیبۂ حبیبِ خدا رضی اللہ عنہا نے اپنی طبعی موت سے وفات پائی۔ ان متواتر تاریخی روایات کا خلاصہ ملاحظہ ہو:

مؤرخِ اسلام علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق تالیف "سیرت عائشہؓ" میں بڑی سائز کے دو سے زائد صفحات پر اہلِ بیتِ رسول رضی اللہ عنہا کی وفات کا حال لکھا ہے، رقم فرماتے ہیں :۔

۱۔ [ان کی عمر سڑسٹھ برس کی تھی، ۵۸ھ میں رمضان کے مہینہ میں بیمار پڑیں چند روز تک علیل رہیں کوئی خیریت پوچھتا تو فرماتیں اچھی ہوں۔ جو لوگ عیادت کو آتے، بشارت دیتے، فرماتیں اے کاش میں

پتھر ہوتی، اے کاش میں کسی جنگل کی جڑی بوٹی ہوتی۔ حضرت ابن عباسؓ نے اجازت چاہی تو حضرت عائشہؓ کو تامل ہوا کہ وہ آکر تعریف نہ کرنے لگیں، بھانجوں نے سفارش کی تو اجازت دی، حضرت ابن عباسؓ نے کہا آپ کا نام ازل سے ام المؤمنین تھا، آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے محبوب بیوی تھیں۔ آپؓ کی شان میں قرآن کی آیتیں نازل ہوئیں جو اب ہر محراب و مسجد میں شب و روز پڑھی جاتی ہیں۔ فرمایا ابن عباسؓ! مجھے اپنی اس تعریف سے معاف رکھو، مجھے یہ پسند تھا کہ میں معدوم محض ہوتی ------ ۵۸ھ ہجری تھا اور رمضان کی سترہ تاریخ مطابق ۱۳ ارجون ۶۷۸ء تھی کہ نماز وتر کے بعد وفات پائی۔ جنازہ میں اتنا ہجوم تھا کہ لوگوں کا بیان ہے کہ رات کے وقت اتنا مجمع کبھی نہیں دیکھا گیا، عورتوں کا اژدحام دیکھ کر روز عید کے ہجوم کا دھوکا ہوتا تھا۔ حضرت ام سلمہؓ نوحہ اور ماتم سن کر بولیں عائشہؓ کے لئے جنت واجب ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پیاری بیوی تھیں۔ یہ حاکم کی روایت ہے۔ مسند طیالسی میں ہے کہ انہوں نے کہا "خدا ان پر رحمت فرمائے کہ اپنے باپ کے سوا وہ آپؐ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔"

حضرت ابوہریرہؓ ان دنوں مدینہ کے قائم مقام حاکم تھے انہوں نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ، عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی بکرؓ، عبداللہ بن عتیق، عروہ بن زبیرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ بھتیجوں اور بھانجوں نے قبر میں اتارا۔ اور حسب وصیت جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ مدینہ میں قیامت برپا تھی کہ آج حرم نبوت کی ایک اور شمع بجھ گئی۔[1]

۲ - حضرت سید سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مندرجہ بالا سطور حدیث و سیرت و تاریخ کی امہات کتب صحیح بخاری، مسند احمد، موطا امام محمد، طبقات ابن سعد، مستدرک حاکم، مسند ابوداؤد طیالسی سے بحوالہ ماخوذ ہیں۔

۳ - طبقات ابن سعد میں حضرت ام المؤمنینؓ کی وفات سے متعلق دو درجن روایات ہیں جن میں حضرت سید صاحبؒ کا مندرجہ بالا تقریباً سارا مضمون موجود ہے (طبقات جلد ۸ ص ۵۴ تا ۸)

حیرت و استعجاب کا مقام ہے کہ حبیبۂ حبیبِ خدا مُبَرَّأَةٌ مِّنَ السَّمَاءِ اہل بیت رسول حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی طبعی موت اور دفن و قبر کا انکار کیا جاتا ہے اور آپؓ کے قتل کا واقعہ گھڑ کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو موردِ الزام ٹھہرایا جاتا ہے۔ یہ کتنی بڑی ڈھٹائی بلکہ بے حیائی ہے۔ حالانکہ اس موضوع پر حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حالات جس تفصیل کے ساتھ حدیث، سیرت، طبقات

---

[1] "سیرت عائشہؓ" مطبوعہ اعظم گڑھ۔ ص ۱۴۴ تا ۱۴۶ ملخصاً بالفاظہ

اور تاریخ کی قدیم و شہیر بلکہ اقدم و اشہر کتابوں میں محفوظ و موجود ہیں، شاید اور کسی کی وفات و دفن و قبر کے حالات محفوظ نہ ہوں۔ رضی اللہ عنہا و عنہم۔

جواب ۲ "آج تک (حضرت) عائشہ (رض) کی قبر کا کوئی سراغ نہیں مل سکا" (مناظرہ ص ۵)۔ یہ بھی خوب کہی، میں کہتا ہوں قبر تو وفات کے بعد کی چیز ہے، تمہیں اپنے "زندہ امام" امام غائب کا آج تک کہیں سراغ ملا ہے؟ جو ۲۶۰ھ ہجری سے گم ہیں، قریباً ساڑھے گیارہ سو سال سے جو زندہ کا سراغ نہ پا سکے وہ اندھے وفات یافتہ ناموسِ رسول کی قبرِ اقدس کا کیا سراغ پائیں گے؟ ورنہ آنکھوں والی دنیا کو تو معلوم ہے کہ اہلِ بیتِ رسول کا مزارِ اقدس جنت البقیع میں موجود ہے۔ رضی اللہ عنہا و عنہم اجمعین۔

ان مسلمہ و متفقہ حقائق کے یکسر خلاف سبائیہ کی اس بکواس اور روافض کے اس کمینہ افتراء و بہتان کے بعد کسی صاحبِ عقل و دانش کو اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں رہے گا کہ ان سبائی ملعونوں کا خمیر بغض و عداوتِ صحابہؓ سے اٹھایا گیا ہے۔ لعنہم اللہ!

۱۰

حضرت خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ

کے خلاف خرافات وہزلیات !

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اسلام میں عظیم مقام اور اصحابؓ رسولؐ میں خاص مرتبہ حاصل ہے۔ اس لئے دشمنانِ صحابہ سبائیہ وروافض نے انہیں بھی ہدفِ مطاعن ونشانۂ جور وجفا بنایا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

سب وطعن نمبر ۱ — مترجم ملعون اس بحث کی سُرخی لگاتا ہے۔
خالد بن ولید زانی تھا اور مالک بن نویرہ کا قاتل !

اور مناظر ملعون نے بادشاہ کو جواب دیا" حضور والا ! رسول اللہ کا ایک جلیل القدر صحابی تھا جس کا نام مالک بن نویرہ تھا۔ حضورؐ نے اس کو جنت کی بشارت بھی دی تھی۔ ابوبکر (رض) نے اقتدار سنبھالنے کے بعد خالد بن ولید کو بھیجا کہ مالک اور اس کی قوم کو قتل کر دے ...... خالد رضی اللہ عنہ نے ان پر ہمانک حملہ کر کے ان کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ اور جب خالد (رض) نے مالک کی بیوی کو دیکھا تو وہ ہر نکہ حسینہ تھی لہٰذا اسی رات اس کے ساتھ زنا کیا۔ (مناظرۂ بغداد، ص ۹۹)

جواب نمبر ۱ — منافقینِ امت سبائیہ کے کرتوت ملاحظہ ہوں کہ عظیم صحابہ کرامؓ کو تو نشانہ سب ودشتم بناتے ہیں اور مرتدین ومنافقین کو جلیل القدر صحابی بتلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضورؐ نے اس کو جنت کی بشارت بھی دی تھی۔ ہم چیلنج کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی کسی معتبر کتاب سے ثابت کیا جائے کہ حضورؐ نے خاص طور پر اس کو جنت کی بشارت دی تھی۔ یہ تم سو مرتبہ مر کر جینے کے بعد بھی ثابت نہیں کر سکتے فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ.......

جواب نمبر ۲ — حضرت خلیفۃؓ الرسولؐ نے مقام ذی القصہ میں گیارہ جھنڈے تیار کئے اور گیارہ تجربہ کار مجاہدین صحابہؓ کو ایک ایک جھنڈا دے کر مرتدین سے پیکار وقتال کے لئے روانہ کیا اور خود حضرات صحابہ کرام خصوصاً حضرت علی رضی اللہ عنہم کے اصرار پر مدینہ منورہ واپس ہوئے۔ ان گیارہ جھنڈوں میں سے پہلا جھنڈا حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو دیا۔ قَطَعَ اَبُوْبَکْرٍ الْبُعُوْثَ وَعَقَدَ الْاَلْوِیَۃَ فَعَقَدَ اِحْدٰی عَشَرَ لِوَاءً عَقَدَ لِخَالِدِ بْنِ الْوَلِیْدِ وَاَمَرَہٗ بِطُلَیْحَۃَ بْنِ خُوَیْلِدٍ فَاِذَا فَرَغَ سَارَ اِلٰی مَالِکِ بْنِ نُوَیْرَۃَ بِالْبُطَاحِ

حضرت خالدؓ کو ایک جھنڈا باندھ کر دیا اور اسے حکم دیا کہ پہلے طلیحہ (مدعی نبوت) کا خاتمہ کرے

(طبری جلد ۲ صفحہ ۲۴۸) | مالک بن نویرہ کی طرف بطاح جائے۔

پھر امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی یہی لکھا ہے (البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۳۱۵ مطبوعہ مصر) اس روایت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ مالک بن نویرہ جسے ملعون [illegible] جلیل القدر صحابی بنا رہا ہے، مرتد ہو چکا تھا جبھی تو خلیفۃ الرسول رضی اللہ عنہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو طلیحہ مدعی نبوت مرتد کے بعد اس کی سرکوبی کا حکم دیتے ہیں۔

جواب ۲

خاتم المفسرین والمحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) رقم فرماتے ہیں :-

باید دانست کہ خالد رضی اللہ عنہ بعد فراغ از مہم طلیحہ بن خویلد اسدی متنبی بنواحی بطاح توجہ نمودہ سرایا باطراف وجوانب فرستاد ..... سریہ مالک بن نویرہ را کہ بامر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ریاست بطاح وخدمت اخذ صدقات سکان آں نواح بوے تعلق داشت گرفتہ پیش خالد آوردند ..... ایں قدر خود بشہادت مردم گرد و نواح بثبوت رسیدہ بود کہ ہنگام استماع خبر قیامت اثر وفات جناب پیغمبر آخرالزماں خانہ ایں مالک بن نویرہ حنابندی ودف نوازی و دیگر لوازم فرحت وشادی بجا آوردہ، شماتت اہل اسلام نمودہ بودند۔[1]

جاننا چاہیئے کہ (حضرت) خالد رضی اللہ عنہ نے طلیحہ بن خویلد اسدی مدعی نبوت کی مہم سے فارغ ہو کر بطاح کی طرف توجہ کی اور (بطاح کو خالی پاکر) اس کے گرد و نواح میں لشکر کے دستے بھیج دیئے ... ایک دستے نے مالک بن نویرہ کو جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطاح کی امارت اور اس نواح کے لوگوں سے صدقات وصول کرنے پر مامور فرمایا تھا گرفتار کر کے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پیش کیا ..... گرد و نواح کے لوگوں سے یہ شہادت مل چکی تھی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر قیامت اثر سن کر مالک بن نویرہ نے اپنے گھر میں حنابندی اور دف بجانے وغیرہ مراسم فرحت وشادی کا اہتمام کیا تھا۔

کیا ان تصریحات وحقائق کے بعد بھی مالک بن نویرہ کے مرتد ہونے میں کوئی شبہ باقی رہ گیا ہے اور اس ارتداد کے بعد بھی وہ واجب القتل نہیں ہے؟

جواب ۳

۱۔ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں :-

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک بن نویرہ کو اس کی قوم کے صدقات پر عامل مقرر فرمایا تھا (یعنی یہ اپنی قوم کے صدقات جمع کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ جا کر

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۶۳، باب دہم، مطاعن ابوبکر رضی اللہ عنہ۔

پیش کرتا تھا، جب اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر پہنچی أَمْسَكَ الصَّدَقَةَ وَفَرَّقَهَا فِي قَوْمِهِ تو ان صدقات کو روک لیا اور ان جمع شدہ صدقات کو پھر اپنی قوم میں تقسیم کر دیا۔ اور ساتھ ہی (طبقہ اور ذو اشعار میں) کہا :-

میں نے (اپنی قوم سے) کہا کہ تم اپنے اموال بے خوف ہو کر (واپس) لے لو، اور یہ نہ دیکھو کہ کل کیا ہوگا۔ پھر اگر خوفناک امر کوئی قائم کر دے تو ہم اس کی مخالفت کریں گے اور کہہ دیں گے کہ دین وہی ہے جو محمدؐ کا دین ہے۔

اپنے ان اشعار میں امر المخوف (خوفناک امر) اس نے اسلامی حکومت اور خلافت کو کہا ہے اور اپنی قوم کو ہدایت کی ہے کہ وہ کسی صورت میں زکوٰۃ ادا نہ کرے، اور اگر اسلامی خلافت زکوٰۃ کی ادائیگی پر اصرار کرے تو یہ کہہ دیا جائے کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین پر ایمان لائے ہیں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے دین پر نہیں۔ (اصابہ جلد ۳ ص ۳۳۶ ذکر مالک بن نویرہ)

۲ - امام العصر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تو ارقام فرماتے ہیں کہ مالک بن نویرہ نے وفاتِ پیغمبرؐ کی خبر وحشت اثر سُن کر قوم سے لئے ہوئے صدقات واپس کر دیئے وگفت بارے از موت این شخص خلاص شدید[1] اور کہا خدا کرے اس شخص (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کی موت سے تمہیں نجات ملی ہے (العیاذ باللہ)

سوال یہ ہے کہ یہ کچھ کرنے اور کہنے کے بعد بھی یہ شخص جلیل القدر صحابی ہے؟ کیا معاذ اللہ اس ہفوات کے بعد ابھی یہ مسلمان ہے؟ سے

ہر گزم باور نمے آید ز روئے اعتقاد !
این ہمہ با گفتن و دینِ پیمبر داشتن !

جواب ۵

بنی تمیم کے قبائل کو قبائلِ عرب میں خاص مقام حاصل تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی تمیم کی مختلف شاخوں کے لئے مختلف امیر و عامل مقرر فرمائے تھے۔ مالک بن نویرہ بنی یربوع کا سردار تھا۔

ایامِ ارتداد میں بنو تمیم میں اختلافِ رائے پیدا ہو گیا۔ ان میں سے بعض مرتد ہو گئے اور مانعینِ زکوٰۃ میں سے ہو گئے، بعض نے زکوٰۃ کے اموال خلیفۃ الرسول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ باب دہم در مطاعن خلفائے ثلاثہؓ ص ۲۴۳ مطبوعہ مطبع نول کشور

میں روانہ کیے۔ بعضوں نے توقف کیا تاکہ صورتِ حال دیکھ لیں۔ مالک بن نویرہ اُن میں سے تھے جنہوں نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کیا۔

ان تینوں گروہوں میں اختلاف نے شدت اختیار کر لی کہ میں اس وقت سجاح لعینہ ان میں پہنچ گئی۔ سجاح بنت حارث، عراق کے علاقے جزیرہ میں بنی تغلب کے قبیلے سے تھی۔ یہ اصل میں بنی تمیم کی شاخ بنو یربوع سے تعلق رکھتی تھی۔ اس کی ننھیال عراق کے قبیلہ بنو تغلب میں تھی۔ اس کی شادی بنو تغلب میں ہوئی تھی اس لئے یہ وہاں رہتی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ بنو تغلب کے علاوہ دوسرے قبائل بھی اس پر ایمان لے آئے۔ اس نے ان قبیلوں سے ایک لشکر تیار کیا اور عراق سے عرب میں داخل ہوئی وہ سب سے پہلے اپنی قوم بنی تمیم میں پہنچی۔ اس کا ارادہ یہ تھا کہ یہاں سے بھی کچھ جمعیت فراہم کر کے انتغزوا بہم ابابکر[1] مدینہ پر چڑھائی کر کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے جنگ کرے۔ [بلادِ بنی تمیم میں پہنچ کر سجاح نے ان کو اپنی مہم کی دعوت دی۔ مالک بن نویرہ نے اس کی دعوت قبول کر لی اور اسے مشورہ دیا کہ (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فوجوں کا مقابلہ کرنے کی بجائے اپنے قبیلے کے مخالف عنصر (مسلمانوں) کا صفایا کرنا چاہیئے۔ سجاح نے اس رائے کو پسند کیا۔ سجاح نے بنو تمیم کے دوسرے سرداروں کو بھی دعوت دی جسے صرف وکیع نے قبول کیا۔ اب وکیع، مالک اور سجاح نے مل کر دوسرے لوگوں (یعنی بنو تمیم کے سچے مسلمان) پر حملہ کر دیا۔ شدید لڑائی ہوئی اور قتل عام ہوا۔ اور ایک ہی قبیلے کے لوگوں نے ایک دوسرے کو اسیر بنا لیا][2]

اب فرمائیے جو مالک مدعیۂ نبوت سجاح ملعونہ کی دعوت قبول کر کے اس کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے جنگ کرے اور انہیں محض اس جرم میں قتل کرے کہ تم نبی کریمؐ کی وفات پر ثابت قدم کیوں ہو؟ حضرت صدیق اکبر خلیفۃ الرسولؐ کو زکوٰۃ کیوں دیتے ہو؟ وہ ابھی تک مسلمان ہے؟ اور جلیل القدر صحابی؟ ؎

خونے نہ کردہ ایم و کسے را نہ کُشتہ ایم
جرم ہمیں کہ عاشقِ روئے تو گشتہ ایم

---

[1] طبری جلد ۲، ص ۴۹۶، "والبدایہ والنہایہ" جلد ۶، ص ۳۲۰۔

[2] طبری جلد ۲، ص ۴۹۶ تا ۴۹۸ ملخصاً "والبدایہ والنہایہ" جلد ۶، ص ۳۲۰۔

جواب ۶

۱ - ابن خلکان کی روایت ہے کہ جب (حضرت) خالدؓ نے مالک کو گفتگو کے لئے بلایا تو اس نے کہا "میں نماز پڑھنے کا اقرار تو کرتا ہوں لیکن زکوٰۃ دینے سے انکاری ہوں۔ خالدؓ نے فرمایا کیا تجھے معلوم نہیں کہ نماز اور زکوٰۃ ایک ساتھ قبول ہوتی ہیں؟ مالک نے کہا کیا آپ کے صاحب بھی یہی کہتے تھے؟ خالدؓ نے جواب دیا کیا تو انہیں اپنا صاحب خیال نہیں کرتا؟ اللہ کی قسم میں نے تیری گردن اڑانے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ مالک نے (پھر) کہا کیا تمہارے صاحب نے تمہیں یہی حکم دیا تھا؟ (حضرت) خالدؓ نے کہا اب تو میں تجھے ضرور قتل کروں گا، یہ کہہ کر آپ نے اپنے آدمیوں کو اس کی گردن مارنے کا حکم دے دیا۔[1]

۲ - امام المؤرخین ابن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ) اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت خالدؓ مالک کے قتل کی یہ وجہ پیش کرتے تھے کہ جب اس کے ساتھ بات چیت ہوئی تو وہ کہتا تھا ما اخال صاحبکم الا وقد کان یقول کذا وکذا۔ حضرت خالدؓ نے اس پر اسے فرمایا او ما تعدہ لک صاحبا یعنی کیا تو آپؐ کو اپنا صاحب نہیں سمجھتا؟ پھر اس کی اور اس کے ساتھیوں کی گردن ماردی گئی۔ (طبری جلد ثانی، ص ۵۰۴ ذکر البطاح)

۳ - الامام الحافظ المفسر المؤرخ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۷۴ھ) رقمطراز ہیں:

جب سجاح جزیرہ (عراق) سے آئی تو مالک بن نویرہ اس کا ساتھی بن گیا۔ جب اس کا جوڑ مسیلمہ کے ساتھ ہو گیا لعنہما اللہ۔ اور وہ اپنے وطن واپس چلی گئی تو نویرہ اپنے کرتوتوں پر نادم ہوا اور اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا، وہ بطاح میں رہتا تھا۔ حضرت خالدؓ نے اپنے لشکر کے ساتھ بطاح کی طرف کوچ کا ارادہ کیا۔ جب وہ بطاح پہنچا تو اس نے فوج کے دستے بطاح کے نواح میں پھیلا دیئے جو لوگوں کو اسلام کی طرف بلاتے تھے۔

فَاسْتَقْبَلَهٗ اُمَرَاءُ بَنِیْ تَمِیْمٍ بِالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَبَذَلُوا الزَّكٰوةَ اِلَّا مَالِكَ بْنَ نُوَیْرَةَ فَاِنَّهٗ مُتَحَیِّرٌ فِیْ اَمْرِهٖ مُتَنَحٍّ عَنِ النَّاسِ	بنی تمیم کے سب امراء و عمال نے سمع و طاعت کے ساتھ استقبال کیا اور زکوٰۃ پیش کر دی مگر مالک بن نویرہ ... اس نے نہ اطاعت قبول کی نہ زکوٰۃ پیش کی، وہ اپنے بارے میں حیران تھا اور (اپنے قبیلوں کے) لوگوں سے علیحدہ رہ گیا..........

---

[1] ابوبکرؓ سیرت حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ از محمد حسین ہیکل سابق وزیر معارف حکومت مصر، ص ۲۰۷۔

حضرت خالدؓ نے مالک کو بلا کر سجاح کی متابعت اور زکوٰۃ کے انکار پر تنبیہ کی اور فرمایا کیا تو نہیں جانتا کہ زکوٰۃ، نماز کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ اُس (مالک) نے کہا:- اِنَّ صَاحِبَکُمْ کَانَ یَزْعَمُ ذٰلِکَ یعنی بے شک آپ کے صاحب کا یہی خیال تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا اَھُوَ صَاحِبُنَا وَلَیْسَ بِصَاحِبِکَ کیا آپؐ ہمارے صاحب ہیں اور تیرے صاحب نہیں؟ پس اس کی گردن ماری گئی۔[1]

۴۔ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۲ھ) یوں رقم طراز ہیں کہ:-

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ میں نے صرف اس لئے مالک کے قتل کا حکم دیا:-

لِاَنَّہٗ کَانَ اِذَا ذُکِرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ (مَاخَالَ صَاحِبُکُمْ اِلَّا قَالَ کَذَا وَکَذَا) فَقَالَ لَہٗ اَوَ مَا تَعُدُّہٗ لَکَ صَاحِبًا[2]	کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوتا تھا تو وہ کہتا تھا (مَاخَالَ صَاحِبُکُمْ اِلَّا قَالَ کَذَا وَکَذَا) تو میں نے اسے کہا کیا تو حضورؐ کو اپنا نہیں سمجھتا؟

اجلّہ مؤرخینِ اسلام اور علماء دین کی ان تصریحات کا خلاصہ یہ ہے کہ مالک بن نویرہ نے دوسرے وجوہِ کفر اور ارتداد کے ساتھ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے سامنے گفتگو میں بار بار نبیِ کریمؐ کو مسلمانوں کا صاحب کہا اور اپنا صاحب نہ کہا اور یہ اس زمانے میں کفار و مرتدین کا شیوہ تھا تو غیرتِ مجسم سیف اللہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن مارنے کا حکم دے دیا۔

ائمہ دین مالک کو مرتد سمجھتے ہیں مسلمان نہیں سمجھتے۔ چنانچہ امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات میں علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے استیعاب میں، علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے صفۃ الصفوہ میں حضراتِ صحابہ کرامؓ کے تذکرہ میں اس کا نام تک نہیں لیا بلکہ علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے صراحت سے اسے مرتدین میں شمار کیا ہے۔ حضرت خالدؓ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اسے لشکر کا امیر بنایا، اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھ پر یمامہ وغیرہ فتح کرائے وَقُتِلَ عَلٰی یَدَیْہِ اَکْثَرُ اَھْلِ الرِّدَّۃِ مِنْھُمْ مُسَیْلِمَۃُ وَمَالِکُ بْنُ نُوَیْرَۃَ۔ (استیعاب تذکرہ حضرت خالد بن ولید) یعنی اس کے ہاتھ پر اکثر مرتدین قتل ہوئے ان میں سے مسیلمہ اور مالک بن نویرہ ہیں۔

۵۔ امام العصر حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:-

اتفاقاً مالک بحضور خالدؓ در مقامِ سوال و جواب درحقِ جنابِ پیغمبرؐ ایں کلمہ گفت (قَالَ رَجُلُکُمْ اَوْ)	اتفاق سے مالک نے حضرتِ خالدؓ کے سامنے سوال و جواب کے دوران پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ کہا کہ

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۶، ص ۳۲۱/۳۲۲ فصل فی خبر مالک بن نویرہ۔ [2] اصابہ، جلد ثالث ص ۳۳۷

صاحبکم کذا) ترجمہ گفتہ است مرد شما یا صاحب شما.
ایں چنیں، وایں اضافت بسوئے اہل اسلام نہ بخود، شیوۂ کفار و مرتدانِ آں زمان بود، بحضور خالد ایں اہا ارتداد از وے صادر شد خالدؓ حکم فرمود کہ اورا بقتل رسانند لہ ۔

تمہارے مرد یا تمہارے صاحب نے اس طرح فرمایا۔ حضورؐ کی اضافت اپنی طرف نہ بلکہ مسلمانوں کی طرف، یہ اس زمانے کے کفار و مرتدین کا شیوہ تھا۔ حضرت خالدؓ کے سامنے اس سے یہ مرتدین کی ادا صادر ہوئی اور حضرت خالدؓ نے مالک کے قتل کا حکم دے دیا۔

جواب ۳ اس مالک بن نویرہ کو جسے اکابر دین و عمائد مسلمین کافر و مرتد سمجھتے ہیں اور اس کے وجوہ کفر و ارتداد واضح اور متعدد و متواتر ہیں۔ ملعون مناظر جلیل القدر صحابی قرار دیتا ہے اور یہ بھی زعم باطل رکھتا ہے کہ حضورؐ نے اس کو جنت کی بشارت بھی دی تھی (مناظرہ بغداد ص ۹۹)
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن حضرات صحابہؓ کو درحقیقت جنت کی بشارت دی تھی یہ ملعون ان حضرات کو مسلمان تک نہیں سمجھتا، اور الٹا ارشادِ رسولؐ کا انکار کرتا ہے، کہتا ہے عشرہ مبشرہ والی حدیث بالکل جھوٹ ہے اور سراسر پیغمبرؐ پر افتراء ہے۔ (مناظرہ بغداد ص ۶۷)

جس حدیث پاک کو سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں صحیح سند کے ساتھ حضراتِ صحابہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کریں ۲ وہ تو بالکل جھوٹ اور سراسر افتراء ہے (معاذاللہ) لیکن مالک بن نویرہ کو حضورؐ نے جنت کی بشارت دی تھی۔ (مناظرہ بغداد ص ۹۹) اس حدیث کا ملعون مناظر نے نہ کوئی حوالہ دیا اور نہ ہی ملعون مترجم و ناشر نے، سارے ملعون اس حوالے کو شیرِ مادر سمجھ کر پی گئے اور ہضم کر گئے۔ کوئی حوالہ ہوتا تو دیتا۔

سب ۳ ملعون مناظر نے کہا جب (حضرت) خالد رضی اللہ عنہ نے مالک کی بیوی کو دیکھا تو وہ چونکہ حسینہ تھی، پس اس رات اس کے ساتھ زنا کیا (مناظرہ بغداد ص ۹۹)

جواب ۱ ہم ملعون مناظر سے پوچھتے ہیں کہ حضرت خالدؓ نے تمہارے منہ پر زنا کیا تھا؟ اگر تمہارے منہ پر حضرت خالدؓ نے زنا کیا تو اور بات ہے، تم عینی بلکہ ذاتی گواہ ہو۔ گو ایک گواہ کی گواہی زنا میں معتبر نہیں، ورنہ اور کہیں کسی مؤرخ نے یہ نہیں لکھا۔

جواب ۲ نہ تو مناظر ملعون نے اس افتراء کا کوئی حوالہ دیا اور نہ ہی مترجم ملعون نے البتہ ناشر ملعون نے حاشیہ میں تاریخ طبری اور تاریخ ابن کثیر وغیرہ کا حوالہ دیا

لہ تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۶۳ باب دہم در مطاعن خلفائے ثلاثہؓ۔
۲ "مشکوٰۃ المصابیح" باب مناقب العشرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

ہے مگر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں جو لکھا ہے وہ ملاحظہ ہو :-

وَتَزَوَّجَ خَالِدٌ أُمَّ تَمِيمٍ ابْنَةَ الْمِنْهَالِ وَتَرَكَهَا يَنْقَضِي طُهْرُهَا [1]	(حضرت) خالدؓ نے اُمّ تمیم بنت منہال سے نکاح کیا اور اسے اپنے سے دور رکھا تاکہ وہ طہارت کے دن گزار کر حیض کے بعد پاک صاف ہو جائے۔

ملعون ناشر نے تاریخ ابن کثیر جلد ۶ ص ۳۲۲ کا حوالہ دیا۔ آپ یہ معلوم کر کے محو حیرت و استعجاب ہو کر رہ جائیں گے کہ وہاں بھی ان ملعونوں کے افتراء و بہتان کا نام و نشان تک نہیں۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں :-

وَاصْطَفَى خَالِدٌ امْرَأَةَ مَالِكِ بْنِ نُوَيْرَةَ وَهِيَ أُمُّ تَمِيمٍ ابْنَةُ الْمِنْهَالِ، وَكَانَتْ جَمِيلَةً، فَلَمَّا حَلَّتْ بَنَى بِهَا [2]	(حضرت) خالدؓ نے گرفتار شدہ لونڈیوں میں سے مالک بن نویرہ کی بیوی ام تمیم بنت منہال کو اپنے لئے مخصوص کر لیا۔ جب وہ (حیض سے) پاک ہوگئی تو اس سے مقاربت کی۔

حیران ہوتا ہوں کہ یہ اخوان و ابناء الشیطان دروغ بافی، کذب بیانی، افتراء پردازی اور بہتان طرازی میں کتنے بے باک ہیں۔ یعنی افتراء کرتے اور بہتان باندھتے ہیں کہ (حضرت) خالدؓ نے مالک کی بیوی سے زنا کیا۔ اور اس یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ گویا حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کے منہ پر زنا کیا۔ کسی حوالہ کی ضرورت نہیں سمجھتے اور ناشر ملعون حوالہ دیتا ہے تو تاریخ طبری اور تاریخ ابن کثیر وغیرہ کا، اور نہ طبری میں اسی رات کا ذکر ہے نہ زنا کا اور اسی طرح تاریخ ابن کثیر میں بھی نہ اسی رات کا ذکر ہے نہ زنا کا۔ بلکہ ان اولاد متعہ کی ان بے ایمانیوں اور کذب بیانیوں کے سولہ آنے خلاف صاف یہ تحریر ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ام تمیم بنت منہال سے نکاح کیا، وترکہا اور اسے اپنے سے دور رکھا تاکہ وہ یہ ایام طہارت گزار کر اگلے حیض سے پاک ہو جائے۔ (طبری جلد ۲ ص ۵۰۲/۵۰۳) اور البدایہ والنہایہ (تاریخ ابن کثیرؒ) میں بھی یہی ہے کہ فَلَمَّا حَلَّتْ بَنَى بِهَا (جلد ۶ ص ۳۲۲) یعنی جب وہ (اگلے حیض سے پاک ہو کر) حلال ہوئی تب حضرت خالدؓ نے اس کے ساتھ مباشرت کی۔ کمال ہے ان لوگوں کی دن دہاڑے کذابی و دروغ بافی اور افتراء پردازی و بہتان طرازی کا، اور پھر کمال ہے ان کا کہ ہیں تو بفرمانِ باری تعالیٰ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ملعون مگر یہ ملعون بنے پھرتے ہیں :-

---

[1] طبری جلد ۲ ص ۵۰۲/۵۰۳ مطبوعہ قاہرہ [2] البدایہ والنہایہ جلد ۶ صفحہ ۳۲۲۔

مجتہد الاسلام والمسلمین رئیس المفسرین آیۃ اللہ علامہ حسین بخش جاڑا مجتہد العصر والزمان مدظلہ العالی (مناظرہ بغداد سرورق ص اول) ۔ کیا سب شیعہ کے سب "حجۃ الاسلاموں" سب "علاموں" اور سب مجتہدین العصر والزمان کا یہی حال ہے یا ہماری بدقسمتی سے یہ مردود ملعون جھوٹا، کذاب، مفتری، دجال "حجۃ الاسلام" اور "آیۃ اللہ" ہمارے حصے میں لکھا تھا۔؟

یہ ملعون کذاب و دجال اس بحث کا عنوان لکھتا ہے:۔

خالد بن ولید زانی تھا ـــــــ اور پھر اس کذب و افتراء پر ذرہ نہیں ٹھہرتا بلکہ ان خرافات و ہزلیات کے افتراء کرنے پر اپنے قلم سے اپنے آپ کو حجۃ الاسلام رئیس المفسرین، آیۃ اللہ، در مجتہد العصر والزمان لکھتا ہے۔ زمانے کا پھیر ہے سے

اسپ تازی شدہ مجروح بزیر پالان — طوق زرین ہمہ در گردن خرمے بینم۔

جواب ۳ امام العصر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:۔

[ایں روایت کہ خالدؓ ہماں شب باآں زن صحبت داشت در ہیچ کتاب معتبر نیست۔ یعنی یہ روایت کہ حضرت خالدؓ نے اسی رات اس عورت سے صحبت کی یہ کسی معتبر کتاب میں نہیں ہے۔ اور اگر بعض غیر معتبر کتب میں پائی جاتی ہے تو اس کا جواب بھی اسی روایت کے ساتھ موجود ہے، کہ اس عورت کو مالک نے از مدتے مطلقہ ساختہ محبوس داشتہ بود بنا بر رسم جاہلیت۔ مدت سے طلاق دے کر بند کر رکھا تھا رسم جاہلیت کی بناء پر! اور انہی کی اسی رسم فاسدہ کے دفع کرنے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی تھی (وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاۗءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ) یعنی "جب تم عورتوں کو طلاق دو پس وہ اپنی عدت پوری کر لیں پس ان کو بند نہ کرو" پس اس مالک کی بیوی کی عدت پوری ہو چکی تھی اور اس کے ساتھ نکاح جائز تھا۔ اور اسی وجہ سے حضرت خالدؓ نے دوسری عدت کا انتظار نہ کیا ہمین ست مذہب جمیع فقہائے اہل سنت یعنی اہل سنت کے سب فقہاء حضرات کا یہی مذہب ہے] [1]

جواب ۴ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی اس شادی کے سلسلہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا موقف بیان کرتے ہوئے علامہ محمد حسین ہیکل سابق وزیر معارف حکومت مصر لکھتے ہیں کہ:۔

۱۔ ان کا خیال یہ بھی تھا کہ کسی مفتوحہ قوم کی کسی عورت سے شادی کر لینا جبکہ اس کی عدت کے دن

[1] "تحفہ اثنا عشریہ" مطبوعہ دہلی ص ۲۶۳ بحث مطاعن حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

پورے نہ ہوئے ہوں عربوں کے رسم و رواج کے خلاف نہیں کیونکہ اس صورت میں مفتوحہ قوم کی عورتیں لونڈیاں شمار ہوں گی جن پر ان کے مالکوں کو ہر قسم کا اختیار ہوتا ہے (ترجمہ ہو بہو، سیرت حضرت ابوبکرؓ ص ۲۴۳)

۲ - لیکن یہ ہر قسم کا اختیار فتح خیبر سے پہلے تھا۔ علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

اب تک معمول تھا کہ لونڈیوں سے فوراً تمتع جائز سمجھا جاتا تھا۔ اب استبراء کی قید ہو گئی یعنی اگر وہ حاملہ ہے تو وضع حمل تک ورنہ ایک مہینہ تک تمتع جائز نہیں (سیرۃ النبیؐ حصہ اول، ص ۵۰۱)۔
چنانچہ غزوہ خیبر ہی میں رئیس خیبر حُیَی بن اخطب یہودی مارا گیا۔ اس کی بیٹی حضرت صفیہ کا شوہر کنانہ بن ربیع بھی قتل ہوا۔ حضرت صفیہ گرفتار ہو کر آئیں۔

فَاصْطَفَاهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ۔ (صحیح بخاری ذکر غزوہ خیبر)	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے لئے پسند فرمایا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد فرما کر نکاح کر لیا۔ فتح خیبر کے بعد کچھ دن آپ خیبر ہی میں مقیم رہے۔

امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے حضرت انسؓ سے متعدد روایتیں کی ہیں کہ نبی کریمؐ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد فرما دیا اور نکاح کر لیا فَاَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا (طبقات ابن سعد جلد ۸، ص ۱۲۱، ۱۲۲/۱۲۳)۔ اصابہ میں ہے کہ فَاَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا۔ صحیحین یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے ثابت ہے (تذکرہ حضرت صفیہؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے واپس نہ ہوئے حَتّٰى طَهُرَتْ مِنْ حَيْضَتِهَا یہاں تک کہ حضرت صفیہؓ حیض سے پاک ہو گئیں۔ رسول کریمؐ خیبر سے واپس روانہ ہوئے وَلَمْ يُعَرِّسْ بِهَا اور آپ نے ان سے تمتع نہ فرمایا۔ جب آپ صہبا میں پہنچے جو خیبر سے قریباً ۱۲ میل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں ان سے مصاحبت کی۔ رات ان کے ہاں گزاری اور صبح کو آپ نے ولیمہ کیا[1] تو فتح خیبر کے بعد استبراء یعنی ایک حیض سے پاک ہونے کے بعد مفتوحہ قوم کی اسیر خواتین (لونڈیوں) سے مقاربت جائز ہے۔ چنانچہ رسولِ معصوم و محبوبؐ نے بھی ایسا کیا اور حضرت خالدؓ نے بھی مالک کی بیوی کے ساتھ حلال ہونے کے بعد مقاربت کی۔ اور یہ تصرف شریعت میں جائز ہے بلکہ سنت کے عین مطابق ہے۔

سبب ۴ | ملعون مناظر نے بکا کہ (حضرت خالدؓ) سیف اللہ نہیں، سیف الشیطان تھا۔ لیکن چونکہ علیؓ کا دشمن تھا (معاذ اللہ) اس لئے دشمنانِ علیؓ نے اس کو سیف اللہ

---

[1] طبقات ابن سعدؒ جلد ۸ ص ۱۲۱/۱۲۲ تذکرہ حضرت ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا۔

کا لقب دے دیا۔ (مناظرۂ بغداد، ص ۱۰۰)

جواب اب تک تو یہ ملعون، بے ایمان، ابن المتعہ حضرات صحابہ کرامؓ یارانِ رسولؐ کو دشمنِ علیؓ کہتے تھے اب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنانِ علیؓ میں شمار کرنے لگے کیونکہ یہ ساری دنیا جانتی ہے کہ حضرت خالدؓ کو سیف اللہ کا لقب خود رسول کریمؐ نے دیا تھا۔ اور یہ ملعون کہتے ہیں کہ دشمنانِ علیؓ نے اس کو یہ لقب دیا۔

۱۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ سے مسندِ احمد میں اور حضرت ابو ہریرہؓ سے ترمذی میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ کے متعلق فرمایا سَیْفٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ[۱] یعنی خالدؓ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔

۲۔ علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے تین روایتیں کی ہیں جن میں رسول کریمؐ نے حضرت خالدؓ کے متعلق فرمایا سَیفٌ مِّن سُیُوفِ اللہ۔ اور ان میں یہ بھی مزید ہے کہ سَلَّہُ اللّٰہُ عَلَی الْکُفَّارِ وَالْمُنَافِقِیْنَ وغیرہ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کفار و منافقین کے لئے بے نیام کر دیا ہے۔ وغیرہ۔

۳۔ حضرت ابو زرعہ دمشقی نے حضرت ابو بکرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے خَالِدُ بْنُ الْوَلِیْدِ سَیْفٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ سَلَّہُ اللّٰہُ عَلَی الْکُفَّارِ[۳]

۴۔ ابو یعلیٰ نے بطریق شعبیؒ حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :- تم خالدؓ کو ایذا نہ دو۔ فَاِنَّہٗ سَیْفٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ صَبَّہُ اللّٰہُ عَلَی الْکُفَّارِ[۴] یعنی بے شک وُہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جسے اللہ نے کفار پر بے نیام کر دیا ہے۔

۵۔ اس کی مثل ایک اور روایت بھی شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کی ہے (اصابہ تذکرہ خالدؓ) ان مستفیض و متواتر ارشادات میں رسولِ معصومؐ نے حضرت خالدؓ کو سیف من سیوف اللہ یعنی اللہ کی تلوار فرمایا ہے مگر یہ مردود و ملعون لوگ کہتے ہیں کہ وُہ سیف اللہ نہیں (العیاذ باللہ) سیف الشیطان تھا، دشمنانِ علیؓ نے اس کو سیف اللہ کا لقب دے دیا (مناظرۂ بغداد ص ۱۰۰)

کیا اس کے بعد بھی یہ ابناء الشیطان ابھی عریاں نہیں ہوئے؟ کیا ابھی ان کے ننگا ہونے میں کوئی کسر باقی رہ گئی ہے؟ آخر کب تک بھولے بھالے مسلمان ان لعینوں کو مسلمان سمجھتے رہیں گے؟

---

[۱] مشکوٰۃ المصابیح "باب جامع المناقب" [۲] استیعاب تذکرہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ

[۳] اصابہ ابن حجر عسقلانیؒ جلد اوّل تذکرہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ۔ [۴] ایضاً

(۱۱)

شہیدِ مظلوم سیدنا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما

کی شان میں

اشتعال انگیز دریدہ دہنی اور غلیظ ترین بکواس

سبائی دشمنانِ دین وایمان کا معمول ہے کہ برگزیدہ اور عظیم ترین یارانِ رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اپنے ناپاک اور کینہ حملوں کا ہدف ونشانہ بناتے ہیں۔

آپ دیکھیں گے کہ عام اصحابِ رسولؐ کو یہ لعین وخبیث کچھ نہیں کہتے اور جن حضرات کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت میں مخصوص وممتاز اور منفرد مقام ہے، چن چن کر انہی کی ذواتِ مقدسہ پر مشقِ ستم کرتے ہیں۔

مثلاً حضرات خلفائے راشدین (ثلاثہ) حضرت حبیبہ حبیبؐ خدا ام المومنین حضرت صدیقہ عائشہ اہلِ بیتِ رسولؐ، یکے از عشرہ مبشرہ شہید بزبانِ رسالت حضرت طلحہ حواری رسولؐ حضرت زبیر حضرت خالد سیف اللہ، فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص، فاتح روم وشام وبحیرہ روم حضرت معاویہ، فاتح افریقہ شہیدِ مظلوم حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کو سبائی ملعونین نے خاص طور پر تختۂ مشقِ جور وجفا، نشانۂ سب وشتم، اور ہدفِ طعن وتشنیع بنایا ہے۔

چنانچہ آپ اس مختصری دستاویز میں ان حضرات رضی اللہ عنہم کے خلاف ان ملعونوں کی ہرزہ سرائی ویاوہ گوئی ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اب اسلام کی ایک عظیم المناقب، جامع الفضائل شخصیت شہیدِ مظلوم سیدنا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی شان میں ان کی انتہائی اشتعال انگیز بکواس ملاحظہ ہو:۔

"ابن طلحتہ" لکھتا ہے۔ (حضرت) عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہما) کی والدہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

کی صاحبزادی تھی، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھی، اور اس کا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے متعہ تھا، اور اسی سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے تھے۔ (مناظرہ بغداد صا۹ ،

اس سے پہلے بھی کہا کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما خود متعہ کی اولاد تھا۔ (مناظرہ ص۸۵)

"ابن المتعہ" کی بے تیابانی کا کمال ملاحظہ ہو کہ سیدنا حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جیسی اسلام کی عظیم شخصیت کو متعہ کی اولاد لکھ دیا، جو اپنے دادیالی اور ننہیالی دونوں رشتوں اور قرابتوں کے لحاظ سے پوری انسانیت میں ممتاز و منفرد ہیں۔

نسب و قرابت کی عظمتیں

(۱) آپ کے والد ماجد حضرت زبیرؓ نبی کریمؐ کے ارشادِ گرامی کے ارشادِ گرامی کے مطابق حواریٔ رسول [۱] اور عشرہ مبشرہ [۲] میں سے تھے، ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ آپ کے والدؓ کی پھوپھی تھیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب آپ کی دادی تھیں۔ اس رشتے سے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھتیجے ہوئے ——— اب ننہیالی فضائل ملاحظہ ہوں:۔

آپ کی والدہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو بارگاہِ نبوت سے ذات النطاقین کا لقب ملا، یارِ غارِ نبیؐ سیدنا صدیق اکبرؓ آپ کے نانا تھے، حبیبۂ حبیبِ خدا ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ طاہرہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کی خالہ تھیں۔

(۲) صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی توصیف میں فرماتے ہیں:۔

اما ابوہ فحواری النبی صلی اللہ علیہ وسلم واما جدہ فصاحب الغار یرید ابا بکرؓ واما امہ فذات النطاقین یرید اسماءؓ واما خالتہ فام المومنین یرید عائشہؓ واما عمتہ فزوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرید خدیجۃؓ واما عمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فجدتہ یرید صفیۃ [۳]

یعنی آپ کے والد حضرت زبیرؓ حواریٔ رسولؐ ہیں، اور آپ کے نانا حضرت ابوبکرؓ (رسول کریمؐ کے) صاحب الغار ہیں، آپ کی ماں حضرت اسماء ذات النطاقین ہیں، آپ کی

---

[۱] صحیح بخاری، صحیح مسلم، ترمذی، "ریاض النضرہ" جلد ۲ ص۲۵۵، [۲] رواہ ترمذی وابن ماجہ (مشکوٰۃ المصابیح" باب مناقب العشرہ رضی اللہ عنہم)، [۳] صحیح بخاری کتاب تفسیر باب قولہ ثانی اثنین اذ ھما فی الغار.........

خالہ حضرت عائشہؓ ام المومنین ہیں، آپ کے دادا کی پھوپھی حضرت خدیجہؓ نبی کریمؐ کی اہلبیت ہیں۔ اور نبی کریمؐ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ آپ کی دادی ہیں۔ رضی اللہ عنہم۔

(۲) خود حضرت زبیرؓ نے حضرت عبداللہؓ سے فرمایا اے میرے بیٹے! میرے نکاح میں تیری ماں تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں تیری خالہ حضرت عائشہ تھیں۔ میرے اور حضورؐ کے درمیان جو قرابت اور رشتہ تھا وہ تو جانتا ہے، اور میرے والد کی پھوپھی ام حبیب بنت اسد نبی کریمؐ کی دادی تھیں، اور میری ماں حضرت صفیہؓ حضورؐ کی پھوپھی تھیں، اور آنحضرتؐ کی والدہ حضرت آمنہؓ بنت وھب بن عبد مناف تھیں اور میری دادی ہالہ بنت وھب بن عبد مناف تھیں، (یعنی آنحضرت کی والدہ حضرت آمنہؓ اور میری دادی ہالہ دونوں بہنیں تھیں) اور آپؐ کی اہلیہ ام المومنین حضرت خدیجہؓ بنت خویلد میری پھوپھی تھیں۔ (بغوی نے مجم میں اسے روایت کیا ہے) سلہ

اللہ رب العزت کے محبوب و معصوم رسولؐ کے ساتھ ان گوناگوں قرابتوں کا جو اعزاز و شرف حضرت زبیر اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو حاصل ہے وہ اپنی مثال آپ ہے، اور کسی دوسرے صحابی کو اس قسم کی عقبتیں و شرافتیں شاید نصیب ہوئی ہوں۔

رسولِ معصوم اور اہلِ بیتِ رسولؐ کے ساتھ متعدد قرابتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ:۔

(۱) سیدنا حضرت زبیرؓ حضور نبی کریمؐ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔

(۲) حضور نبی کریمؐ اور حضرت زبیرؓ ہم زلف بھی تھے، دونوں حضرات کے خسر حضرت ابوبکرؓ تھے۔

(۳) سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما رسولِ کریمؐ کے بھتیجے تھے، پھوپھی زاد بھائی کے بیٹے۔

(۴) حضرت زبیرؓ ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے تھے، حضرت زبیرؓ کے والد عوام اور حضرت خدیجہؓ بھائی بہن تھے۔

(۵) حضرت زبیرؓ ام المومنین حضرت عائشہؓ کے بہنوئی تھے اور حضرت عبداللہؓ بھانجے۔

محاسنِ اعمال | (۱) حضرت زبیرؓ قدیم الاسلام ہیں، علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ چوتھے یا پانچویں نمبر پر ان کا اسلام لانا نقل کرتے ہیں سلہ

سلہ "ریاض النضرۃ" فی مناقب العشرہ جلد ثانی صفحہ ۲۵۲ تذکرہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ۔

سلہ "صفۃ الصفوۃ" جلد اول صفحہ ۱۳۳ ۔ صفۃ الصفوۃ مقدم بن یونس ۔ [illegible]

(۲) امام التابعین حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں :- فی سبیل اللہ سب سے پہلے جس نے تلوار اٹھائی وہ حضرت زبیر ہیں، رضی اللہ عنہ [۱]

(۳) غزوۂ احزاب کے موقع پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حَوَارِیَّ الزُّبَیْر یعنی زبیرؓ میرا حواری ہے۔ متفق علیہ [۲]

(۴) اور غزوۂ احزاب ہی کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا تھا فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي یعنی میرے ماں باپ تم پر قربان [۳]

سبحان اللہ! ساری دنیائے اسلام کے ماں باپ جس ذاتِ پاک پر قربان، وہ ذاتِ پاک حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمائیں، میرے ماں باپ تم پر قربان! یہ شرف، یہ عظمت یہ فخر، یہ فضل، یہ منقبت! خدا کا خاص احسان ہے ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست ‌ ‌ ‌ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت اسماءؓ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی یہی ایک منقبت کیا کم ہے کہ آپ یارِ غارِ رسولؐ افضل البشر بعد الانبیاءؑ سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نورِ نظر اور حبیبۂ حبیبِ خدا مُبَرَّأَةٌ مِّنَ السَّمَاءِ حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ کی بڑی بہن ہیں رضی اللہ عنہا

(۱) **اسلام** :- نہایت قدیم الاسلام ہیں، اسلام لانے والوں میں آپ کا اٹھارواں نمبر ہے۔ [۴]

(۲) **ذات النطاقین** :- آپ کا لقب ہے، یہ لقب ہجرت کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دیا تھا، اور اب آپ قیامت تک اس لقب سے مشہور رہیں۔

ہجرت کے موقع پر آپ نے حضور نبی کریمؐ اور اپنے عظیم والد علیہما الصلوٰۃ والسلام کے لیے سامانِ سفر تیار کیا۔ دو تین دن کا کھانا ناشتہ دان میں رکھا، جلدی میں کوئی چیز نہ ملی تو جان نثار صدیقؓ کی اولاد نے اپنا نطاق جس کو عورتیں کمر میں باندھتی تھیں، پھاڑ کر ناشتہ دان کا منہ باندھا، اس پر بارگاہِ نبوت سے ذات النطاقین کا لقب ملا [۵]

(۳) **ہجرت** :- آپ نے اہل و عیالِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اپنے خاندان کے ساتھ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی۔

---

[۱] "صفوۃ الصفوۃ" جلد اول ص۱۳۲ [۲] و [۳] صحیح بخاری، صحیح مسلم و مشکوٰۃ المصابیح "باب مناقب العشرہ"

[۴] "اصابہ" جلد ۴ ذکر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا تالیف شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ

[۵] "استیعاب" تالیف ابن عبدالبر رحمہ اللہ تذکرہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ حبیبۂ حبیبِ خدا رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے آدمی بھیج کر اپنے اہل و عیال کو مکہ سے بلوایا تو اُن کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ نے بھی اپنا آدمی اور سواریاں بھیج دیں اور اپنے فرزند حضرت عبداللہ کو لکھا کہ ان کے اہل میری ماں ام رومان اور مجھے اور میری بہن اسماء امراۃ الزبیرؓ کو لے آئیں، چنانچہ نبی کریمؐ کے اہل و عیال کے ساتھ عبداللہ بن ابی بکرؓ اپنی ماں اور اپنی دونوں بہنوں (حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہم) کو ساتھ لے کر مکہ سے (مدینہ منورہ) روانہ ہوئے۔ (طبقات ابن سعد جلد ۸ ص۶۲ تذکرہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا)

(۴) **نکاح :-** آپ کا نکاح بکہ مکرمہ ہی میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ہو گیا تھا۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ رقمطراز ہیں :-

اَسْلَمَتْ قَدِيْمًا بِمَكَّةَ وَبَايَعَتْ رَسُوْلَ اللهِ وَهِيَ ذَاتُ النِّطَاقَيْنِ..... تَزَوَّجَهَا الزُّبَيْرُؓ

حضرت اسماءؓ قدیم الاسلام ہیں، مکہ میں اسلام لائیں اور رسول اللہ کی بیعت کی، آپ کا لقب ذات النطاقین ہے........ اور آپ سے حضرت زبیرؓ نے نکاح کیا۔

(طبقات ابن سعد جلد ۸ ص۲۴۹-۲۵۰ تذکرہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا و "صفۃ الصفوۃ" جلد ۲ ص۳۱)

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے بھی یہی لکھا ہے۔ (استیعاب جلد ۴ تذکرہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا) اور شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے بھی یہی لکھا ہے "(اصابہ جلد ۴ تذکرہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا)

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ہجرت کے وقت مکہ میں حمل سے تھیں، خود فرماتی ہیں کہ میں ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئی تو قباء میں ٹھہری، عبداللہ بن زبیرؓ قباء میں پیدا ہوئے تو میں اسے رسولِ کریمؐ کی خدمت میں لے آئی اور آپؐ کی گود میں دے دیا۔ آپؐ نے کھجور منگائی، اسے چبایا اور اپنا لعابِ دہن اس کے منہ میں ڈالا اس طرح سب سے پہلی چیز جو عبداللہ کے پیٹ میں داخل ہوئی وہ نبی کریمؐ کا لعاب دہن تھا، پھر آپؐ نے کھجور سے اسے گھٹی دی پھر آپؐ نے اس کے لیے دعائے برکت فرمائی۔ وَكَانَ اَوَّلَ مَوْلُوْدٍ وُلِدَ فِي الْاِسْلَامِ حضرات مہاجرینؓ میں پہلا بچہ تھا جو مدینہ میں پیدا ہوا۔ فَفَرِحُوْا بِهٖ فَرَحًا شَدِيْدًا پس حضرات صحابہ کرامؓ اس سے بےحد خوش ہوئے، کیونکہ لوگوں نے ان سے کہہ رکھا تھا "یہود نے جادو کر رکھا ہے لہٰذا اب تمہیں اولاد نہیں ہو گی۔ (صحیح بخاری کتاب العقیقۃ باب تسمیۃ المولود)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات صحابہؓ نے فرطِ مسرت میں نعرۂ تکبیر بلند فرمایا تھا۔ (استیعاب" ذکر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما)

علامہ ابن الجوزی لکھتے ہیں کہ:۔

اَذَّنَ اَبُوْبَکْرِ الصِّدِّیْقُ فِیْ اُذُنِہٖ وَحَنَّکَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ("صفۃ الصفوۃ" جلد اول صفحہ ۳۲۴)

حضرت ابوبکرؓ صدیق نے ان کے کان میں اذان دی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے گھٹی دی۔

حضرت اسماءؓ سے روایت ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کے لیے دعا فرمائی وسماہ عبد اللّٰہ اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔ پھر سات یا آٹھ سال کی عمر میں حضرت زبیرؓ کے حکم سے بارگاہِ نبوت میں بغرض بیعت حاضر ہوا:

فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ رَاٰہُ مُقْبِلًا ثُمَّ بَایَعَہٗ اَخْرَجَہُ الْبُخَارِیُّ [1]

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسے سامنے دیکھا تو تبسم فرمایا پھر اسے بیعت فرمایا، اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

جواب نمبر ۱ ہم نے سیدنا زبیر، سیدہ اسماء اور سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کی مختصر سیرت وتاریخ اور ان کے اجمالی مناقب وفضائل عرض کر دیئے ہیں۔ اب ان ابنائے متعہ کی بے حیائی وکمینگی ملاحظہ ہو کہ ان عظیم المناقب اور جامع الفضائل حضرات پر متعہ کی تہمت دھرتے ہیں اور ذرہ بھر نہیں شرماتے، سچ ہے۔

ع بے حیا باش وہرچہ خواہی کن

جواب نمبر ۲ ان بے حیا، خبیث الفطرت شخصوں سے کوئی پوچھے کہ باقی ارکانِ شریعت تو مدینہ پاک میں آکر فرض ہوئے، یہ متعہ دین کا ایسا اہم رکن تھا کہ یہ مکہ معظمہ میں فرض ہوگیا تھا؟ اور معاذ اللہ حضرت اسماءؓ نے مکہ میں متعہ کر لیا تھا۔

جواب نمبر ۳ بعض علماء اسلام کے نزدیک تو متعہ زنا ہے اور اسلام میں یہ کبھی مباح نہیں ہوا۔ اور جن علماء دین کے نزدیک اس کی اجازت دی گئی تو جہاد کے دوران سفر، ایک وقتی ضرورت کے تحت! اور یہ ظاہر ہے کہ جہاد فرض ہوا مدینہ منورہ میں آکر۔

---

[1] "الریاض النضرۃ" فی مناقب العشرہ جلد ثانی صفحہ ۲۶۹ ذکر حضرت زبیرؓ

مکہ میں تو اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کفار و مشرکین کے ہدف مظالم اور نشانۂ جور و جفا بنے رہے، جب ظلم و ستم حد سے گذر گئے تو ہجرت کی اجازت دی گئی۔ پہلے ہجرت الی الحبشہ پھر ہجرت الی المدینہ کی، جب ہجرت کے بعد بھی کفار ناہنجار نے غریب الدیار صحابۂ کرام کو سکون سے نہ بیٹھنے دیا تو پھر اللہ رب العزت نے ۲ھ میں جہاد کی اجازت دے دی، أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۝ (سورہ حج رکوع ۵) یعنی (اب) ان لوگوں کو لڑنے کی اجازت دی گئی جن سے (کافر و مشرک) لڑتے تھے اس وجہ سے کہ ان پر ظلم کیا گیا۔ اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کی مدد پر قادر ہے۔

تو جہاد کی اجازت تو ۲ھ میں مدینہ منورہ میں دی گئی۔ اور اگر متعہ کی اجازت دی گئی تو بغرض جہاد فی سبیل اللہ سفر کے دوران! مگر بے حیائی اور آل صدیق اکبرؓ سے بغض و عناد کی حد ہو گئی کہ بے ایمان کافر لوگ لکھتے ہیں کہ حضرت اسماءؓ بنت صدیق اکبرؓ نے مکہ معظمہ میں حضرت زبیرؓ سے متعہ کر لیا تھا۔ —— حالانکہ اگر متعہ کی اجازت دی گئی تو بعد مدنی زندگی میں۔

جواب ۳ — مناظر ملعون کی بے حیائی ملاحظہ ہو کہ جماعت صحابۂ کرامؓ کی نہیں عظیم المناقب اور جلیل الفضائل شخصیتوں کو متعہ کی لعنت میں ملوث قرار دے رہا ہے مگر حوالہ تک کوئی نہیں، ملاحظہ ہو۔

جب "بادشاہ نے کہا حقیقت یہ ہے کہ متعۃ النساء کے جواز پر تو میں بھی خوش نہیں ہوں۔ اور میں اس کے شرعی جواز کا قائل نہیں"! (مناظرہ بغداد ص ۸۵)

تو ملعون مناظر نے ادھر ادھر کی بے سروپا ہانکتے ہوئے یہ بکواس کی:۔

بادشاہ سلامت! آپ کو باور کرنا پڑے گا کہ عبداللہ بن زبیر خود متعہ کی اولاد تھا۔ (ص ۸۵)

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ — دشمنان صحابہؓ کی ملعونانہ جارحیت اور صحابۂ کرامؓ کی مظلومیت کی حد ہو گئی۔ بحث ہے متعہ کے جواز و عدم جواز کی، اور بکواس سیدنا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے خلاف!

ہماری کمزوری! — یہ ہماری کمزوری ہے کہ جن بزرگوں کی محبت کی ڈینگیں یہ ملعون مارتے ہیں بحمد اللہ ہمارا رشتۂ ایمان و عقیدت ان بزرگوں سے

وابستہ ہے۔ ہم ان کی شان میں تو بے ادبی و گستاخی کے ادنیٰ تصور کو اپنے ایمان کی موت سمجھتے ہیں لہٰذا ہم مجبوراً یہی جواب دیں گے کہ دنیا کو یہ باور کرنا پڑے گا کہ مناظر ملعون اور مترجم ملعون دونوں متعہ کی اولاد ہیں۔

جواب ۳ | مناظر ملعون نے تو سرے سے کوئی حوالہ نہیں دیا اور ملعون مترجم نے اس غلیظ ترین افتراء و بہتان کا حوالہ دیا ہے تو صرف یہ کہ محاضراتِ راغب سے منقول ہے۔ (مناظرہ بغداد ص۹)

اب اہلِ علم و عدل انصاف فرمائیں اور بتلائیں کہ اساطین اُمت کے خلاف اتنی غلیظ اور نجس بکواس اور حوالہ نہ کسی حدیث کی مشہور و معتبر کتاب کا! نہ سیرت و تاریخ کی کسی مقبول و متداول تالیف کا حوالہ دیا تو محاضراتِ راغب کا! اور محاضرات راغب کا بھی نہیں، بلکہ "محاضرات راغب سے منقول ہے": لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ

اب محاضرات راغب کے متعلق سنیئے، اس کا اصل نام "محاضرات الادباء و محاورات الشعراء والادباء" ہے، یہ دو ضخیم جلدوں میں قاہرہ سے شائع ہوئی ہے۔ اس کے متعلق مولانا محمد عبدہ الفلاح نے لکھا ہے کہ: "یہ کتاب عجائب و غرائب سے پر ہے۔" (مقدمہ مفردات القرآن امام راغبؒ ص۱۲)

جیسا کہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے یہ شعراء و ادباء سے متعلق ہے "اور عجائب و غرائب سے پُر ہے" اسے حضرات صحابہ کرامؓ کے حالات و سوانح حیات سے کیا تعلق؟ اصحابِ رسولؐ تو اس کتاب کا موضوع ہی نہیں۔

پھر مترجم ملعون ابن المتعہ نے اسے دیکھا نہیں، اگر دیکھتا تو محاضرات کے الفاظ پیش کرتا۔ محاضرات راغب سے منقول ہے تو اسی طرف اشارہ کرتا ہے کہ کہیں اور سے ملعون مترجم نے یہ خرافات بحوالہ محاضرات دیکھی اور لکھ ماری۔

اندازہ فرمائیے! نہ حوالہ، نہ الفاظ، نہ روایت، نہ سند، ایک خانہ ساز گھڑی گھڑائی بکواس، اور حملہ رسولِ معصومؐ کے عظیم المرتبت، سراپا فضل و مناقب تین اصحاب کرام پر رضی اللہ عنہم اور حملہ بھی انتہائی کمینہ، ناپاک!۔۔۔۔۔ اے کاش! اسلام کی حکومت، قرآن کی فرمانروائی ہوتی اور ابن المتعہ مردود و ملعون مترجم کی زبان گدی سے کھینچ کر کتوں کے آگے پھینک دی جاتی تو ان لعینوں خبیثوں کو اس بکواس کا مزہ آجاتا۔

جواب ۱:- (۱) حضرت اہلبیت رسولؐ، حبیبۂ حبیبِ خدا صدیقہ طاہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:- اختی اسماء امرأۃ الزبیر یعنی میری بہن حضرت اسماءؓ حضرت زبیرؓ کی بیوی۔ (طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۶۲ ذکر حضرت عائشہؓ)

(۲) بنتِ صدیقِ اکبرؓ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں تزوجنی الزبیر یعنی حضرت زبیرؓ نے میرے ساتھ نکاح کیا۔ (صحیح بخاری کتاب النکاح باب الغیرۃ و طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۲۵۰ تذکرہ حضرت اسماءؓ)

(۳) سیدنا صدیق اکبرؓ حضرت زبیرؓ کو حضرت اسماءؓ کا زوجِ صالح فرماتے ہیں یعنی نیک خاوند۔ (طبقات ابنِ سعد جلد ۸ صفحہ ۲۵۱ تذکرہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا)

(۴) حضرت زبیرؓ نے خود حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے فرمایا۔ کانت عندی امک و عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خالتک عائشۃ یعنی میرے نکاح میں تیری ماں تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں تیری خالہ حضرت عائشہؓ تھیں۔ (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۷۵ تذکرہ حضرت زبیرؓ)

(۵) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے خاص تلمیذ مشہور تابعی حضرت عکرمہؒ حضرت اسماءؓ کے متعلق کہتے ہیں کانت تحت الزبیر یعنی حضرت زبیرؓ کی بیوی تھیں۔ (طبقات جلد ۸ صفحہ ۲۵۱)

(۶) مشہور محدث و معروف مؤرخ حضرت امام ابن سعد رحمہ اللہ (م ۲۳۰ھ) حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں لکھتے ہیں تزوجھا الزبیر یعنی حضرت زبیرؓ نے حضرت اسماءؓ سے نکاح کیا۔ (طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۲۵۰)

(۷) علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (م ۴۶۳ھ) رقمطراز ہیں:- کانت اسماء بنت ابی بکر تحت الزبیر یعنی حضرت اسماءؓ حضرت زبیرؓ کی بیوی تھیں۔ (استیعاب جلد ۴ صفحہ ۲۲۸)

(۸) علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ (م ۵۹۷ھ) تحریر فرماتے ہیں:- اسماء بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہا ذات النطاقین تزوجھا الزبیر یعنی حضرت اسماءؓ ذات النطاقین سے حضرت زبیرؓ نے نکاح کیا۔ (صفۃ الصفوۃ جلد ۲ صفحہ ۳۱)

(۹) شیخ الاسلام علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) تحریر فرماتے ہیں:- اسماءؓ بنت ابی بکر الصدیق تزوجھا الزبیر یعنی حضرت زبیرؓ نے حضرت اسماءؓ سے نکاح کیا۔ (اصابہ جلد ۴ صفحہ ۲۲۴)

اگر زیادہ جستجو کی جائے تو بیسیوں عمائدِ امت کے اس قسم کے اقوال مل سکتے ہیں۔

مگر اعادہ مقصود نہیں۔ نہ ممکن ہے۔ اتمام حجت کے لیے یہی اقوال کافی ہیں ــــــ اس کے برخلاف :۔

جواب ۱۰ ــــ ہمارا چیلنج ہے کہ اہل اسلام کے کسی معتبر اور ذمہ دار عالم کے قلم سے سیدنا حضرت زبیر اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہم کے باہم متعہ کے متعلق ایک لفظ ثابت کر دیا جائے۔ تم چلو بھر پانی میں ڈوب کر مر تو سکتے ہو یا اپنے امام غائب کی طرح قیامت تک کسی غار میں روپوش تو ہو سکتے ہو مگر ایسا کوئی ایک لفظ نہیں دکھلا سکتے۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ......

جواب ۱۱ ــــ یہ ایک حقیقت ہے کہ متعہ صرف مستی نکالنے کی ایک ہنگامی ضرورت ہے۔ ایک دو گھنٹوں یا زیادہ سے زیادہ شب بھر کے لیے یہ معاملہ، معاہدہ طے ہوتا ہے۔ وقت ختم، پیسہ ہضم۔ چنانچہ نہ مرد پر عورت کے نان، نفقہ، خوراک، پوشاک، رہائش وغیرہ کسی قسم کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے نہ عورت پر گھر بسانے اور نسل بڑھانے کی۔ مرد پیسے دے کر شہوت پوری کر لیتا ہے، مستی نکال لیتا ہے اور اپنی راہ لیتا ہے۔ اور عورت پیسے لے کر عیش عیاشی کر لیتی ہے اور اسے بھول جاتی ہے، گھنٹے دو گھنٹے تین چار گھنٹے یا زیادہ سے زیادہ ایک رات ایک کے ساتھ دادِ عیش دے کر دوسرے دن دوسرے گاہک کی انتظار میں زیب و زینت کر کے کوٹھے پر بیٹھ جاتی ہے ــ

گر تو نہیں تو اور بتِ نازنیں سہی !
ہم کو تو دل لگی سے غرض ہے کہیں سہی !

القصہ متعہ کوئی مستقل طور پر گھر بسانے یا آبرو مندانہ طریقے سے زندگی بسر کرنے کی چیز نہیں۔ اس میں اولاد کا تصور بھی نہیں ہے اور وراثت کا نظام بھی نہیں ہے۔

چنانچہ متعہ کی حلت کے مدعی یہ تو کہتے ہیں کہ فلاں فلاں صاحب نے عہدِ رسالت یا عہد صدیقی میں متعہ کیا مگر آج تک بڑے سے بڑا متعہ کی حلت کا مدعی یہ نہیں بتلا سکا کہ کسی متعہ کرنے والے کی کوئی اولاد بھی ہوئی۔

اب ہم یہ بحث کر کے واضح کرتے ہیں کہ :۔

(۱) حضرت اسماء اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے نکاح کے بعد گھر بسایا۔

(۲) ان حضرات کی اولاد ہوئی۔

(۳) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی میراث تقسیم ہوئی۔

(۱) گھر بسانے اور گھریلو زندگی کے سلسلے میں عرض ہے کہ :-

حضرت اسماءؓ نے فرمایا تَزَوَّجَنِي الزُّبَيْرُ یعنی (حضرت) زبیرؓ نے مجھ سے نکاح کیا اس وقت ان کے پاس نہ مال تھا نہ غلام اور نہ ہی کوئی اور چیز، سوائے ایک اونٹ اور گھوڑے کے، میں گھوڑے کو چارہ کھلاتی تھی، پانی بھرتی تھی، آٹا گوندھتی تھی میں روٹی اچھی نہیں پکا سکتی تھی، انصار کی ہمسایہ عورتیں جو بڑی مخلص تھیں روٹی پکا دیتی تھیں، میں زبیرؓ کی زمین سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عنایت فرمائی تھی، سر پر کھجور کی گٹھلیاں رکھ کر لاتی تھی، یہ زمین میرے گھر سے کچھ فاصلے پر تھی۔ میں ایک دن گٹھلیاں سر پر اٹھائے آ رہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوگئی، آپؐ کے ساتھ چند انصار تھے، آپؐ نے مجھے بلایا تاکہ مجھے اپنے پیچھے سوار کر لیں، مجھے مردوں کے ساتھ چلتے حیا آئی اور مجھے (حضرت) زبیرؓ اور ان کی غیرت یاد آگئی، وَكَانَ أَغْيَرَ النَّاسِ اور وہ بہت ہی بڑے غیور آدمی تھے، رسول اللہ سمجھ گئے کہ میں شرما رہی ہوں، پس آپؐ تشریف لے گئے۔ میں (حضرت) زبیرؓ کے پاس آئی (اور سارا قصہ سنایا) اور کہا کہ مجھے تمہاری غیرت کا خیال آیا۔ تو (حضرت) زبیرؓ نے کہا واللہ تمہارا گٹھلیاں اٹھانا مجھ کو آپؐ کے ساتھ سوار ہونے کی نسبت زیادہ گراں ہے، حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے میرے پاس خادم بھیج دیا جو گھوڑے کی خدمت کرتا تھا گویا انہوں (حضرت ابوبکرؓ) نے مجھے آزاد کر دیا۔[۱]

اس صحیح روایت سے درج ذیل امور زیر غور لائیں :-

(۱) سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا صدیق اکبرؓ ایسے بڑے باپ کی بیٹی ہو کر گھر کا سارا کام کاج اپنے ہاتھ سے کرتی ہیں، گھر کا پانی بھی خود بھرتی ہیں اور گھریلو کاروبار کے علاوہ حضرت زبیرؓ کے گھوڑے کے گھاس چارے کا انتظام کرتی ہیں۔ اونٹ اور گھوڑے کے لیے مدینہ طیبہ سے باہر حضرت زبیرؓ کے نخلستان سے کھجوروں کی گٹھلیاں چن کر ان کی گٹھڑی بنا کر اسے اپنے سر پر اٹھا کر گھر لاتی ہیں۔

---

[۱] صحیح بخاری کتاب النکاح باب الغیرۃ و طبقات ابن سعدؒ جلد ۸ ص۱۷۲ تذکرہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا۔

اب ملعون مناظر اور مردود مترجم سے سوال ہے کہ بے شرم متعہ کرانے والی عورت کی یہی مصروفیات ہوتی ہیں؟ وہ تو متعہ سے پیسہ کما کر عیش کرتی ہے یا اس کا یہ حال ہوتا ہے کہ ہمہ وقت گھر کے کام کاج میں بلکہ گھر سے باہر کے کام میں بھی مصروف و منہمک رہتی ہے؟

(۲) متعہ کرانے والی عورت تو نت نئے شکار کی تلاش میں رہتی ہے، اس میں اتنی حیا کہاں باقی رہتی ہے کہ شریف لوگوں کے ساتھ مطلق چل بھی نہ سکے۔

(۳) متعہ کرانے والی عورت کو تو مرد سے صرف مقررہ وقت تک خاص تعلق ہوتا ہے اس کے بعد اسے مرد کا کیا لحاظ اور اس کی غیرت کا کیا خیال؟

(۴) متعہ کے معنی ہی ہیں حظ اٹھانا (دیکھو ترجمہ لفظ اَلْمُتْعَةُ المنجد) مرد پیسہ دے کر مزے لوٹتا ہے، عیاشی کرتا ہے، اس کے بعد اس کا متعہ والی عورت سے کیا تعلق؟ خصوصاً اسے کیسی غیرت؟ اب تو وہ لازماً نیا شکار مارے گی اور نت نیا شکار کرے گی، لہٰذا متعہ کرنے والے میں غیرت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اب کوئی بنتِ صدیقؓ کی:-

(۱) گھریلو مصروفیات بلکہ گھر سے باہر کے کام

(۲) ان کا بدرجۂ غایت شرم و حیا

(۳) ان کا اپنے شوہر کا لحاظ اور ان کی غیرت کا خیال اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا

(۴) اَغْیَرُ یعنی بدرجۂ غایت غیرتمند ہونا

یہ چاروں امور ایک دفعہ پھر زیرِ غور لا کر بتلائیے کہ کیا یہاں متعہ کا تصور بھی ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں؟ یہ صرف تمہارے نفس کی شرارت و خباثت ہے اور تمہارے خود متعہ کی اولاد ہونے کا ثبوت! ورنہ ان سراپا فضائل و مناقب حضرات کے باہم متعہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ رضی اللہ عنہم

(۲) اس سلسلہ میں ایک اور روایت ملاحظہ ہو:-

حضرت عکرمہ سے سند کے ساتھ روایت ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا، حضرت زبیرؓ کی بیوی تھیں وَکَانَ شَدِیْدًا عَلَیْهَا اور وہ ان پر سختی کرتے تھے، بس حضرت اسماءؓ اپنے والد حضرت صدیقِ اکبرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئیں فَشَکَتْ ذٰلِکَ اِلَیْهِ اور ان کی اپنے والدِ محترم سے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا اے میری بیٹی!

اِصْبِرِیْ صبر کرو فَاِنَّ الْمَرْاَۃَ اِذَا کَانَ لَھَا زَوْجٌ صَالِحٌ ثُمَّ مَاتَ عَنْھَا...... — بیشک ایک بیوی جب اس کا خاوند نیک ہو اور پھر وہ اس کی زندگی میں مرجائے اور وہ بیوی اس کے بعد دوسرا نکاح نہ کرے تو

اللہ تعالےٰ دونوں کو جنت میں داخل کردیں گے ۱؎

کیا ان حقائق کے بعد بھی کوئی شخص اسلام کی ان عظیم شخصیتوں پر متعہ کی تہمت دھر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! مگر وہ بے حیا جو خود متعہ کی اولاد ہو۔

(۲) اولاد

اب حضرت زبیر اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہما کی اولاد ملاحظہ ہو:۔
امام ابن سعد رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:۔

اَسْمَاءُ بِنْتُ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ اَسْلَمَتْ قَدِیْمًا بِمَکَّۃَ وَبَایَعَتْ رَسُوْلَ اللہِ وَھِیَ ذَاتُ النِّطَاقَیْنِ

تَزَوَّجَھَا الزُّبَیْرُ فَوَلَدَتْ لَہٗ عَبْدَ اللہِ وَعُرْوَۃَ وَالْمُنْذِرَ وَعَاصِمًا وَالْمُھَاجِرَ وَخَدِیْجَۃَ الْکُبْرٰی وَاُمَّ الْحَسَنِ وَعَائِشَۃَ ۲؎ — حضرت زبیرؓ نے آپ سے نکاح کیا بس ان سے آپ کی اولاد ہے عبداللہؓ، عروہ، منذر، عاصم، مہاجر، خدیجۃ الکبریٰ، ام الحسن، اور عائشہ۔

حضرت زبیر کو اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماء سے (رضی اللہ عنہا) پانچ صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں عطا فرمائیں، پھر بھی ولد المتعہ ان پر متعہ کا الزام لگاتے ہیں لَعَنَھُمُ اللہُ۔

چیلنج

میں چیلنج کرتا ہوں دنیا میں متعہ کی کوئی اولاد ثابت کی جائے، ہرگز نہیں کی جاسکتی۔ جو مدعیانِ متعہ یہ کہتے ہیں کہ فلاں فلاں صاحب نے عہدِ رسالت یا خلافتِ صدیقی میں متعہ کیا تھا، مگر ہم کہتے ہیں تم ان کی متعہ سے اولاد قیامت تک ثابت نہیں کرسکتے، تاریخ میں ولدالحرام تو آپ کو مل جائیں گے مگر ولد المتعہ ہرگز نہیں ملے گا سوائے ان لعینوں کے جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے برادر زادہ اور اہل بیتِ رسول ؐ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے خواہر زادہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو اولادِ متعہ سے متہم کرتے ہیں۔

۱؎ طبقات ابن سعدؒ جلد ۸ صفحہ ۲۵۱ تذکرہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا
۲؎ ایضاً صفحہ ۲۵۰ تذکرہ حضرت اسماءؓ وطبقات جلد ۳ صفحہ ۱۰۰ تذکرہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ

(۳۴) حضرت زبیرؓ کی میراث

صحیح بخاری میں اور طبقات ابنِ سعد میں ایک طویل حدیث میں حضرت عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہما) کا بیان ہے کہ جنگِ جمل کے دن حضرت زبیرؓ نے مجھے بلایا اور فرمایا:۔ اے میرے بیٹے مجھے سب سے زیادہ فکر قرض کا ہے، بیٹا میری جائداد بیچ کر قرض ادا کرنا...... حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ (بعد میں) میں نے قرض کا حساب لگایا تو ۲۲ لاکھ ہوا۔ حضرت عبداللہؓ نے باپ کی اراضی بیچ کر (قرض ادا کیا) جب حضرتِ عبداللہؓ بن زبیرؓ قرض کی ادائگی سے فارغ ہو گئے۔

قَالَ بَنُوْ الزُّبَیْرِ اَقْسِمْ بَیْنَنَا مِیْرَاثَنَا۔ تو حضرت زبیرؓ کے بیٹوں نے کہا، اب ہمارے درمیان میراث تقسیم کر دیجئے حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ نے فرمایا نہیں، خدا کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ میں چار سال برابر حج کے موقع پر اعلان کروں گا کہ جس کا حضرت زبیرؓ پر قرض ہو وہ ہمارے پاس آئے ہم ادا کریں گے، چنانچہ وہ ہر سال حج کے موقع پر منادی کرتے رہے۔ فَلَمَّا مَضٰی اَرْبَعُ سِنِیْنَ قَسَمَ بَیْنَهُمْ جب چار سال گذر گئے تو حضرت عبداللہؓ نے اولادِ زبیرؓ وغیرہ میں میراث تقسیم کر دی۔[1]

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے حضرت زبیرؓ کے پانچ صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہیں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اپنے شہید باپ کی وصیت کے مطابق پہلے ان کا قرض ادا کیا، پھر اُن کی اولاد یعنی اپنے اور اپنے بھائیوں، بہنوں اور اپنی ماؤں میں ان کا ترکہ تقسیم کر دیا۔

سوال یہ ہے کہ ان ابنائے متعہ سے کوئی پوچھے کہ آج تک دُنیا میں کہیں ولد المتعہ کسی کے وارث ہوئے ہیں۔

ہم چیلنج کرتے ہیں کہ اوّل تو تم دنیا میں کہیں متعہ کی اولاد دکھاؤ نہیں دکھا سکتے! اور پھر یہ ثابت کرو کہ ان ابنائے متعہ میں ان کے باپ کی جائیداد اور میراث تقسیم کی گئی، جب سرے سے دنیا میں کوئی ابن المتعہ ہی کہیں نہیں ملتا تو وہ کسی کا وارث کیا خاک بنے گا؟ ؎

صنم کہتے ہیں تیری بھی کمر ہے — کہاں ہے؟ کس طرف کو ہے؟ کدھر ہے؟

الحمد للہ، کہ بعونہ وبفضلہ تعالیٰ نسبائے نبی کریمؐ کے ان اقارب اور عمیم المناقب عظیم الفضائل اساطینِ اسلام کا دامن گردِ ریب سے بالکل پاک صاف تھا، ویسے پاک صاف ثابت اور واضح ہو گیا۔

---

[1] صحیح بخاری کتاب الجہاد، باب برکۃ الغازی فی مالہ ..... و طبقات ابن سعد جلد ۳ صفحہ ۱۰۸/۱۰۹ تذکرہ حضرت زبیرؓ

البتہ اس پاک صاف دامن کو آلودہ و ملوث کرنے والے نابکار ملعونوں کے منہ کالے ہو گئے جو قیامت تک کالے رہیں گے اور قیامت میں جہنم کے اندر ڈال دیئے جائیں گے، اور دشمنانِ صحابہؓ کے قلب میں حضرات صحابۂ کرامؓ کے خلاف جو بغض و عداوت مستور و مخفی تھی وہ ظاہر ہو گئی، اب اس میں کسی کو کوئی شبہ باقی نہیں رہا۔ قولہ تعالیٰ

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ (سورۂ آل عمران رکوع ۱۲)	تحقیق بغض ان کے منہ سے ظاہر ہو گیا اور جو کچھ ان کے دلوں میں ہے، وہ تو بہت بڑا ہے۔

جواب ۸: ان ملعونوں کی اس خباثتِ قلب و شرارتِ نفس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ یہ ملعون صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عداوت میں شور مچاتے ہیں کہ متعہ ایک نعمت تھی جسے حضرت عمرؓ نے حرام کر دیا ورنہ درحقیقت یہ ملعون خود متعہ کو حرام اور ایک خبیث فعل سمجھتے ہیں۔

اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ کبھی سیدنا حضرت زبیر اور سیدہ اسماء رضی اللہ عنہم کو اس گندگی سے ملوث نہ کرتے، بلکہ یہ اعزاز ان بزرگوں کو بخشتے جن کی عظمت و عقیدت کے جھوٹے دعوے ہر وقت کرتے رہتے ہیں۔ یا کم از کم اپنے باپ دادوں کے متعلق بڑ ہانکتے کہ میرے دادا نے اتنی عورتوں سے متعہ کیا تھا، یا میرے والد مرحوم و مغفور نے اتنی عورتوں سے متعہ کیا تھا یا میری اتنی پھوپھیوں نے اتنی خالاؤں نے اور اتنی بہنوں نے اور اتنی صاحبزادیوں نے اتنے مردوں سے متعے کیے۔ یہ تو کوئی نہیں کہتا کہ فلاں امام نے متعہ کیا، یا میرے فلاں بزرگ نے یا باپ دادا نے متعہ کیا یا میری فلاں پھوپھی فلاں خالہ یا فلاں بہن اور فلاں بیٹی نے فلاں فلاں شخص سے متعہ کیا۔ اس کے بخلاف ان کا جلیل القدر صحابۂ کرامؓ کو اس سے ملوث کرنا بجائے خود ایک بڑی دلیل ہے کہ یہ رذیل اور ذلیل لوگ بھی درحقیقت **متعہ** کو فعلِ حرام و عملِ خبیث جانتے ہیں۔

۱۲

بنتِ رسولؐ پر ظلم

طعن نمبر ۱

ملعون مناظر نے کہا :- جب حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے لوگوں سے اپنے لئے بیعت لے لی، تو اس نے حضرت عمر (رضہ)، قنفذ، خالد بن ولید (رضہ) اور ابو عبیدہ بن جراح (رضی اللہ عنہ) وغیرہ کو حضرت علیؓ وحضرت فاطمہؓ کے گھر بھیجا اور حضرت عمر (رضہ) نے دروازۂ فاطمہؓ پر لکڑیاں بھی جمع کروالیں اور دروازہ کو نذرِ آتش بھی کر دیا ——— جب جناب فاطمہؓ دروازے کے پیچھے حضرت عمرؓ اور اس کے رفتار کار کو روکنے کے لئے آئیں تو حضرت عمرؓ نے دروازہ کو دھکیل کر در اور دیوار کے درمیان فاطمہ سلام اللہ علیہا کو ایسا صدمہ پہنچایا کہ جناب محسن شہید ہو گئے اور دروازہ کی ایک میخ ان کے سینہ میں چبھ گئی اور ان کی ایک چیخ نکلی ..... پس حضرت عمر (رضہ) نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ حضرت فاطمہؓ کو مارو۔ چنانچہ رسولؐ اللہ کی پیاری بیٹی پر تازیانے اٹھائے گئے حتیٰ کہ رسولؐ اللہ کی لختِ جگر کے جسم سے خون جاری ہو گیا... چنانچہ آپ سخت بیمار ہو گئیں اور اپنے باپ کے چند دن بعد دنیا سے رخصت ہو گئیں (مناظرہ بغداد ص ۱۰۵)۔

جواب نمبر ۱

یہ مناظر ملعون کی نری بکواس ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ اس ملعون نے اپنی ان ہفوات کا کوئی حوالہ کسی کتاب سے بھی نہیں دیا اور بے سند و بے دلیل بات کی وقعت اہلِ علم کے نزدیک گوز شتر سے زیادہ نہیں ہوتی۔

جواب نمبر ۲

ناشر نے نیچے حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہ واقعہ کتاب سقیفہ لابی بکر الجوہری کو امامت والسیاست لابن قتیبہ دینوری، اور شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید پر مذکور ہے (مناظرۂ بغداد حاشیہ ص ۱۰۵)۔

دشمنانِ صحابہؓ ملعونوں کے کرتوت ملاحظہ ہوں کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر افترا و بہتان بھی خود باندھتے ہیں، در حوالے بھی اپنے سبائیوں کے پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ اس کمینہ افترا و بہتان کے حوالے جن کتابوں سے پیش کیے ہیں، وہ تینوں سبائیوں کی ہیں اہلسنت سے ان کا کوئی واسطہ نہیں۔

۱۔ ابوبکر الجوہری :- صرف سبائی نہیں، سبائی مذہب کا ستون ہے، ان کی اصولِ اربعہ کا معتبر راوی ہے۔ فروع کافی جلد اوّل کتاب الصلوٰۃ باب السجود والتسبیح ص ۱۹۱ مطبوعہ نول کشور لکھنؤ اور تہذیب الاحکام باب کیفیۃ الصلوٰۃ جلد اوّل ص ۲)، وغیرہ اصول اربعہ میں یہ بہت جگہ راوی ہے۔ شیعی تراجم کی معتبر کتابوں میں اس کا تذکرہ اور توثیق موجود ہے (رحماء بینہم حصہ اوّل ص ۱۲۳)

۲ - ابن قتیبہ دینوری ، امام العصر حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :-

ابن قتیبہ کہ شیعہ غلیظ بود (تحفہ اثنا عشریہ کید ۸۱ ص ۶۹)

۳ - ابن ابی الحدید :- امام العصرؒ رقم طراز ہیں :-

ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغہ کہ تشیع را با اعتزال جمع نمود (تحفہ اثنا عشریہ کید ۲۳ ص ۱۲)

تو تین مصنفین کے حوالے دیئے گئے وہ تینوں سبائی ہیں۔

جواب ۳ ناشر نے تینوں حوالے سبائی مصنفین کے دیئے جو ہم پر حجت نہیں - پھر طرفہ تماشا ملاحظہ ہو کہ ان میں سے ابن ابی الحدید احراقِ دارِ فاطمہؓ کی خبر کو ناقابلِ اعتبار کہہ رہا ہے، لکھتا ہے :-

فَهُوَ خَبَرٌ وَاحِدٌ غَيْرُ مَوْثُوقٍ بِهِ) یہ خبرِ واحد ہے، ناقابلِ اعتماد۔ صحابہؓ کے حق میں بلکہ کسی دوسرے عادل مسلمان کے حق میں ناقابلِ عمل ہے (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۴ ص ۶۳۱)[۱]

حیرانی کی بات ہے کہ ملعون دشمنانِ صحابہؓ ، بغض و عداوتِ صحابہؓ کے جوش میں اتنے بے ہوش ہو گئے ہیں کہ ایک آدمی اس خبر کو ——— جو در اصل گوزِ شتر ہے ——— خبرِ واحد کہہ کر ناقابلِ اعتبار قرار دے رہا ہے اور صاف کہہ رہا ہے کہ یہ عمل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو کجا ! ایک عام مسلمان بھی نہیں کر سکتا۔ مگر یہ ملعون اسی آدمی کو اپنے گوزِ شتر کی تائید و تصدیق میں پیش کر رہا ہے۔

جواب ۴ جو بات خود روافض کے نزدیک ناقابلِ اعتبار اور ناقابلِ عمل ہے۔ ظاہر ہے مسلمانوں کے نزدیک وہ گوزِ شتر سے زیادہ کیا ہو گی؟ چنانچہ امام العصر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :- " ایں قصہ سراسر واہی و بہتان و افترا است ہیچ اصلے ندارد[۲] " یعنی یہ بات سراسر واہیات اور بہتان و افتراء ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں۔

جواب ۵ ان دشمنانِ دین و ایمان سے کون کہے کہ اگر تمہاری یہ خرافات صحیح ہیں تو الزام اور اعتراض حضرت عمر وغیرہ رضی اللہ عنہم سے زیادہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر عائد ہوتا ہے۔ ذرا اتنا تو بتلاؤ جب لختِ جگرِ رسولؐ حضرت سیدہ بتول رضی اللہ عنہا پر یہ ستم توڑے جا رہے تھے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہاں تھے؟ کیا ان کی شمشیرِ خارا شگاف کو جس نے بدر و خیبر میں کفار کے جگر چیرے تھے، زنگ لگ گیا تھا؟ اس میں کیڑے پڑ گئے تھے؟ یا بازوئے حیدر، زورِ حیدری سے

---

[۱] " رحماء بینھم " حصہ دوم ص ۲۱۰ [۲] تحفہ اثنا عشریہ، باب مطاعن عمرؓ طعن نمبر ۲ ص ۲۹۲ مطبوعہ دہلی

محروم ہو گیا تھا؟ آخر سیدنا علیؓ نے بنتِ رسولؐ کو دشمنوں کے نرغے میں کیوں بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لئے اپنی قرۃ العین کو فاتح خیبر کے حوالے فرمایا تھا کہ وقت پڑے پر خود روپوشں ہو جانا اور افتاد و مصیبت میں میری نورِ نظر کو اعداء کے حوالے کر دینا؟ ہم نے تو یہی پڑھا سنا تھا کہ زر و مال، جسم و جان ہر شے سے قیمتی متاعِ ناموس و آبرو ہے۔ ذرا یہ تو بتلاؤ آغوشِ رسالت میں پروردہ علیؓ اپنی عزت و آبرو کو خطرے میں ڈال کر خود کہاں آرام فرما رہے تھے؟

حضرت عمر وغیرہ رضی اللہ عنہم کا شکوہ بعد میں کرنا وہ تو معاذ اللہ دشمن تھے پہلے یہ بتلاؤ کہ سیدنا علیؓ نے کون سا حقِ خویشگی ادا کیا؟ ؎

نہیں غم کہ دشمن ہے سارا زمانہ مگر آہ! تم نے بھی اپنا نہ جانا!

شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

دورِ گردوں میں کسی نے اپنی غم خواری نہ کی

دشمنوں نے دشمنی کی، یار نے یاری نہ کی!

---

(۱۳) مسئلہ خلافتِ علی رضی اللہ عنہ

بادشاہ نے کہا "حضرت علیؓ کی خلافت پر دلیل پیش کیجئے" تو

اقرار علی الرسولؐ

شیعہ مناظر علوی نے کہا) دلیل یہ ہے کہ حضرت پیغمبرؐ نے ان کو اپنے بعد خلافت کے لئے نامزد فرمایا تھا ویسے تو بہت سے مقامات پر حضورؐ نے حضرت علیؓ کی خلافت کی طرف اشارہ فرمایا ہے (یہاں صرف ایک مقام کا ذکر کیا جاتا ہے) مکہ اور مدینہ کے درمیان غدیر خم کے مقام پر آپؐ نے مسلمانوں کے جمِ غفیر میں حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑا اور اسے بلند کر کے اعلان فرمایا: مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا عَلِيٌّ مَوْلَاهُ جس جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علی مولا ہے۔ اس کے بعد دعا کی ... پھر منبر سے نیچے اترے اور مسلمانوں کو حکم دیا جبکہ ان کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار کے لگ بھگ تھی کہ حضرت علیؓ کو یا امیر المومنین کہہ کر سلام کرو۔ چنانچہ مسلمان ایک ایک ہو کر آئے اور حضرت علیؓ کو مخاطب کر کے کہتے تھے السلام علیک یا امیر المومنین! ...... اس سے ثابت ہوا کہ رسول اللہؐ کے شرعی خلیفہ صرف حضرت علیؓ ہیں (مناظرۂ بغداد ص ۴۲)

جواب اگر مسلمانوں کو انسانوں کی بجائے مشینی وجود سمجھ لیا جائے اور ایک کے واپس ہونے، جگہ خالی کرنے اور دوسرے کے اس کی جگہ لینے میں ایک سیکنڈ بھی نہ لگے

اور ایک کے بعد کھٹ سے دوسرا آدمی کھڑا ہو جائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو السلام علیک یا امیرالمومنین کہنے میں تین سیکنڈ وقت صرف ہوتا ہے۔ اب ایک لاکھ بیس ہزار کو تین سے ضرب دو تو یہ تین لاکھ ساٹھ ہزار سیکنڈ ہوئے، ان کے منٹ بناؤ تو چھ ہزار منٹ ہوئے، اب ان کے گھنٹے بناؤ تو پورے سو گھنٹے ہوئے، یعنی چار دن رات مکمل اور چار گھنٹے اوپر۔ اور یہ تب کہ مسلمان تو مسلمان یہ سب لوگ انسان بھی نہ ہوں یعنی طہارت، وضو اور نماز کو چھوڑ دو، کھانے، پینے، سونے، جاگنے، حاجات ضروریہ پر کوئی وقت خرچ نہ ہو، مشین کے پرزوں کی طرح ایک کے بعد کھٹ دوسرا آتا جائے تب چار گھنٹے اور چار دن رات میں امیرالمومنین کو سلام جا کر ختم ہوتا ہے اور سیدنا علیؓ ماشاء اللہ شرعی خلیفہ ثابت ہوتے ہیں۔

یعنی ان لال بجھکڑوں کے قول کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ شرعی خلیفہ تو بن گئے مگر کن کے؟ مسلمانوں کے نہ انسانوں کے! بلکہ مشینی کل پرزوں کے! لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہ

یہ لوگ دین و ایمان کے دشمن تو تھے ہی، اس کی شامت سے عقل و دانش کے بھی دشمن ہو گئے اور جو منہ میں آتا ہے بک دیتے ہیں اور ذرہ بھی نہیں سوچتے کہ یہ ہم کیا کہہ رہے ہیں۔ ایک لاکھ بیس ہزار کے لگ بھگ مسلمان ایک ایک ہو کر آئے اور حضرت علیؓ سے کہتے تھے السلام علیک یا امیرالمومنین، کہہ تو دیا مگر یہ نہ سوچا کہ اس پر وقت کتنا لگے گا، اگر مشینی پرزے بغیر کسی وقفے کے مسلسل سلام کریں تو چار دن رات اور اگر انسان سلام کریں تو چھ گھنٹے روزانہ کے حساب سے ۱۶ - ۱۷ دن اور آٹھ گھنٹے روزانہ کے حساب سے ساڑھے ۱۲ دن لگتے ہیں۔

جہاں اتنا کذب و افتراء رسولؐ و اصحابؓ رسولؐ پر کیا تھا وہاں یہ جھوٹ بھی بک دیتے کہ "نبی کریمؐ پورا نصف مہینہ غدیر خم پر قیام فرما رہے، تب جا کر حضرت علیؓ رسول اللہؐ کے شرعی خلیفہ بنے۔ تو کون پوچھنے والا تھا، اور اگر کوئی پوچھتا تو کہہ دیتے "کتابوں میں ایسا ہی لکھا ہے" اور ساتھ ہی وزیر صاحب بھی کہہ دیتے کہ "میں نے بھی تاریخ میں ایسا ہی پڑھا ہے"۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝
وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا
مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝

توحید اور شرک کی حقیقت

مولانا سید نورالحسن بخاری نے اپنی ضخیم کتاب میں توحید اور شرک کی حقیقت خوب واضح کی ہے۔ شرک کے عوامل و محرکات اس کے آغاز، اس کی تاریخ اس کی اقسام، ذرائع نیز شرک فی العبادت کے تحت سجدہ، نذر و منت، ذبح، نحر اور و ما اھل بہ بغیر اللہ پر مفصل بحث کی ہے۔

عبادت کے معنی، اس کی تعریف اور قسموں کے بعد اس کے تین اصول یعنی الوہیت کی تین بنیادی صفات خاصہ علم غیب، حضور و شہود اور اختیار کل کو شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ کتاب کا آخری باب سد ذرائع شرک پر مشتمل ہے۔ اس میں تجاوز فی التعظیم، حلف، قبر اور فتنۂ قبر اور تصویر وغیرہ پر مدلل بحث ہے۔ ضمناً دعا، وسیلہ، ریا، اطاعت غیر اللہ وغیرہ مسائل پر مفصل بحثیں ہیں۔ مختصر یہ کہ بڑی ایمان افروز قابل مطالعہ تالیف ہے۔